

हिन्दुस्तानी एकेडेमी, पुस्तकालय

इलाहाबाद

वर्ग संख्या.....

पुस्तक संख्या.....

क्रम संख्या.....

Vol

مجدد حق محفوظین

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَعْلَمُتَنَّا أَنَّكَ لَا تَعْلَمُ الْغَيْبَ مُرَدِّدًا

کامستار چیدنام نخواستہ سرت یک : بول کلک یک سیقتی سے نکالا آخر

سائنس الغیب

اردو شرح دیوان حافض مع مفصل شرح حق محفوظ

جلد دوم

میر تقی علی بن ابی طالب

کاشی رام پریالی

۱۹۲۳ء

تعداد جلد ایک ہزار

بار دوم

لسان الغیب

یعنی
اردو شرح دیوان حافظ مہتمم فصل سواختری

جلد دوم

از

میر ولی اللہ - بی - اے - ایل ایل - بی وکیل سیٹ آباد

۱۹۲۲ء

کاشفی رام پریس لاہور



غزل (۴۹)

۱	روئی تو کس ندید و نہارت تیریت	در تخیل ہنوز و صدمت غلبت
۲	گر آدم بجوی تو چند این غریبت	چون تن دریں دیار نہاران غریبت
۳	مر جند دوم از تو کہ دور از تو کس مباد	لیکن امید وصل تو ام غم غریبت
۴	در عشق خالقاہ و خرابات شرم طہیت	ہر جا کہ ہست پر تو روی جہیت
۵	آں جا کہ کار صومعہ را حسب و میدہ	تا قوس و دیو را بہ نام صلہیت
۶	عاشق کہ شد کہ یار بجالش نظر نہ کرد	ای خواجہ درد نیست و گر نہ طہیت

(۷) فریاد حاکم این ہمہ آخر پرزہ نیست
(۸) ہم قصہ فریب حدیثی غریبت

(۱) ترجمہ - تیر تیرہ کسی نے نہیں دیکھا اور نہ اردن تجھ پر عاشق ہیں تو ابھی غم میں ہے اور صدمہ بالبلبل تیری شدید ہے۔
 رقیب - پاسبان نگہبان - دو آدمی جو ایک ہی معشوق پر عاشق ہوں ایک سرور و قریب کہلاتے ہیں کیونکہ ایک سرور معشوق کی حفاظت کرتے ہیں۔ شعر نہایت اعلیٰ ہے اور خواجہ صاحب کا مشہور ترین شعروں میں سے ہے مطلب یہ کہ شاہ معشوق اگرچہ نہایت اور درپردہ ہے۔ مگر اس کو عاشق پہنچا نہیں۔ ہمارے یہی معشوق ہے وہی بلبل تشبیہ کے مترسور ہیں جو ابھی۔
 محبوب حقیقی - شیخ فرید الدین عرقی نے لغات میں لکھا ہے کہ ”محبوب کا دہزار حجاب نور ظلمت پر اس پر روی فروگذاشتہ“
 محبوب فوسے کو کہند وادرا پس وہ مینہ تا چوں دیدہ ششما شود و عشق سلسلہ شوق بجنب اندامد
 عشق تیرہ ہا نگار گاہ فروگذاشتہ انگاہ پر تو حلال غریبت ہو تو ہم را سبوز د“ (ملح میر و ہم)

کر یا ہاتھ میں زنجیر رکھتے ہیں۔ صلیب۔ وہ کٹاری جو ترسنا زار میں باندھتے ہیں فارسی میں پھلپا کہتے ہیں اسکی شکل یہ ہے
(۱۰) وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔ تو طوطوں نام ایک شخص جو حضرت عیسیٰ کا ہم شکل
تھا۔ اسے سولی دیکھ کر اس واقعہ کی یادگار میں شکل اور عیسیٰ لکڑی کی تراش کر لٹکانے لگو۔

مطلب یہ ہے کہ جب وہ محبوب حقیقی گر جائیں علوہ افروز ہوتا ہے۔ تو اس کے عابدوں کو راہب معبود کو صومعہ اور عبادت گاہ
ماتوس کہتے ہیں۔ وہی معبود جب دوسری طرف رونق افروز ہوتا ہے۔ تو مسجد عابد اور اذان وغیرہ کا نام ہوتا ہے
گویا صرف ناموں کا فرق ہے۔ حقیقت یہی ہے پہلے شعر میں بی بی مضمون بہتر ہوتا کہ اس شعر کا ساتھ ایک اور شعر مقابلہ میں
مسجد عابد و اذان وغیرہ کے متعلق ہوتا ہے۔ محکم ہے اصل غزل میں جو ہم درجہ جوں میں اس کا ساتھ اور کوئی مقابل شعر نہیں ہے۔

ماہمہ بندہ شقیتم لے اہل تمیز	آنسو و شمع زیت و برہے سنا آنا مہر
------------------------------	-----------------------------------

(۶) ترجمہ۔ ایسا کون عاشق ہوا ہے۔ کہ محبوب نے اس کے حال پر توجہ نہ کی۔ اسی خواہش میں نہیں ہے نہ غم نہ غصہ نہ
مطلب یہ ہے کہ اگر عاشق عاشق ہو تو فرد معشوق اس کے حال پر توجہ کر لگا جن عاشقوں کو عدم توجہ کی شکایت ہے وہ فی
عاشق ہی نہیں خام خیال ہیں مضمون کو دوسرے مصرعہ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ جس شخص کو دردی ہو طبیعت کر لیا کر لگا۔
پسے درد دل پیدا کر۔ دوا خود دل جا ملگی۔ اخلاص ہو مطلب حق کر۔ گوہر مقصود ہاتھ آجائے گا۔

یہیچ عاشق خود بنا شد وصل جو	کہ نہ معشوقش بود جو یائے او
درد دل تو مہر حق چوں شد دو تو	بے گمان ہم بہت حق را مہر تو
تشنہ مے نالکہ کو آب گوار	آب ہم نالکہ کو آں آب خوار
کال لب خشک گواہی مسید بد	کو باخبر بر سر منبع رسد
خشکی لب بہت پیغام از آب	کہ بہات آرد لقیں اس اضطراب
ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چوں بجا الم مطلب شتافت او
چوں بنادی در طلب پائے سپر	یافتی و شد متیسرے خطہ
ہیں مباشر لے خواہہ بکیم بے طلب	تا بیابی ہرے خواہی بے تعب۔
عاقبت جوئندہ یا بندہ بود	چونکہ در خدمت شتابندہ بود

اسی مضمون کیلئے دو دیگر شعر درج ہیں

(۷) ترجمہ۔ حافظ کی یہ تمام فریاد آخر فضول نہیں ہے۔ ایک نہایت نرالا قصہ اور عجیب بات ہے۔

مطلب یہ کہ حافظ کا کلام بے ہودہ نہیں۔ معانی بزرگوں کا زندہ جو۔

غزل (۵۰)

۱	ساقیا آمدن عید مبارک باد	۱	و ان مواعید کہ گروی مروءہ از یاد
۲	در شکستہ کہ دریں مدت ایام فراق	۲	بر گرفتن ز حریفان دل و دہم یاد
۳	بر ساس بنگدگی دختر زر گویدر آسے	۳	کہ دم محبت مکر در بند از ادت
۴	شادی مجلسیان در قدم و مقدم تست	۴	جای غم باد سہر آن دل کہ خواہد شاد
۵	چشم بد دور گزین تفرقہ فوثن باز آورد	۵	طلح نامور و دولت مادر از ادت
۶	سکر ایزد کہ ازین باد خزان رختہ نیافت	۶	بوستان سخن در سر و گل و شمشاد

حافظ از دست مدہ صحبت آگشتی

(۵۱)

ورنہ طوفان حوادث سیر و دنیا دت

(۵۲)

(۱) ترجمہ۔ اے ساقی عید کی آمد تجھ پر مبارک ہو۔ وہ دہم جو تیرے ہونے پر ہوتا ہے۔
 مواعید۔ جمع میعاد یعنی وعدہ کرنا۔ جلد وعدہ۔ وقت وعدہ۔ یعنی تیرا وعدہ تھا کہ وہ مضن گزریں شراب
 ملیگی اب عید آگئی ہو اپنا وعدہ یاد کرو۔ اور جام شراب۔ عید اور مواعید میں صنعت تجھ میں ہے۔
 (۲) ترجمہ۔ میں حیران ہوں کہ ایام مجھ کی اس مدت میں تو نے عاشقوں کو دل بٹھالیا۔ حالانکہ وہ تو دین پر دیتا تھا (دیتو تو)
 مصرعہ ثانی کی ترکیب قدر مشکل ہے۔ حریفان یعنی جمع اور میداد واحد ہے۔ مصرعہ ثانی کا اگر اس طرح پڑھا جائے کہ
 ”برکستی ز حریفان دل و دین میدادت“ اور آں معنی او کیا جائے تو یہ سنی ہو گئی۔ تو نے عاشقوں کو کنارہ کشی
 اختیار کی (رنجیدہ ہوا) حالانکہ وہ تجھ کو دل و دین دیتا تھا، دین کی بجائے اگر اس پڑھا جائے تو یہ مطلب کا کہ عاشقوں کو دل
 بٹھالیا۔ حالانکہ وہ تجھ کو دل دیتا تھا (دیتو تو)

(۳) ترجمہ۔ دختر زر کا سلام پہنچی اور کہو کہ باہر آؤ۔ کیونکہ ہمارا دم محبت نے تجھ بند سے آزاد کر دیا ہے۔
 دختر زر یعنی شراب کی طرف سے اس کا سلام کہو کہ ہم نے تجھ بند سے آزاد کر دیا ہے اور تو ظاہری و باطنی سستی ہے۔ باہر آ جاؤ۔
 (۴) ترجمہ۔ اہل مجلس کی خوشی تیرے شریف فرما ہونے سے کہ وہ دل سکس غم ہو۔ جو تیرا خوش رہنا پسند نہ ہو۔

تقدولی کہ بود مرا صرف بادہ شکر ۹ قلب بود از آل در حرام رفت

(۱۰) دیگر کن نصیحت حافظ کہ راہ رفت
گم شد کہ بادہ عشقش بکام رفت

(۱) ترجمہ۔ اے ساتی شراب لا کہ ماہ رمضان گذر گیا۔ پیالہ دے۔ کہ موسم شراب ناموس خانہ آ رہا۔
ماہ صیام کو موسم ناموس نام کہا۔ کہ کچھ اس میں ہر شخص نام و ناموس کیلئے ضرور ہوتا ہے۔ اگرچہ کچھ بچہ بچہ کو پیش
کرتا ہو۔ دیکھو شہرت ۲
(۲) ترجمہ۔ وقت گراچی گذر گیا کہ قضا کیوں۔ اس کو جو بغیر حضور صراج و جام کی گزری۔
قضا۔ حکم دینا۔ واجب و فرض کی ادائیگی۔ وہ نماز جس کا معینہ وقت گذر گیا ہو۔ بعد ادا کی جاوے۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ جو وقت صراج اور جام کی سوا گذر ادا و فضول گذر اسکی تلافی کرنی چاہیادے چھپکی کسر
ہی نکالی چاہو۔ جھڑجھڑ نماز کا وقت گذر جائے نماز قضا کیجائی ہو اور کھڑی دو نمازیں پڑھ لی جاتی ہیں۔
(۳) ترجمہ۔ خود کی طرح توبہ کی تاب تمیش میں کتب جلیں شراب کے اس سولے خام کو خیال میں گذر گئی۔
یعنی توبہ ایک خیال خام ہے اور کتب ہم توبہ کی پابندی ہو۔ خود کی طرح گویا گم میں حلقہ ہے شراب کہ اس توبہ سے توبہ ہو جائے۔
خام کی رعایت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ مجھ ایسا مست کرد کہ بخود ہی کی جڑ سے جانوں خیال کو میدان میں کہ کون آیا اور کون گیا۔
یعنی مجھ ایسا مست اور بخود کردے کہ کسی چیز کی مطلق خبر نہ ہو۔ معشوق مطلق و عشق میں ایسا مجھ ہو جاوے کہ دنیا کو نیک بد
اور حوادث روزگار کی بالکل پرواہ نہ رہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس امید میں کہ جام سے کالیک گھونٹ ہم تک پہنچے۔ میخانہ میں ہر صبح و شام جہہ کو عادی جاتی ہو۔
ہر صبح و شام تجھ کو عادی تیار ہوں اس خیال کے شہید تو میرا ہوں کہ ایک گھونٹ ہم کو بھی پلائے۔

(۶) ترجمہ۔ دل کو جو ہم چاہے از سر نو زندگی ملے۔ جس کہ شراب کی خوشبو اسکو مشام میں پہنچی۔
اگر ضمیر شرین راجع ہو دل نہ ہو تو دوسرے مقرر کی معنی ہونگے۔ کہ اس کے عو کی خوشبو یعنی معشوق کو محبت کی خوشبو مشام عانی
(۷) ترجمہ۔ سزا بہرہ خود تیرا اسلمیہ سہا متی ہو کر نہ کر سکا۔ نہ نیاز کہ سہا متی ہو بہشت میں پہنچ گیا۔

تہایت اعلیٰ خیال ہوا در نہایت خوب ہوئی و داد اکیا گیا ہو مطلب یہ کہ شراب کو چھپا دے۔ پھر خود تیرا اور خود خدا کو پسند

نہیں۔ اسے زائد پتلا مفہود پر پہنچ سکا۔ اسلحہ زبرد چو کھ اپنی بے رہنما محنت پر ادم تھا اور سرائیانیاز تھا۔
اور نیاز خدا کی درگاہ میں بہت عزیز ہے۔ اسلحہ زبرد گویا نیاز کو سستہ بہشت میں پہنچ گیا۔

بہارِ کرم ہے نثارِ اندرِ نثار	جمشید پتیل
-------------------------------	------------

مختصرہ ذیل و اشعار پر اسی مضمون پر مبنی۔

غره مشو که مرکب مردان راه را
نوسیدیم مباشرت کند آن باده خوار

دریغ هم با پسند و آرزوی خود
چو بیا رسید به سیاحت حدی علی کرمه فراق تو می - که یک حبس اپنی تمام عمر گناهان می گذاردن توی و از این راهم - نه رسید
بد اخلاق - خود داری شهوت پرستی و غوغا تمام عیوب اسمعیل موجود تو - حضرت عیسی که پاس کیا و از این مختلف اندر گناهان
بریزد امتیاز و شرف ماری ظاهر که او را که اگر برنجین تر بی مروتا تو او چاهوتا - پھر خدا کی در گاه من دعا کی -

کتابخانه مجلس شورای اسلامی
تذکره ابن اقدس انجمن

ادھر دوسری جانب سے ایک عابد پر غروب کی کینچا اور اس کی کینچہ کی طرح کھینچا۔ دھن دھن اور کبکب کے آواز سے

[illegible]

اتنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ تم نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کر لیا ہے۔

گوهر عالم صفت آن درو بهول
هم کرده ایام برگشته روز
بی بیچاری هر که آید برم
و گرام دارد عبادت پرست
چون نگ از و در قیامت مدار
که آن را جگر خشنود و درود

یہی حکایت ہمیں شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

بریں آستانِ محرم و سلیمیت
 گناہگار اندیشہ ناک از خدا
 بہ از حالتِ خویش تنہا
 بہ از یاسائے عبادت نما

اسی مضمون کیلئے دیکھئے صرف ۳۰ وقت لیا

كَلَّمَ عَلِيَّ فِي الدُّرِّ وَمَا يُجْزِيهِ مِنْ اَدْنَى اَنْزَالٍ مِنَ السَّمَاءِ مَا لَمْ يَجْعَلْ فِيهِ اَسْمَاءَ لِعَلَّيْ خَدَا
جاننا اس چیز کو جو زمین میں جاتی ہو اور جو زمین کی تختی پر اور اس چیز کو جو آسمان کی تختی پر اور جو آسمان پر
چڑھتی ہو اور ان سب میں الواظ کا شفیق نے اس نسبت کی تفسیر کیا کہ جو چیزیں آسمان پر چڑھتی ہیں ان میں سے
ایک نالہ تابان اور آہ مغلستان کی جو بوقتِ خزلت ناز سب سے نکلوں اور گاہِ رحمت پناہ میں جاؤ اور دنیا کی کٹاوتھی
کو یہ زہر ہو کوئی چاکر کہ میری غمش کا کچھ نہ کھنکھاتا گناہ کرتا تو بچوں میں بیشک مگر کچھو لفظ بھی ہے

اسی مضمون پر

اداب کو گرامر و لغت و نحو کی گتہ

اسی مضمون پر نواب محمد حسین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں

میں دانا از نظر ادب مرا کہ مغلستان مسکین گناہی بچہ و طاعت لہذا بت مختصر و اورد
چہ سید انی تو اے غافل کہ شاید عاشق بدل مراد خوشن حاصل یہ یک آہ سحر دارد
(۸) ترجمہ - اسی زہر تو جاؤ تیری خلوت تنہائی اور نیاز عاشقوں کو تو عیشِ مدام حصہ میں آیا ہے -

یعنی ادا ہوا تو جان اور تیری عبادتیں - عاشقوں کو تو عشق محبوب میں دائمی عیش ملے گی
(۹) ترجمہ - میرا اللہ دل جنت قدر تھا - حرف می ہوا چونکہ قلب سیاہ تھا - اس لیے حرام میں گیا

میرا دل مومنہ میں ضرورتاً تو کیا ہوا ہے چونکہ زنا قصی عیاد اور اس سے اس لیے اجاڑ کر دیا تو اللہ کو
قلب سیاہ اور بادہ کو حرام کہا ہے لفظ قلب معنی (۱) دل (۲) ناخالص کسر مطلب ہے کہ میرا سیاہ دل کیلئے مرہب
زیادہ موزون جنت شریقی اسلام کو اللہ ناخالص کہ اسی طرح برباد کیا کرتے ہیں (سیاہ دل کا اس کے چھ علاج
ہی اور کوئی نہیں)

(۱۰) ترجمہ - حافظ کو اور زیادہ نصیحت کر کہو کہ راہ پر نہیں آؤ گمراہ جسک منہ میں شرافت جی جی ہو
مطلب ہے کہ حافظ شراب عشق کی چاک اب کو وہ غلط سمجھتے ہیں کہ گناہ نہیں گنہگار محبت کی راہ پر نہیں

عاشقوں کو شہزادہ کی نصیحت سنو

در خانک نکر دہر ادا دے حکم

عاشق کو گمراہ شدہ اسلام کی گمراہی اور خانک نکر دہر پرست اور راجہ کی نصیحت سنو کہ وہ بہ صورتہ
حقیقت یہ کہ وہ میرا المستقیم ہے -

نعل

۱	صبا اگر گندے افتد بکشور دوست	۱	بیاغیخ از گیسوی محسب دوست
۲	بجان او که بشکرانہ جان برافشام	۲	اگر بسوی من آسی سلمی از بد دوست
۳	وگر چنانچہ در آن حضرت نباشد بار	۳	برائی دیدہ بیاو بخالتی از در دوست
۴	من گدا و تنہائی وصل او مہیات	۴	مگر جواب بہ بنیم حال و منظر دوست
۵	دل صنوبریم بچو بسید لرزان مست	۵	ز حسرت قدو بلائی چوں صنوبر دوست
۶	اگر دوست بخیزے نخے خرد مارا	۶	بعالمی نظر و نیم مولی از سر دوست

(۴) چہ باشد از شود از قید نیم و شش آزاد
چہست حافظ مسکین عظام و پکار دوست

(۱) ترجمہ - ای باد صبا اگر تیرا گذر مشوق کو شہر میں ہو۔ تو اس کے گیسو محسب سے خوشبو لانا

نغیخ - بالغیخ - بوجے خوش - محسب - محسب غنبر کی خوشبو والی

(۲) ترجمہ - اسکی جان کی قسم کہ شکرانہ میں جان قربان کر رہا ہوں اگر دوست نہ کی طرف سے میری پاس نہ کام لائے۔

جان مشوق کی قسم قسم ہمیشہ عزیز چیز کی کی جاتی ہو۔ عاشق کو جان دوست سے عزیز تر ہو اور کوئی نہیں۔۔۔

و یکہو شہرت ہوا

(۳) ترجمہ - اگر اس دیار میں تجو بار حاصل ہو تو انگوں کیلئے در دوست کا غبار اڑالا

اگر اس دیار کو اندر تو نہ جا سکے تو دروازہ کی خاک سے غبار لے آنا کہ اس سے چشم بہاؤں

مشوق کی حرم میں ہو اگر کو بھی دخل نہیں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں

چوں شوم میش تو محرم من محروم کہ نیست | یاد از ہرہ احرام حسد کم حرمت

ترجمہ - میں گداؤں کی طرح محروم کی گنتاں سے محروم ہوں یاد از ہرہ احرام حسد کم حرمت

یعنی اسکو وہ مال کی گنتاں سے محروم ہے یا محروم کی گنتاں سے محروم ہے یا محروم کی گنتاں سے محروم ہے

نعل حافظ کہتے ہیں کہ اسکو وہ مال کی گنتاں سے محروم ہے یا محروم کی گنتاں سے محروم ہے

دائم تر سدا درہ تجر سشد و نکلن	شوق طیران سگشند از باب محرم ہا
<p>وصال ہو کر اگر مشاہدہ ذات لیا تو کہا جاسکتا کہ یہ مشاہدہ انسانیکہ و بالکل ممکن نہیں اور اسکی امید خیال پاکہ و یحییٰ نہ کہ اللہ افضلہ واللہ (وین بالعبار) اور اللہ تمکو اپنے نفس سے ڈراتا ہے کیونکہ وہ بندہ پرہیزگار مقدسہ خصوص الحکم پر لکھا کہ کمال تعالیٰ اس شفقت کی نظر سے بندہ کو متنبہ کر دیا تاکہ وہ لوگ اس چیز میں غرک نہ خالص نہ کریں جسکا حاصل ہونا ممکن نہیں یعنی مشاہدہ ذات کی امید اور کوشش بیوقوفی اسلحا اس میں عرضائے یکر اللہ مشاہدہ ذات بذریعہ ائلیہ صحت موجود نہیں مشاہدہ بالمرآۃ ممکن ہے تعبدات کے آئینہ میں یعنی موجودات میں تو حق کے مشاہدہ آدمی ذات باری کی صفات اور اسکی قد کائنات ذکر کرتے کر دیکھنا ایسا ہے جیسا کہ آئینہ کو دیکھنا ایسا ہے (اسکی پرکاشا)</p>	
ہے غیب خبیث جسکو سمجھتے ہو تم سب شہو د	ہیں خواب میں سوز و جاکے ہیں خواب میں
<p>(۵) ترجمہ - میر سوبی دل بید نہ کر لیر از آن (یہ طیران شوق کو خود پر سب سے بڑا ہے) دل صنوبری - صنوبری طغوزہ سر کی طرح بلند رسید تو ہی قدیار تشبہ تو پر میں اس دسخت کا نہیں جس سے جانغوزہ نشو و نما خوں کو آویزاں ہوتا ہے اور قلب انسان و شاہ ہوتا ہے اس کو دیکھو صنوبری کہ تو پر چانی نظائرسات میں لفظ دل کے مقابل لکھا ہے "عضولیت صنوبری الشکل"</p> <p>خواجہ جہانگیر آویں کہ میرا صنوبری دل معشوق کو صنوبری قد کی دید کی تمنا میں مرقہ بید از زبان کی طرح از ان مہتا ہے ظاہر کہ دل مرقہ حرکت میں مہتا ہے مگر خواجہ صاحب نے اسکو متحرک نہ کیونکہ اچھی بیان کی جو حسن تحلیل ہے۔</p> <p>(۶) ترجمہ - اگرچہ معشوق میں کسی قہریت نہیں خیزتا لیکن ہم اسکو سر کا ایک بال تمام جہاں کے عوض بھی نہیں بیچتے۔ شاعر کو بتانا منظور ہے کہ اگرچہ دوست کی نظر و نہیں ماری کچھ قدر و منزلت ہمیں ہم جاری نظر و نہیں اسکا لیکہ و سر ہی تمام عالم سے زیادہ عزیز ہے۔ وجہ یہ ہے کہ</p>	
ترا بندہ از مہن بہ افتد بے	مرا چوں تو دیگر نیفتد کسے
خاک در تو بہ ملکیت جسم نہ ہم	مولے ترا بہر دو عالم نہ ہم
<p>(۷) ترجمہ - کیا ہوگا اگر اسکا دل قہر غم سے آزاد ہو جائے کیونکہ حافظ مسکین معشوق کا غلام اور بچا کر ہے یعنی حافظ معشوق کا غلام ہے اگر اسکا دل معشوق کی چشم لطف کے ذریعہ قہر غم سے آزاد ہو جائے تو کوئی بڑی بات ہے</p>	

غزل (۵۳)

۱	عکس تاد در دلم ما واگرفته است	۱	سرم چوں زلف او سودا گرفته است
۲	لب چوں آتشش آب حیات صحت	۲	از ان آب آتشی در ما گرفته است
۳	بجای نغمہ عمر سیت کز جاں	۳	ہوای آن قد بالا گرفته است
۴	شدم عاشق بیالارے طبعش	۴	کہ کار عاشقان بالا گرفته است
۵	چو مادر سایہ الطاف او نیم	۵	چرا اد سایہ از ما دا گرفته است
۶	نیم صبح غنیمت بوست امروز	۶	مگر یارم رہ صبح را گرفته است
۷	ز دریا کے دو چشم گم ہر اشک	۷	جہاں درو لو لا لا گرفته است

(۸) حلیت حافظ ای سدر من بو
(۸) یہ صنف قد تو بالا گرفته است

(۱) ترجمہ - اس کے غم نے جب تیرے دل میں گھر کیا ہے میرا سر اس کی زلف کی طرح گردنار ہوا ہو گیا ہے
ماوا - جانے پر رشتہ - واپس آنے کی جگہ - یعنی اپنا گھر - مکان - سودا - بھنی سیاہ - مجنوں - پریشان
یعنی جب میں اس طرح ہوا ہوں اس کی زلف پریشان کی طرح ہر وقت پریشان رہتا ہوں -
(۲) ترجمہ - اس کا آتش رنگ لب بجھاتا ہے اس بانی سے جہاں اندر آگ لگ گئی ہے
لب مشوق کو بوجہ مرقع لب آتش کے تشبیہ میں اور بوجہ نزاکت لطافت اور آب تاب کے پانی سے خواہنا
فراموشی کے لبوں کے بوسہ کی آرزو میں چہاں ہمارے لب آجیاں کی طرح زندگی نہیں کہ ہم ہمیشہ آتش اور پیرا
ہو میں + - شاعر ہمیشہ مشوق کے لب جان پہرہ اور حیات بخش کہتی ہیں اور آجیاں کی تشبیہ یا کر کے ہیں مثلاً

جان سودا اندر دھتہ در شمع حیات | زار لبم خم سے بار طلت شستہ اند

یعنی ان کی پیہ پیہ سے نہ کر کے شمع کی جگہ لگا کر دھتہ اند

(۳) ترجمہ - میری ہر کجی از بخت ہوئی کہ جان سے اس قد بالائی آرزو اختیار کی ہے

یعنی میں ذرا سبک ہی مشوق مطلق کی آرزو اور اشتیاق میں گردنار ہو چکا ہوں - ہما اور ہوا کی رعنا نظام

ہوا۔ بمعنی (۱) باد ساکن۔ خوف فلک یعنی زمین و آسمان کو دیکھ کر خلی جگا رہا، آرزو و اشتیاق
ہمت کو بجا بنا کر آیا۔ جو مدتوں سے محروم پرواز ہو۔ مگر مشوق کے قہر بالائی رفعت کو اب تک نہیں پہنچا۔
انسان ہی صبح میناق و شب تک محبوب حقیقی کی حقیقت کو سمجھ کر آرزو مند اور اس میں کوشاں رہا۔ مگر حق تو
یہ ہے کہ اب تک حق معرفت حاصل ہوا

(۴) ترجمہ۔ میں اسکو قد بلند پر عاشق ہوا ہوں عاشقوں کے کارو بار عشق کو رفعت نصیب ہوئی ہے
مطلب کہ اسکو قد بلند و عاشق کرنا میری ہی نوع حاصل ہوئی مولانا شبی حجازی نے کہا کہ اگر تو کرتی
عالم بالاس جانیجو

استبلی از قنارت زیبا تو میکز بخور یا تو گدنی از عسالم بالاسیگر و

(۵) ترجمہ جب ہم اس کے الطاف کو سایہ میں ہوں تو اس سے ہم کو سایہ کیوں اٹھالیا
(۶) ترجمہ نسیم صبح آج غنبر کی خوشبو رکھتی ہے۔ شاید میرے معشوق نے صبح کا رستہ لیا ہو
یعنی آج نسیم صبح غنبر ہے۔ شاید میرا معشوق صبح کو گیا ہو اور وہاں کے نسیم نے زلف غنبر پر بھی خوشبو ڈالی ہے
(۷) ترجمہ۔ میری دو آنکھوں کے دریا سو گہرا شک نے۔ جہاں کو لولو لولے لالا سے پڑ کر دیا۔

لولو لولالا۔ ابدار موتی۔ لولا بمعنی روشن و درخشان۔ اکثر لفظ لولا کے ساتھ بطور صفت واقع ہوتا ہے
میری آنکھوں کو دیر آنسو کی موتی اس قدر کھل کر کہ تمام جہاں کو تو تیلو لولہ یعنی میں اس قدر دریا کہ تمام جہاں کو تہ آب کر دیا۔

طرفہ سانچا پر غم دور و محبت جس سے (میر) ڈھلتی ہیں آٹھ پہر موتی کو آنسو دل میں

(۸) ترجمہ۔ اے چمپلی کی خوشبو دوائے مر و حافظ کو کلام کو تیرے قدل تعریف میں ملندی حاصل ہوئی ہے
یعنی امشوق تیرے قہر بالائی تعریف کر میں حافظ کو کلام کو قوتی شہرت اور رفعت نصیب ہوئی و گویا شعر (۹) غزل نیا

غزل (۹)

صبح دم مرا چمن آگئی خوشتر کہ
کحل خنبدید کہ از راست زنجیم وے
گر طمع داری از ان جام مرصع می حاصل
تا ابد بوی محبت بمشامش نسرد
۱
۲
۳
۴

در گلستان ارم دوست تو از لطف هوا	۵	دلفین بیل نسیم سحری می آشفست
گفتم ای سند جسم جام جهان بنیت کو	۶	گفت ای نسوس که آن دولت بیدار نخواست
سخن عشق نه آن ست که آید بزبان	۷	ساقی می ده و کوتاہ کن این گفت و شنفت

(۸)	اشک حافظ خرد و صبر بدریا انداخت چرا که روز غم عشق نیارست نهفت	(۸)
-----	--	-----

(۱) ترجمہ۔ صبح کو قوت بیل نے گل تو خاستہ کو کہا۔ ناز نہ کر کہ اس باغ میں تجھے جسے بہت بھول کھل چکی ہیں
 مرغ چمن۔ طبل (نقاشی نغزات) گل تو خاستہ۔ وہ بھول بھول بھی کھلا ہو۔ کم۔ بمعنی اندک یعنی لائق
 (۲) ترجمہ۔ بھول مہنا کہ ہم سچی بات سنا رہے ہیں۔ لیکن کبھی کسی عاشق کے معشوق سے تلخ بات نہیں کہی
 (۳) ترجمہ۔ اگر اس جام مرصع سے شراب سرخ کی آرزو ہو۔ تو تجھ کو دیا قوت ہو بلکوں کی نوک پر نہ چاہئیں۔
 مرصع۔ مادمندہ۔ اسم غول از مرصع۔ از مادہ مرصع۔ بمعنی چسپید۔ عام اصطلاح میں اس چیز کو کہتی ہیں
 جس پر زرد دوزی کو کام میں آتا ہر جزو جائیں۔ جڑاؤ۔ در۔ موتی۔ یا قوت۔ جو ہر شہور۔ سرخ زرد کہو
 اور سفید چار قسم کا ہوتا ہے۔ سفیق۔ پرونا۔ بیندہنا۔ سوراخ کرنا
 مطلب ہے کہ اگر تجھ عشق میں گامی منظور ہو اور ساقی کے ہاتھ سے جام می کی آرزو ہو تو کچھ کھو دے بلکوں سے موتی اور
 یا قوت پر وئی ڈیسے۔ یعنی اس کے آئینہ بانی پر سینگ (در سے مراد اشک اور یا قوت سے مراد اشک و ن)
 (نوٹ)۔ جام مرصع سو دہن معشوق بھی مراد لیا سکتی ہے کیونکہ در دندان سے مرصع ہی اسم صوت میں
 مے لعل سے مراد بوسہ لب لعل ہوگی۔ یہ پہلی ظاہر ہے۔ کہ موتی اور یا قوت جیسی نخت چیز میں بلکوں سے سوراخ
 کرنا نہایت اعلیٰ درجہ کی ریاضت و مشقت اور محنت کا کام ہے اس لیے ساقی کو تر کہ ہاتھ سے بھی جام مرصع
 میں شہر آشور کی امید صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ طالب ایشار اور ریاضت بدرجہ کمال ہو اور احکام
 الہی کی تعمیل میں ہر طرح کی تکلیفیں اور محنتیں برداشت کرنے پر تیار ہو

نصرت میں نہ لہو ہر داکا	در بالین مہر تو زور یا کیا
(۱۴) ترجمہ۔ ابد تک تو محبت اس کو دماغ میں نہیں چھوڑے گی جس کو درمیانہ کی خاک و مٹی اپنی پڑاؤ سے نہ کی۔	

اس شعر کا مطلب یہی ہے۔ جو کہ شہ شمع کے نیچے بغیر ریاضت۔ ایسا اور محنت شائستہ کمال محبوب محال ہے
عمر خیام کی طرز دیکھو

دردم کہیں بگھڑا رہے نہ رسید	تا بر دلش از زمانہ خارے نہ رسید
در شانہ مگر کا البعد شاخ نہ شد	دستش بسیر زلف نگارے نہ رسید

(۵) ترجمہ۔ باغ ارم میں کل جیب لطف ہو اسی۔ زلف سنبل نسیم محری کی بکھر رہی تھی
(۶) ترجمہ۔ سچ کہا کہ اے مسند خیمہ ترا جام چہاں کہا ہوا۔ کہا افسوس کہ وہ بخت بد پر ہو گیا
ارم۔ بکسر۔ نام شہر عاد۔ نام پیر عاد۔ بہشت شداو کا نام بھی ارم ہے۔ ارم کو اٹھواں ہشت سچھا
غلط ہے۔ تاریخ بخت العالم میں لکھا ہے کہ ارم شداو صنفا اور حفصہ بنت کہریز میان واقع ہے اور باہر ہنگ
مریچ ہے (غیاث) جام جہاں میں کی تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف ہمہ مسند۔ تکیہ بالمش بزرگ۔
جم۔ نام بادشاہ حشید۔ یہ لفظ مختلف موقوفوں پر مختلف بادشاہوں کو استعمال ہوتا تھا چہ جہاں کو ساتھ خاتم
نگین۔ آصف۔ ماہی۔ بطور وغیرہ کا ذکر ہو حضرت سلیمان علیہ السلام سے مراد ہوگی۔ جہاں۔ مسد۔ آبجیا
وغیرہ لازم ہوں سکند اعظم کی طرف اشارہ ہو گا اور جہاں بزم عشرت وغیرہ کی مانند لفظ جم کا استعمال ہو رہا
جسٹید بکھینا چاہو وغیرہ وغیرہ سنبل۔ گیسو یا خوشبودار۔ زلف۔ تشبیہ میں اسکی بہت کے متعلق مختلف
روایتیں ہیں
باغ ارم میں نسیم محری سنبل کی زلف پریشان ہو رہی تھی۔ میں تجھ شناسی (جو خالی پڑی تھی) چھوٹا
کہ تیرا حشید اور اسکا جام جہاں میں یعنی تیرا بادشاہ اور اسکا جاہ و ختم ہو گئے افسوس کہ امدت ہوئی کہ تو
کی نیند سو گئی

اعتبر یا ایہا الغرور بالعمى والحدید	این شیدا دهن عا صاحب القصر الحشید
-------------------------------------	-----------------------------------

جام جہاں میں کو اگر آنکھیں شبیر دیکھتے تو غصہ پیدا اور غصہ سے

چمن کے تخت پر جسدن تر گل کا محل تھا	ہزاروں ملبوں کی فوج تھی اس کا محل تھا
خزان کے دن جو بھر دیکھا تھا عجز خار گلشن میں	کو تھا باغبان رو در ویاں چھوڑ دیاں گل تھا

(۷) ترجمہ عشق کی باتیں ایسی نہیں ہیں جو زبان پلائی جاویں اس ساقی تیرا لا اور اس وقت و شنید کو بند کر

(۸) ترجمہ۔ حافظ اگر اسودت عقل و دہر کو دیکھ دیا کیا کہ غم عشق کی سوز کو نہیں چھپا سکتا۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر پتہ ہو کہ صبر اور ہوش آ رہا ہو لیکن سوز عشق کہ نہاں کھوئی تاکہ میں نہیں لکھ سکتا تھا اس لیے

غزل (۵۵)

۱	اور زمرندی شمار ما جفا سے رفت رفت	۱	گزدست زلف مشکینت سے رفت رفت
۲	جو شاہ کامراں گر برگدائے رفت رفت	۲	برق عشق از حرمین شمیمہ پوشی سوخت سوخت
۳	و در میان جان و جان ما جفا سے رفت رفت	۳	گولے از غمرہ دلداری بازی برد برد
۴	مہر کدورت کی دہی چوں صفا سے رفت رفت	۴	در طریقت در بخش خاطر نباشد میار میار
۵	گر طبعی بگوید و فخری خطا سے رفت رفت	۵	عشق بازی را تحمل باید ای دل بایدار بایدار
۶	چوں میان ہم نشینا مہر اے رفت رفت	۶	از سخن چنان بالآید پدید آید و آید و آید

عجب حافظ گو کہ بزرگوار بزرگوار

(۵) مائی آزادان صہ ہندی گرد خاں سے رفت رفت (۶)

(۱) ترجمہ۔ اگر تیری شائین زلف کی بات ہو کوئی خطا ہو کہیں تو ہو گئی۔ اور اگر تیری ہندی ہر کوئی جھا ہو گئی تو ہو گئی
یعنی تیری زلف مشکین کے اگر کوئی غلطی کی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر اس پر کوئی غلط کیا تو کیا ہوا ہر دوسروں کی بات ہے

خطا ایک شہر کا نام بھی ہے۔ خطا اور عشق کو نامی مشہور ہیں لہذا رعایت زلف مشکین و خطا ظاہر۔

(۲) ترجمہ۔ برق عشق اگر شمیمہ پوش کے حرمین کو جلا دیا تو جلا دیا کامراں بادشاہ اگر کسی پر حکم کر دیا تو کیا۔
یعنی اگر عشق کی بجلی نے کسی شمیمہ پوش کے حرمین کو آگ لگا دی تو کیا ہوا اور اگر کوئی مفسد و مظفر بادشاہ کسی گدا
پر کوئی وجہ کر کے ٹھو تو کوئی بڑی بات ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اگر کوئی دماغ غمہ مشوق ہو بازی لیگیا تو لیگیا جان و جانان کے درمیان کوئی بات ہو گئی تو ہو گئی
عاشق کے دل کا غمہ مشوق ہو بازی سے جاتا تو مشکل ہے مگر خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ایسا ہو بھی گیا تو
جلنے دو عاشق و مشوق کے درمیان نہ راسخ نہ تاج ناقص ہو جاتی ہیں

(۸۴) ترجمہ۔ طریقت میں محض خاطر (جائز) نہیں ہوتی۔ شراب۔ جو کہ ورت تو دیکھو جب صفائی ہو گئی تو وہ ہو گئی
 صفا۔ بقیہ۔ پاک۔ بے غش اور بے کدورت ہونا۔ صاف اور صاف شراب کو بھی کہتے ہیں۔

یعنی طریقت میں کئی رشتہ ہے اور شراب ہے تاکہ شراب کا چلنے سے پیہم صفائی ہو جائے اور یہاں تک کہ صفائی
 اگر کوئی کدورت ہو تو صفائی ہو جائے کدورت جاتی رہتی یا یہ کہ کوئی کدورت ہو تو صفائی ہو جائے کدورت جاتی رہتی ہے
 (۸۵) ترجمہ۔ اے دل عقباری میں تحمل ضروری استقلال کہ اگر کوئی باقی تو بھی اور اگر غلطی ہو گئی تو ہو گئی۔
 مطلب ہے کہ اگر عشق بلا توبہ نہ ہو بلا ای گلہ ڈال لی ہو۔ اور اگر عشق اختیار کرنا غلطی تھی تو توبہ غلطی چھو
 سرزد ہو چکی ہو اب سوا تحمل اور استقلال کے کچھ چارہ نہیں خواجہ عارف ایک اور نزل میں فرماتے ہیں۔

اے دل اندر بند زلفش از پریشانی منال
 مرغ زیر کشتن بدام افتد تحمل باندہ شمس
 (۸۶) ترجمہ۔ سخن جینو کو جو جو تھک گیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ لیکن بیخستوں در میان اگر کوئی بات ہو گئی ہو گئی
 مطلب ہے کہ دوستوں کو در میان ہزارا شکر رنج کی باتیں جاتی ہیں جس کی قسم کی کوئی دوا می ملے یا مستقل کدورت پیدا
 نہیں ہوتی البتہ سخن جوگوں کی شرارت ہو کچھ نہ کچھ سنا دیا جاتا ہے

میان دو کس تنگ چوں زلفش است	مخزن جگر بہ بخت میر نہم شمس است
گندہ نامہ کوں خوش در گردن دال	شیر اندر ریساں کو بخت و چغل (صدی)

(۸۷) ترجمہ۔ زمانہ کوں خوش در گردن دال در ذہن خاں گویا زار کوں دال کوں بہشت دار اگر کسی جا کوں دال کوں۔
 مطلب ہے کہ حافظ کی خاطر کمال جا پر یعنی طریق زہد کو ترک کر گراہ محبت و عشق اختیار کر لیا بعد ازاں ظاہر میں اعتراض کرتے
 ہیں انکو کہو کہ وہ حافظ! آزاد منشاں و آزاد خیال آدمی ہو اگر ایک تمام ہو نکلے دھریا گیا یا گیا تو کیا تم اسکا باطن دیکھ سکتے ہو

نعل (۵۶)

۱	بکوی میکہ ہر سال کہ رہ دانست	۱	در دگر دن اندیشہ تیر دانست
۲	زمانہ افسر رندی نداد جز بستی	۲	کہ فرسرازی عالم دیر کلمہ دانست
۳	بر استانہ میخانہ ہر کہ یافت ہے	۳	ز فیض جام مے اسرہ خائفہ دانست
۴	ہر آنکہ راز دو عالم ز خطا سحر خواند	۴	موز جام خم از غش خاک رہ دانست

۵	چرا کہ شیوہ آن ترک دل سیدالت	۵	دل ز ترکس ساقی امان تو است بجان
۶	کہ شیخ مذہب باعاقبلی گنہ دالت	۶	درای طاعت دیوانگان زما مطلب
۷	چنان گزیت کہ نور شیدید و دالت	۷	ز جور کوب طالع سحر گمان چشم
۸	ہلال یک شبہ و ماہ چارودہ دالت	۸	خوش آن نظر کہ لب جام درو ساقی را
۹	نمودہ زخم طاق بار گہ دالت	۹	بلند تر بہ شای کہ نہ رواق سیر

حدیث چنانکہ در سیرت کشیدہ شد
(۱۰) یہ جائے مختصبت و خوشنود و شہ و دالت

(۱) ترجمہ۔ میں گویا جس جس ساقی کے رخت معلوم کیا پھر اسے دیکھ کر دوانہ پر کھٹکٹا کو تباہ کن خیال جانا۔
مطلب یہ کہ جس شخص نے ایک دفعہ خوشنودی ملی اور کوئی محبت نہ کیا اسکو نزدیک پھر معشوق کے بغیر سرور و تازہ چاہنا
اور تباہ کن ہے۔

(۲) ترجمہ۔ زمانہ زندگی کا تاج سوا اس کی دی کیونکہ نہیں دیتا جس نے جہاں کی سرفرازی اسی کلاہ میں سمجھی۔
مطلب یہ کہ خوشنودی کی دنیا ہو سکتا ہے مگر دنیا کو راہ رسم کو ترک کر اسی مسلک اختیار کیا اور اپنی سرفرازی کی دنیا
(۳) ترجمہ۔ دنیا کی شہزادی کا آستان نہ کہ سہرے سلیمان فیض عالم ہو خانقاہ اسرار کو معلوم کر لیا۔

یعنی تہذیب و محبت خانقاہ اندر ملے اور وقت کی برادری و باہر عشق کو زامہ کی طرز و روش کے تمام اچھ اور یہ سیرت نظر آتا ہے۔

مے قوت جسم و قوت جان اسکا	مے کاشت اسرار نہایت را	(خام)
---------------------------	------------------------	-------

عرفی نے اسی معنوں پر کہا ہے

شعار طرست اسلامیاں بگذا اگر خواہی	کہ در دیر مغاں آئی داسرار نہاں مہی
-----------------------------------	------------------------------------

(۴) ترجمہ۔ جس شخص نے دلوں جہاں گزار خط ساعر پر ڈرا۔ اسکو جام جم کہ اسرار کو نقش خاک راہ سے جانا۔
مطلب یہ کہ ساعر کو اسقدر کشف اسرار ہو کہ وہ خود نقش خاک راہ سے جام جم کہ تمام اشاعت کو سلجھ جاتا ہے یعنی اسکیلہ و خاک راہ
جام جم کا کام دیتی ہے کہ وہ جام جم کو وہ نقش خاک راہ کو راز سمجھتا ہے۔ یعنی اسکو نزدیک جام جم کی ہی کوئی وقعت نہیں
و خود اسقدر نقش ضمیر ہو جاتا ہے کہ جام جم جاننا کی قدر نہیں رہتی جام جم کی مراد جام جم جہاں میں لفظ جام جم سے لکھا جا
چکا ہے شمرت ہے ہر جہت پر لکھ کر اعمال نہایت جام جم جہاں میں دیکھ کر دیکھ کر شمرت ہے۔ خواہ صاحب خط اس کی کیفیت

یوں بیان فرماتے ہیں۔

ادریسا عسکر کی تیار دید اچھ	اسے تجھ سے لذت شرب و لہام ما
عاشقان صبح بستان ہوا نصیب ہو یا تو بچہ اگلا کشتا ہوا	کیفیت نہیں ہے علم تعینات اگلا و ابتدا میں جام جہاں کالم
دیکھا کہ وہ اسی خلیہ سے نور ہو گا جو کونہ میں لکھیں	عین پر پھر لکھ کیفیت نہیں ہے معنی مشافہ نصیب جاتا ہے۔
قرآن کہ ہمیں کلام خواند اور ا	گدگاہ نہ بردوام خوانند اور ا
در خط سیلا آئیے تو دشمن بہت	کا نذر ہم جامد خوانند اور ا (ظہیم)

(۱۵) ترجمہ۔ میر دل نے چشم ساتھی کی جاں کی پناہ نہ مانگی۔ کیونکہ وہ اس ترک سیہ دہن کو شیوہ سے واقف تھا۔
 ترک دل سیاہ۔ یعنی ترک سادہ دل۔ ظالم۔ جفا جو ترک۔ مراد چشم جو پناہ نظر قرار پھر کی میر دل (خود ہی حقوق
 کی آنکھوں کی جاں کی پناہ مانگی۔ کیونکہ جو جانتا تھا کہ ایسا ظالم سے درخواست کرنی ہی بیہودہ ہے چشم حقوق کو ترک کہا۔
 کیونکہ کیا کسی خیر تر گمان کو تیرے ابرو موجود اور سیلا دل اس واسطے کہا کہ چشم بھی سیاہ اور آنکھ خود سیاہ ہوتی ہے۔
 (۱۶) ترجمہ۔ دیو انکی بندگی کو علاوہ ہم سے کہ نہ دہونڈھ۔ کیونکہ ہمارے ہر ایک شیخ و عقل مند کی کو گناہ خیال کیا ہے۔
 مطلب یہ کہ اگر عہد عشق میں قائل ہو گانا ہے۔ عشق میں شوق پر رواہ جائے عقل کی تو میر کی اس لہ میں گنجائش نہیں ہم
 دیو آتش میں اور عہد عشق کی دیوانگی ہماری عبادت سے۔ اس کے باوجود ہم کو شمع تو تیرے رکھنے و عشق کی دیو کو خوشگوار فائدہ

جو ترن اشق کہ عشق عینیت ہو	ترن عشق نہایت سیر و
و در معرض عشق بے محابا	عاجز شدہ عقل نمایاں دوز (عربی)

(۱۷) ترجمہ۔ نصیب ستارہ کو ظلم صبح کو وقت میری آنکھ۔ اتنی روٹی کہ سورج دیکھا اور چاند نہ آتا۔
 کوکب۔ ستارہ روشن و بزرگ۔ طالع۔ بحسب لہجہ سب باہر کلن و الا۔ چڑھنے والا۔ اصطلاح منجان میں
 وہ برج جو بوقت ولادت یا بوقت سوال افق مشرق پر نمودار ہو اور بارہ برج کا اتر شد و بخش میں علیحدہ علیحدہ ہے۔
 مطلب یہ کہ بخت کو ہاتھوں میں اتار دیا اور میری آنکھوں کو اتنا پانی آیا کہ آنکھیں پھر اٹھیں اور سورج بھی چاند کی طرح
 نظر آیا اور دنیا آنکھوں میں اس قدر تاریک ہو گئی کہ دن کو بھی رات سمجھا۔

ظاہر ہے کہ آنکھوں میں آنسو ہو گیا جو سورج اتنا منور اور روشن نظر نہیں آتا جتنا معمولی طور پر۔
 (۱۸) ترجمہ۔ وہ آنکھیں کسی خوش نصیب نہیں۔ جنہوں نے احلام اور سو ساقی کو پہلی رات کالال اور چوہے میں رکھا۔ سمجھا
 احلام کو پہلی رات کا چاند اور ساقی کو چوہے کو چوہے میں لگا چاند لگا جو شبہ شبیہ مشابہت صورتی ہے۔

لربطام درو شقایق اور ہلالِ ماہ میں لعل و لعل تر ہے

(۹) ترجمہ۔ وہ بادشاہ بلند مرتبہ والا ہے جسے آسمان کو نور و لعل کو۔ اپنی بارگاہ کو طاق کو خم کا نمونہ سمجھا۔

درواق۔ بکسر و لہضم۔ سقفت جو مکان کو سامنے بنایا جاتا ہے شنگاہ خانہ جو دوسری منزل پر بنایا جاتا ہے۔

طاق۔ محراب دار دیوار۔ وہ بلند دروازہ جس کو اوپر نصف دائرہ کا خم ہوتا ہے۔

اگر مبالغہ سے کام نہ لیا جاتا تو وہ بادشاہ جو نو آسمانوں کو اپنی طاق بارگاہ کو خم کا ایک حصہ سمجھتا ہے صرف خدا ہی ہو سکتا ہے۔ یا محبوب خدا سے مراد ہو سکتی ہے جس نے ایک اہل حق میں نو آسمانوں کو عبور کیا۔

یا استعاراً اس عاشق حق کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے جس کی آنکھوں میں دامن کی قدر منزلت اور بسا اوقات جیتی ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ اور اس کے پوشیدہ پوشیدہ شرابِ نبوی کی بات تحتسبب اور شمشاد تو کیا بادشاہ تک کے معلوم ہے۔

شحنہ۔ بکسر۔ وہ ادھی کو بادشاہ انتظام کردار اور سیاست کا ایک نمونہ مقرر کر کے تو دل بھی کہتی ہیں اس لفظ پر اور شمشاد

تحتسبب۔ ممنوعات شرعی سے روکنے والا اور حساب لینے والا الہام۔ اس شعر میں خواجہ صاحب نے اشارتاً دو باتوں

کا اظہار کیا ہے۔ ایک کہ زلفِ اہل شمیم پوش کر کے بظاہر مری سے پرہیز کرتی ہیں۔ مگر خلوت میں مری میں دوسرے کہ

عام مشہور کہ حافظ پوشیدہ پوشیدہ تر ہے گویا اسی دنیا تو کسی دیکھا نہیں اور دنیا ہی صرف لوگوں کے ہتھان پر ہے

غزل (۱۵)

۱	ساز زلف تو در دستم آتشا زہ	۱	دل میں سودا زہ از غم شمیم
۲	چشم جادوی تو در عین سوادِ سحرست	۲	ایں قدرست اس نسخہ سقیم
۳	در خم زلف تو آن خالِ سیہ ازنی حسیت	۳	فقطہ دودہ کہ حلقہ جسم
۴	سایہ سرو تو بر قالبم اے عینِ دم	۴	عکسِ روحیت کی بر عظمِ برسم
۵	زلفِ گیس تو در گیس فرو و سحر	۵	جسیت طالعیت کی باغِ خیم
۶	دل میں جو بس روی تو امی و نس جان	۶	خالِ اہمیت کی دیباہی نسیم
۷	بچو گردن تن خاکی نتواند بر خاست	۷	از سر کوئی تو ندان بود کہ عظیم
۸	آن کہ جز نگہ مقاشن بد از یاولیت	۸	بر در میکہ دیدم کہ مقیم
۹	حافظ گم شدہ را با نعمت امی جان عزیز	۹	انجادیت کہ از عہدِ قسیم

(۱) ترجمہ - جسے تیری زلف کا سرانسیم کرتا تھا میں بڑا ہی - سودا زده دل گھسے وہ دینم ہو گیا ہے -
 غصہ - اندوہ لگو گئے - اگرچہ عالم محاورہ میں مطلق خشم و قہر کو معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر حقیقت یہ کہ لفظ غصہ کسی
 و خشم ہر - جو کسی خوف سے ضبط کیا جاوے - یعنی ہر درویش بر جان درویش -
 یعنی جسے تیری زلف بانسیم کیوہ سو پریشان ہونی شروع ہوئی - ہمارے دل کی جائے کہ وہ غصہ دینم ہو گیا ہے
 شکستہ دل کو دوسبب ہیں ایک تو زلف کی پریشانی عاشق کو دل میں بھی پریشانی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسرا
 یہ شک کہ زلف معشوق غیر کرتا تھا میں نے اپنی نسیم کرتا تھا میں زلف کی پریشانی اور دل عاشق کی پریشانی
 کیلئے دیکھو فخر الف پے وغیرہ زلف و سودا کی رعایت ظاہر ہے -

(۲) ترجمہ - تیری جادو گر آنگہ عین جادو کا مسودہ کا صرف اتنا ہے کہ نسخہ بیمار واقعہ ہوا ہے
 عین - بالکسر - زنانہ فوش ششم و بالغہ حنفہ آپ - آفتاب - دینار زدر سرخ - باران - وہ بادل جو
 قبلہ کھڑا تھا - آنگہ گزیرہ - ذات شرکی - حقیقت وغیرہ وغیرہ - بعض کتابوں میں اس لفظ کی کچھ مختلف معنی
 لکھ دی ہیں - سودا نسخ - سیاہی رنگ - حوالہ شہر - نواحی - ملک - ذہن مسودہ - نسخہ - نسخہ نوشیہ
 لکھا ہوا - پارہ کاغذ جس پر کیلئے ادویہ کے نام لکھا ہوتا ہے نیز معنی لکھا - وہ ادویہ جو ایک کسی کو معطر ہو - یہ بیمار
 مطلق کہ تیری آنگہ جادو کا ایک ٹوہ ہے یعنی جادو کی ایک کتب ہے - کہ جادو کا نسخہ بیمار واقع ہوا کہ چشم معشوق کو بیمار کرتی ہیں -
 مگر نسخہ ہی تو ہم تھا - تو بیمار عشق کی خیر نہیں - - الفاہ عین سودا نسخہ - نسخہ - چشم - جادو - سحر کی رعایت ظاہر
 (۳) ترجمہ - تیری زلف کے خم میں وہ خاں سیاہ جانا بھی لکھا نقطہ کا حل ہے - جو حلقہ جیم میں پڑا ہے

دو وہ - یعنی دو دو چار - کا حل - سیاہی
 نقطہ کہا زلف کے خم کو دیگر حروف تہجی سے بھی تشبیہ دیکھائی ہے جن میں خم ہو - مثلاً

لام مستعین کا ہے اس بت خوشخط کی زلف | ہم تو کافر ہوں اگر بندے نہ ہوں اس لام کے

مولانا جامی سر زلف کوہ اس سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں -

چشم تو سودا زلف سے تشبیہ دے کر کہتے ہیں -

(۴) ترجمہ - اے عیسیٰ آدم و ادم تیرے کاس کا تیرے چہرہ پر - کہ چشم سے جو بوسہ دلیلی پڑا ہے -

مطلب یہ کہ اس عیسا دم معشوق تیرا سائیر لے جان بخش ہے - دم عیسیٰ یعنی تم باذن اللہ جس سے تیرے عیسا آدم و ادم
 زندہ کرتے - خواہ عیسا آدم ہیں کہ ہیں مرسلہ بوسہ بلبلوں کی طرح تھا - مجھ پر جان اور روح معشوق کا دیا ہوا ہے

عظم یم قرآنی الفاظ میں۔ چنانچہ سورہ لیس میں قال من حیجری العظام وھو ھو یم یم۔ قل یم یم اللہ یم
اُنشأھا اَوَّلَ مَرَّةٍ (کہا کون) جو زندہ کر دیوں کو جو پرانی اور بوسیدہ ہو گئی ہوں۔ کہو کہ ان کو زندہ
کرتا ہے۔ وہ خدا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا۔

احصائے روان مردگان را | بوشت نفس سیر مرگم

(۵) ترجمہ۔ تیری شکیز لاف، درد و سحر عارض کے گلشن میں۔ کیا کیا ایک رہے جو باغ جنت میں پھر رہا ہو
عارض محشوق کو باغ نعیم اور زلف پریشان کو طاؤس سے تشبیہی جو باغ بہشت میں پھر رہا ہو۔
(۶) ترجمہ۔ اے جان کو نفس تیر جبر کی آرزو میں میرا دل۔ خاک ہاہ بن کر یا کون نسیم میں گرا رہا ہے
باونسیم کی راہ میں کہ خاک نشین کہا ہوا آرزو یہ کہ شائد باونسیم یا محشوق سے ہو کر آئی ہو اور اس کے عارض سے
خوشبو لائی ہو جو حشام جان میں تحریک عاشق کلمہ موجب سکین خاطر ہو دیکھو شعر الف پے

مردم قدیم تو خاک شتر | باشد تو بر سر مرگم (مصدقی)

(۷) ترجمہ۔ گرد کی طرح بیتن خاکی نہیں اٹھ سکتا۔ تیرے کو یہ سے۔ کیونکہ اس کی اقتاد گراں ہے
یعنی میرا تن خاکی تیر کو چھو میں گراں کی گراں پڑا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا اور گرد کی طرح وہاں سے اور دوسری جگہ نہ جا سکتا۔

لقش مٹھیا ہر مرا کو جسے جانان میں اسید | کیا تمبیانوں کی طاقت کہ، خفا میں مجھ کو

(۸) ترجمہ۔ وہ شخص جس کا کعبہ بغیر کوئی مقام تھا۔ تیرے اس کی باہر میں جس کی ایک جگہ یہ پتہ نہیں مٹھیا ہے
یعنی وہ آدمی جو بروقت محکف کعبہ ہوتا تھا اب تیر کیوں کی یاد میں کو چھوڑ کر میرا گھر کو درون پر باقیم ہوا ہے۔

مطلبت ہو کہ سب کو دانی اس اذہن زار اور جو پہلی قیود شرع کے پابند اور آداب ظاہری کے تعہد تیر وہ اب تیر عشق میں ایسے
دیوا ہو میں۔ کہ ان کے نزدیک۔ غ۔ ہم جاخاہ عشق آجہ مسجد چہ کشت

(۹) ترجمہ۔ اے جان عزیز تیر عشق کے ساتھ حافظ گراہ کو ایک اتحاد ہے۔ جو عہد قدیم سے قائم ہوا ہے
یعنی میں ورنہ میثاق ہی تجھ پر عاشق ہوں اور اتحاد قدیم سے گشتہ اسوا کہما کہما لابی کی ملاکے میں الی الاظہار ہوا ہے

غزل (۵۸)

بے برگ گشت تو شریک منتقار و منت | ز تو شریک ہامی نہ آسودا شربت
آفتش در عین وصل این نالہ و فریاد جلیست | گفت باز جلوہ محشوق در این کار و داشت

یار اگر شہدیت با نیست جای اقرار اض	۲	بادشاہ کا مران بود از گدایان عار دات
عارفے کو سیر کرد اندر مقام نیستی	۴	مست شد چون مستی از عالم اسیر دات
در میگردد نیاز و عجز با با حسن دوست	۵	خرم آن کز نازنینان بخت بر خور دات
خیز تا رنگ آن نقاش جان افشان کنیم	۶	کین ہم نقش عجب در گوش میر کار دات
گر میرد از عشقی فکری نامی مسکن	۷	شیخ صنعاں خرقہ رہن خستہ آثار دات
وقت آن شیرین کند خوش کرد احوال اسیر	۸	ذکر و تسبیح ملک در حلقہ ترنار دات
(۹) چشم حافظ زیر بام مقرر آن جو رہی شست		(۹) شیوہ جنات تجری تحتہ الابدان شست
<p>(۱) ترجمہ۔ ایک سبیل کی جو بچ میرا ایک ترنگ بول کی تھی اور اس پر گدق کیا گیا جو وہ عجیب ہزار کر ہی تھی</p> <p>(۲) میں نے وہاں کہ عین وصل میں ناؤ فریاد کیا، کہا کہ مجھ کو جلوہ عشق نے اس کام میں لگایا ہے</p> <p>یہ دونوں شعر قطعہ بند میں مطلب ہے کہ سبیل کی جو بچ میں گل خوشترنگ موجود تھا اور پھر وہ ناؤ زار میں غول تھی</p> <p>میں نے وہاں کہ تجھ وصال عشق حاصل ہو گیا ہے اب کس لئے فریاد کر رہی ہے تو اسے جواب دیا کہ وصال ہی مجھ پر قرار</p> <p>کر رہا ہے ان دونوں شعروں میں خواہ صاحب نے ایک کیفیت بیان کی ہے جو عشق پر پیش آنے پر وہ یہ کہ عین وصال میں بھی</p> <p>عاشقی کو قرار نہیں ہوتا اور اس کی آتش تیز تر ہوتی جاتی ہے</p>		
اگر دشمن ہزار بار بتا بسینم	در آرزو سے بار و گرو خواہم بود	
میرزا بیدل نے بھی اسی مضمون کو ادا کیا ہے		
محوایم و آرزو باقی ست	وصل ما انتظار را ماند	
اسی مضمون پر ہے		
غرض دو کو عذاب است جان مجنوں را	بلایے صحبت لیلی و فرقت لیلی	
رباعی ذیل بھی اسی مضمون میں ہیں		
میں شہ جال گداؤم تو صبح و دشتانی	سوزم گرت نہ نیم میرم چو رخ نمای	
نزد دیکت اس چنیم دور آن جناب کی گفتم	نہ تار و وصل دارم نہ طاقت ای	

(۱۴) ترجمہ و جبر عارف نے مقام عیسیٰ کی سیر کی ہر گز نہ کیا کیونکہ عالم اسرار کی ہر گز نہ تھی
مقام عیسیٰ کے مقام مقام فی اللہ کے جبر عارف اس مقام پر پہنچ چکے وہ عین مستقام ہیں اور ان کو ان کی ہر گز نہ تھی

اسے مرغ محقق زبردانہ یا موز
ایں دعیان از خبرش خیر اند
کسی کو نہ راجحان شدہ اور نیامد
اگر کہ خبر شد غیرش باز نیامد

(۱۵) ترجمہ۔ ہمارا عجز و نیاز حسن و درست پہلے از نہیں کرنا وہ شخص جس شخصیت کو چاہے وہ کسی کو نہ تھی
مطلوبت کے کہ ہمارے عجز و نیاز کو مشوق کرے کہ اثر نہ کیا اور صرف عجز و نیاز سے فائدہ حاصل کرنا خود ہی نہیں چاہتا

اور مشوق کی عنایت و نہ صرف کو نشانی کارگر نہیں ہوتی
(۱۶) ترجمہ۔ اٹھ کہ نقاش کی قلم بر جان قربان کس شخص کی بر کار کی گردش میں اس قدر عجیب و غریب نقش تھے
نقاش کی اصل خلق قدرت ربوبی خداوند کریم از دنیا میں سے نقاشی کی ہے۔ اور اس کی بر کار کیا گیا عجیب و غریب
صورتیں پیدا کی ہیں کہ اس کی خوش قلم بر جان قربان کس نقاشی کے متعلق ہے محمدی علیہ الرحمۃ فرما رہے ہیں۔

نہد احدی فیروز در طلب سہادت
از ابر نگشت قشورہ سموات
نہد احدی فیروز در طلب سہادت
از ابر نگشت قشورہ سموات
از ان قطرہ لولوئے لالا کند
دو زبیں صورتے سرو بالا کند۔

اوسے سے سہم
نہد احدی فیروز در طلب سہادت
از ابر نگشت قشورہ سموات
جزا و طبع کے آدھ جو عیسیٰ مریم
کہ بر فراز دہر امداد مطلع صبح
کہ پوشد از اثر باد و رمن قریط
کہ بر فضا زدہ ہر شب صبح شوق

مرزا غالب نے بھی اسی نقاش کے متعلق لکھا،

نقش فرمایا کہ کسی کو شوقی ہو کر
نقش فرمایا کہ کسی کو شوقی ہو کر
نقش فرمایا کہ کسی کو شوقی ہو کر
نقش فرمایا کہ کسی کو شوقی ہو کر

اور ترجمہ۔ اگر وہ عشق کا مریہ ہو تو دنیا کی فکر نہ کر۔ شیخ صنعان نے فرمودہ میں بیان کیا تھا۔
 شیخ صنعان۔ ایک بزرگ کا نام ہے جس کا مریہ ہو کی تعداد سہ سو تھی شیخ فی الدین عظیمی ان ہی مریہوں
 میں سے تھے۔ کہتے ہیں کہ شیخ غوث الاعظم نفس سر کی بدولت وہ ایک سال کی طرح عاشق ہو کر اور اسلام کو ترک دیا
 آخر کار رائے غسی خیر ان کی انگیری کی اور وہ دوبارہ شریعت اسلام کو اور پیش از پیش بغیر فقر الہی بہر اندوز ہوئے
 خواجہ صاحب ایمان کہ اگر تو کو کو عشق میں پڑ کر کھتا تو نیک نامی دنیا کی فکر کو چھوڑ دے اور خیال نہ کر کہ کون سا کون سا ہے۔
 شیخ صنعان حقیقہ و حکم استقامت تھو اور اپنی بارگاہی میں مستند شہرہ آفاق تھو۔ بدنام ہو اور بدنامی کا کھانہ نہ کی
 اور تو کو عشق میں جا کر فدا رسائی کو رہن گئے کیا تو بجز دنیا کی کا کیا فکر۔

اور ترجمہ۔ اس شہر کا قلند کا وقت خوش ہو جس طرح طریقہ سلوک سے حلقہ زمانہ میں ذکر تسبیح ملک کر۔
 قلند۔ در اصل کلمہ ہے یعنی کلمہ نامہ راستہ۔ مجازاً بمعنی مذہب وہ آدمی جو کلمہ اچھا ہو مگر اہل ہوا و زمین کا اہل
 سمیر۔ یعنی اول سکون ثانی۔ چلنا۔ رفتہ۔ طریقہ۔ سلوک۔ ملک۔ بطن۔ فرشتہ۔ یعنی اول کشتانی
 بادشاہ شرح اصطلاحات صوفیہ میں کہ ملک بالضم مراد ما سوا اللہ ممکن ہو جو وہ مقدورہ عالم شہادت
 چنانچہ ملکوت عالم غیب۔ جبروت عالم انوار قابو۔ لاموت عالم ذات حق۔ زمانہ جہنم
 مطلق ہے۔ کہ اس فرض میں راج قلند کا خدا وقت فرضی گذارے جو عرق سلوک میں بظاہر نار بند نظر آو اور باطن میں نہ
 ہو۔ مگر حقیقت میں ہر وقت تسبیح و تہلیل میں رہتا ہو تسبیح ملک کا ذکر تسبیح ذات باری۔ بہر حال اس زلفوں کے
 حلق نسبت شیخ علیہ الرحمۃ فرمایا ہیں

انارسانا نامہ شریف	استغفار نامہ
لفظ حلقہ محسوس درویشان کلمہ بھی استعمال ہوتا ہے اسلئے وہاں یہ نظام۔ زمانہ صوفیہ اصطلاح صوفیہ میں ہے۔	
نظر کردم بدیدم اصل ہر کار	نشان خدمت آمد قد ز نار
میان در بند چوں موان بزدی	اور آدر زمرہ آؤ تو بے بسی
(۶) ترجمہ۔ حافظ کل آنکہ اس حمدی آؤ کے محل ہم نیچے۔ اس طرح نفس جیسے باغ جگہ نیچے نہیں جاری ہوں۔ بزدی۔ غریب علیہ جو۔ بالفہم۔ جمع جو را بافتح۔ وہ ہے۔ جو کہ بچہ است اور انکھوں کی سفید غایت جسکی ہو اور بانوں اور انکھوں کی سیاہی غایت جسکی ہو۔ مستحق مومنان حمد ہست۔ لفظ جو جمع ہو کہ عالم استعمال میں بطور ہذا استعمال ہوتا ہے	

نوازش دل من متحرک و عاشق معشوقه که ایام محبتی که گذشت در برابر این سطر سیاہ کز آید که گویا باغ بهشت میں حوروں کے
 محلوں کے بہرین جہیں میں "عین خاریہ" گفت گویا ہر کی جو قرآن کریم میں کی انہار کا بہشت ذکر آیا ہے سورۃ البقرہ میں
 ذرا آیت کہ "فَجَنَّتْ بِخَيْرٍ مِنْ حَيْثُ كَانَتْ" (انکو در بہشت ہوئی جگہ بہتر جہیں جاسی ہوگی)
 سورہ حجر کو ع (۱) سورہ زمر کو ع (۱) سورہ ص کو ع (۱) سورہ مدثر کو ع (۱) سورہ طہ کو ع (۱) سورہ صافات کو ع (۱) سورہ
 انفاسیہ کو ع (۱) عیشت کی انہار کا ذکر آیا ہے۔۔۔ حفظ قہر اور بھی بہشت کے لازماً ہیں لہذا رعایت ظاہر۔

عزل (۵۹)

۱	بدام زلف تو دل متلائی خویش تن ست	۱	بکس مغزہ کہ انیش سزای تویش تن ست
۲	گرت ز دوست پر آید مراد خاطر ما	۲	بخش زود کہ غیری برای خویش تن ست
۳	بیانت ای بت سیرس میں کہ بگو شرح	۳	شبان ترہ مراد من نامی خویش تن ست
۴	چو رای عشق زوی تا تو کفتم ای بلبل	۴	مکن کہ این گل تو درو برای خویش تن ست
۵	بمشک چین و چگل نیست حسن گل محتاج	۵	کہ ناخداش ز بند قبا می خویش تن ست
۶	مرد بخاند ارباب بی مروت دہر	۶	کہ کینج عافیت در سر ای خویش تن ست

(۷) بسخت حافظ و در شرا عشق جانبار (۷)
 ہنوز بر سر ہمد و وفای خویش تن ست

(۸) ترجمہ تیری زلف جمالیں آں پر آپ میں تلوام اسکو غمزدہ قتل کر کیونکہ اسکی خودی کی اپنی سزا ہے۔
 مطلب ہے کہ حالانکہ دل تیری زلفوں کیلیم میں اسیر گنا حال اسنی اپنی خودی کو قائم رکھا ہوا ہے اور باوجود تیری
 قید کردہ اپنی خودی کی قید میں بھی مبتلا اسکو اسکی خودی کا یہی اجماع لاج کہ اسکو تو خیر غمزدہ قتل کر دیا کہ اسکی خودی
 رہا اور نہ وہ اپنی خودی کا اسیر رہا یعنی اسے قید نہ رہتی ہو رہا کر دی۔ اور حرف اپنا قیدی بنا

ترابا حق آں آشنای دہد	کہ از دست خویشت رہای دہد
کہ تا با خودی با خدا را نیست	و ز س نکتہ جزبے خود آگاہ نیست (صدی)

اگر مبتلائی خویش تن اور سزای خویش تن میں کہ ایسا فی کمال ان کی جا تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تیرے خلیف و حال میں خود

بجود بظاہر اسکو غور سے دیکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ اسکی تباہی آور دہ سزا ہے۔
(۲) ترجمہ۔ اگر تیرا دل کی طرح تیرا تھوڑا سی ہوش تو غلبہ کی برکت سے کبھی تو اپنی فکر لگا۔
اس شعر میں عاشق اور نامہرمان دو الفاظ ہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے۔

اگر دوریش مستند برآر کہ ترا تیز کار با باشد

من عمل صالحا فلفضہ۔ جو نیکی کرتا ہے۔ اپنے لئے کتاب ہے۔
(۳) ترجمہ۔ اے میرے شیریں عشق تیری جان کی قسم کہ شمع گندہ اندھیری رات مرا میرے جوہر کی تباہی ہے
شبائ۔ بمعنی۔ غیب۔ رات۔ آن زائد مثلاً

غیر غیب میں تیرے شبانم دلوند نقاب شمع گشتہ روز غریب زشت نازداند

مطلبت ہے۔ کہ جسطرح اندھیری کو غیب میں جلتی رہتی ہے اور آخر کار فنا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح عاشق بھی مجھ کی
تاریک اندھیر کی شمع فراق سے جھلک رہا ہو جاتا ہے۔

(۴) ترجمہ۔ اے بلبل جوق عشق کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے کہا تھا کہ کیا است کر کہ یہ گل خود در فراق ہی ہے
گل خود و مختلف متعارف نہاتا کیچول جو صحرایں اور باغ و اردو خود خود نکلتے ہیں مثلاً لڑکے کو بی بی

گل خود و گل بیگانہ کہتی ہیں اسی طرح سبزہ بیگانہ سے مراد بھی سبزہ خود و بی (غیاث)
ظاہر ہے کہ گل خود و بی الحقیقت گل بیگانہ ہوتا اور جس طرح عشق کے قواعد سے نا آشنا گریا دہ کسی بلبل کی بی بی نہیں

ہوتا۔ صرف اپنی لڑی ہوتا ہے۔ خود محشوق اور غریب عاشق۔ اسکی جگہ صحرایں اور باغ میں بھی ہوا۔ تو کسی دور دراز
گوشہ میں جہاں اسے غم غریب کی آواز بھی نہیں پہنچتی اور نہ اسکی بلبل کی پرواہ ہے نہ ضرورت اور نہ اسکی طرف کچھ

النفات عاشق جیسا کہ محشوق کی عدم توجہ کی سکایت کرتے ہیں۔ اور اسلئے کہ کو گل خود و بی بی کہتے
ہیں یہاں تک محشوق کے سبزہ خدا کو بھی سبزہ بیگانہ کہتے ہیں۔ یعنی نا آشنا۔ نامہرمان۔ سو فاء۔

حسن ظن نے کیا محمّد ہو کا دیا میں نے بھی کچھ یہ سبزہ بیگانہ تھا

خواجہ صاحب کے یا اتوں کو خط لکھے ہیں کہ بہت سی باتیں کہی ہیں کہ انھوں نے تو میں نے بھی تباہی میں آنا تھا
نا آشنا نامہرمان اور یوں فاقہ ہو میں عشق کی راہ نہیں کرتی۔ دیدہ و دانستہ تو لایہ کام کیا۔ اب پھر اگر کیوں تباہ

اور شکایت کیوں کرتا ہے خدا کا لقمہ بھی تو ہی خود و بی ہیں۔ والدہ غنی حمید
(۵) ترجمہ۔ پھول کا صین و چکل کی صورت کی طرح نہیں کو نکال سکتا ہے تو کیا بند میں نہ موجود ہیں۔

چکل - کبر عین ترکستان میں ایک حسن خیز شہر ہے۔ اس علاقہ کا نام باکھو بھی شہر میں تھا۔ تباہ جاؤ تو یہ محرو۔
مطلب ہے کہ بھول کی اپنی گرہ میں کئی نالوں کی خوشبو موجود ہے اسکو تانہ ہنسک کی ضرورت نہیں۔ یعنی ہمارے
مشتوق کی خوشبوری خود کل پر اور اسکو کسی بیرونی لازمہ میں کی پرواہ نہیں ہے۔ خواہ صاحب کا اپنا شعر ہے

ز عشق ناتمام با جہاں بار مستغنی است | تاکہ نہ نکھال خطہ چہیت روئے دیدار

۱۷) ترجمہ - زمانہ کے عیوض لوگوں کو گھڑ جائے۔ کیونکہ تیرا کنج عافیت اپنی گھر میں ہے۔
نہایت اعلیٰ اسرار اور آزاد منش لوگوں کا دستور العمل بھی یہی ہے کہ انسان کو آرام صرف آپو گھر میں ہی نہیں مل سکتا
بلکہ عیوض میں سماتا کہ اس کو اپنی عزت کو برباد نہیں کرنا چاہو اس شرف خواہ ہر صاحب کی تعلیم یہ ہلکا آدمی کو اپنے
دست مبارک پہ انحصار چاہئے نہ امر اوقت کی خوشامدی بلکہ پروقا اور آزادی کو ضائع نہیں کرنا چاہیہ شیخ سعدی
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

ہرست آہنگ تھمہ کروں نصیر	یہ از دست چہ سینہ پیش امید
قناعت کن اے نفس بر آئند کے	کہ سلطان دودیش بینی کیے
چو پیش رخ و خواہش مدی	چو یک سو ہنای طمع خسروی
وگر فود پستی شکم طلب کن	در خانہ این و آن قہر کن

بیاد الدین اعلیٰ کے یہ شعر اسی مضمون پر ہیں

گر تو خواہی عزت دنیا و دین	غزلتے از مردم دنیا گزین
گر نباشد خانہائے زر نگار	مے تو ان کروں بسر و کچ غار

۱۸) ترجمہ - جانتا چلیا۔ اگر تیرا عشق چاہتا ہے تو میں آہستہ آہستہ اپنے غم اور اس کے ایثار پر آمادہ ہو گا۔
مطلب یہ کہ باوجودیکہ جانتا ہے کہ عشق نے ہلا دیا کہ وہ اب بھی خود ایمان پر قائم رہے اور جان قربان کرے اب بھی آمادہ
ہے راہ عشق کے مصائب اپنے اس کے ارادہ کو کمزور نہیں کیا۔ بلکہ اور بختہ کر دیا ہے۔

غزل (۶۰)

خوشی ز ترست زانہ ہوائی و آسمانی	خوش ہر سرس و زیں بس لعل لالی و آبی
شرح مجبوعہ گل مرغ کھر داند و کبھی	کہ نہ ہر کو در حق خواند معافی و آبی

۳	عرضہ کردم دو جہاں بردل کار افتاده	بجز از عشق تو باقی ہمہ فانی دانست
۴	آن شد انکوں کہ نہ خواہ عوام اندیشم	مختب نیز ازین عشق نہانی دانست
۵	دلبر آسائش مامصلحت وقت ندید	ورنہ از جانب مادل تملاتی دانست
۶	نگاہ گل را کنند از کین نظر لعل و عقیق	ہر کہ نفس باد یکانی دانست
۷	ای کہ از دفتر عقل آت عشق آموزی	ترسم این نکته تحقیق ندانی دانست
۸	می بیاد کہ تن از د بگل باغ جہاں	ہر کہ غارت گری باو خزان دانست

(۹) حاشیہ: گویا کہ ہر دو عالم از عشق لعلیت (۱۰)

اثر تربیت آصف ثانی دانست

(۱) ترجمہ۔ صوفی نے شراب پر تو سر را نہ پوشیدہ جان لیا اس لعل ہر شخص کا اصل (جو مر معلوم ہو) مطلب یہ کہ صوفی نے جب شراب پی تو اسکو تمام اسرار نہانی کا علم ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ شراب ہر ایک آدمی کے جو مر کو ظاہر کرتی ہے یعنی انسان مسک ہو کر اپنی اصلی حقیقت کو ظاہر کر دیتا ہے اور اسکو دل کی بات کا بھی پتہ لگ جاتا ہے ورنہ عام طور پر آدمی ملن میں خواہ کتنا ہی ناپاک ہو ظاہر میں لوگوں کے سامنے اچھی صورت میں ہوتا ہے فقیر مدرسہ نے بھی سستی ہی کی حالت میں فتویٰ دیا تھا۔ رع۔ کہ مے درام ہے نہ مال و فلان است ورنہ اسکی زبان اتنی صاف لعل کی اسکیاں تھی اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ت ۵۶۔ گو ہر لعل کی لعل غلطی ہے (۲) ترجمہ۔ محبوب گل کی شرح ہر جہاں جاتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک آدمی جس کو رنہ پڑھا اسکی معانی ہیں سنا محبوب گل سے مراد ہوں۔ چونکہ پھول کی پیکھریاں اس طرح کجا ہوتی ہیں جس طرح کتاب کے ورق جلد میں آسٹلے محبوب گل کہا۔ پھول کو کتاب اور برگ گل کو ورق تشبیہ دیجی۔ مطلب یہ کہ کتاب گل کی حقیقت معانی کو صریح بیل ہی سمجھ سکتی ہے ورنہ باغ میں اور ہزار دہریو ہو ہیں شاخ گل کی بیٹھتی ہیں مثال کے طور پر پھر دوسرے مصرعہ میں کہا ہے جو شخص گل کو پڑھتا ہے غرض یہی نہیں کہ اسکی معانی سمجھ سکے بلکہ ہر آدمی کے دل میں لعل کی تھانویں معانی ہوتی ہیں خواہ بظاہر ان کی کوئی روشنی کو صریح عاشق سمجھ سکتے ہیں اور حسن معشوق کو ہی مراد سمجھ سکتے ہیں اور اب اس کا کام نہیں۔

سرچشم عشق بالہوس را ند بسند | سوزش بر داند پس را ند بسند

ان کا دل سوزت۔ شمع۔ اور معانی کی رعایت لطیف اور ستائش طلب ہے۔

(۱۰) میں نے دو نوجوان کو تجربہ کار دل کی پیش کیا۔ اس نے تیرے عشق کو سوا باقی تمام چیزوں کو فانی سمجھا۔
کار افسانہ۔ یعنی کار وید۔ نرم دگر نما چشمید۔ تجربہ کار۔۔۔ مطلب یہ کہ میں نے اپنے زور کو اختیار کیا۔
دو نوجوانوں میں تجویس چیز کی ضرورت تھی۔ اس کی آرزو کر۔ مگر یہ تجربہ کار دل نے دو نوجوانوں کو نظر رکھا۔ جو کچھ وہ سمجھتے تھے۔
کوئی چیز جو تیرے عشق کے آئینہ قابل نہیں کہ اس کو اختیار کر جائے۔ تیرے عشق کو سوا باقی سب چیزیں فانی ہیں۔ صرف تیرا وجود ہے۔
اور تیری محبت۔ اس نے میرے دل سے دو نوجوانوں کو تیرے محبت کو اضمیاء کیا اور آئینہ مرال و تیری محبت باقی دنیا
اور مائیں اللہ عاقبت تک کی کہیہ پرواہ نہیں۔

کو تین تھی ملی جنوں کی بھیکو قیمت	افسوس انگ پر میں سکوٹاں آیا
-----------------------------------	-----------------------------

لفظ باقی ضد فانی ہی ہے۔ اس لئے لفظ فانی کے ساتھ بطور ایسا م آیا ہے۔
(۱۱) ترجمہ۔ اب زمانہ گیا۔ کہ میں علم کی باتوں کا فکر کروں محنت بھی اب اس عیش نہانی کو حائل ہے۔
اجواہ۔ جمع فوہ۔ بمعنی دہن۔ مجازاً بمعنی شہرت۔ مطلب یہ۔ کہ اب مجھ لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں۔
رہی۔ بدنامی کا خدشہ نہیں ملے گا۔ لوگ مجھ چاہیں کہیں۔ میں نے عشق میں عیش نہانی حاصل کی ہے۔ اور پوشیدہ پوشیدہ
مے نوشی کرتا ہوں اور اس کی محنت بھی ضرر ہے۔ لہذا اجواہ عام ہو گیا اور۔
(۱۲) ترجمہ۔ معشوق ہمارے سائیش کو مصلحت وقت سمجھا۔ ورنہ وہ ہمارے دل کا انتظار و شوق جانتا تھا۔
مگر اس کبر اور فتح ثانی۔ دیکھو والا۔ انتظار کرنے والا۔ مطلب یہ۔ کہ معشوق کو ہمارے آتش اشتیاق
کا علم تو ضرور تھا۔ مگر اس نے ہماری سائیش میں رکھنا اور وہ سال بہ سال اندر زکواۃ مصلحت وقت سمجھا کہ مجھ کو کہہ
دنیا میں انسان بسا اوقات اپنی شکستہ شکیلی اور دیگر معاش کا شکار رہتا ہے۔ اور آرام کا خواہشمند۔ مگر حکیم صلی کا فعل خالی
از حکمت نہیں ہوتا۔ وہ اپنے بند پر مہربان ہے اور جو حکیم کرتا ہے وہ کسی ناپاک کو یہ کہہ کر کہ عقل عقل ہوئی وہ ہے
مصلحت کو نہیں سمجھتا۔ اور شکایت کرتا ہے

جو ہر دم آئندہ دست حبیب	نہ بیمار وانا ترست از طیب
-------------------------	---------------------------

(۱۳) ترجمہ۔ پھر اور کچھ کو میں نظر سے لے کر حقیق کر سکتا۔ وہ شخص جس نے بادیاہی کی قدر نہ کی۔
ایک سرخ رنگ قیمتی پتھر کا نام ہے۔ بادیاہی۔ خوب برہمن ایک پتھر ہے۔
پتھر کے دائرے میں طیف اقصیٰ اسلمو برہمن نام ہوا۔ یہاں کے بعض مشہور ہیں۔
بادیاہی۔ یعنی بادیاہن سے ہوا۔ جو کچھ حکیم سمجھتا ہے۔ غرض بادیاہی ہر پرانے سوال کے حل کا ایک میثاق

کیرن اشارہ ہے۔ وہ بونہا۔ اے لاجلہ نفس الرحمن من جانب الیمین یعنی ڈائمن کیرن کی طرف الرحمن کی خوشبو آتی ہے۔ یہ خوشبو ادریس کی قدس سر کی تھی۔ گویا یہ خوشبو ایک فخری تھی کہ اس طرف کوئی عاشق حق ہوگا جو فنا فی اللہ ہو کر بقا ابدی حاصل کرے گا۔ نفس الرحمن اس واسطے کہا کہ نفس عارف جو فنا فی العشوق ہو جائے نفس معشوق کہا جاسکتا اس حدیث کو متعلق مولانا درم فرما ہیں۔

تو ہم کو گفت بردست حسب
بویے رایی و سد از جهان و یس
از اولیس و از قرن بویے عجیب
چو اولیس از خویش فانی گشته بود

انہیں سے تیرم جو ہے خدا
 بوائے خواں محمد صدق اولیس
 مصطفیٰ راست کرد و پر ترب
 آں زمینی آسمانی گشتہ بخود

مراد یہ ہے کہ جس آدمی نفس الرحمن اور ان لوگوں کے انفاس کی وجہ سے دل میں عشق پیدا ہو گیا ہے۔
اسکی نظروں میں اس قدر عین و برکت پیدا ہوتی ہے۔ کہ وہ پھر بھی اگر نظر اترے عشق سے بوجھا اور اگر ایک بگاڑا شہر بھی
اپنی کمیاء نظر ڈالے۔ تو اس کے دل کو انوار الہی سے منور کرے۔ الفاظ میں دامنِ عقل و عشق کی تخیل اور باہمی نسبت ہے
(۶) ترجمہ ہے کہ تو دفترِ عقل و عشق کی نشانی سیکھنا چاہتا ہے تو ہاں کی تو یہ کہ تخیل سے نہیں سمجھ سکیگا۔
مطلب یہ ہے کہ تو اگر کتابِ عشق کو بذریعہ عقل حل کرنا چاہو۔ تو مجھوڑی کو کاٹنا نہیں سکا۔ کیونکہ عقل ناقص ہے
اور عشق کتبِ صحیحہ ہاں میں دہ پوری نہ ہائی نہیں کہ جس اسلوبِ راہ عشق میں چلے جو چرا۔ اپنی تحقیق راہ مال اور
مشوق کے حکم و رضا پر لڑی جو کہ چلتا جا۔ حجت و دلیل کا ہونا نہ ہو۔ تا آن کا شہری۔

چراغ و شمع و کبریا

شماره پنجم در یک سو و در یک سو

یہ سب کچھ سن کر وہ بے پروا ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ وہاں بیٹھ کر اپنے دل کی باتیں کرتا رہا۔

از اشکانی که در نزد امیرالمطلب
از وی منسوب به حضرت امیرالمطلب

مقصود عافیت نہ دلیل خیر عصاب
مراد عالم آت گاہ جنوں میں آگ

الحمد لله رب العالمين

۱۰۰

مجلس شورای ملی

فلسفہ در سخن نیا مسینہ بد نقد فلسفی کم از فلس است مرکبے دیں کہ زاده عریست قفل اسطوره اسطوره را	وانگے نام ان جہل منہید فلس در کیدہ عمل منہید وانغ یونانشن بر کفل منہید بر در احسن الملل منہید
---	--

اسی مضمون کی دیکھو شعر (د ۵۶)

(۸) ترجمہ - شراب - کباغ دنیا کے بھول پر تڑپ نہیں کرتا۔ وہ شخص جس نے بادخراں کی غارتگری کو جانا۔
شعر صاف ہے۔ مطلب یہ کہ کباغ دنیا ٹاپا یاد رہے۔ آج جہاں بھول غنچہ اور سبزہ زار ہیں۔ کچل ہاں بادخراں
کے اثر سے نہ بھول بیگانہ سبزہ۔ اسلئے دانا دہا ہے۔ جو دنیا کی چند روزہ بہار پر مست ہو بلکہ محو عشق سے
مستی حاصل کرے۔ کہ یہ کہ عشق کو بقا ہے۔ اور دنیا فانی ہے۔ علاوہ ازیں محو عشق تجھ بہار و خزاں کے تفکرات سے دور
نہیں ہونے دیگی۔

عمرت تاکے خود پرستی گذرد مے خور کہ جنیں عمر کہ غم درے آد	یاد رہے نیستی و ہستی گذرد آن پہ کہ خواب یا بہ مستی گذرد
---	--

(۹) ترجمہ - حافظ نے جو یہ گو منقولہ مطلق سو گناہیں۔ وہ اسکو آصف ثانی کی تربیت کا نتیجہ سمجھا رہے۔
گو بہر منظوم۔ پردہ ہوتے موتی۔ اشعار آبدار۔ آصف ثانی سے مراد عماد بن محمود ہے۔ جو خواجہ صاحب
کے وقت میں ایک علم و سرت وزیر تھا۔ اسکی طرف خواجہ صاحب کی کلام میں اور بھی کئی جگہ اشارہ ہے خواجہ صاحب
ہمیشہ اسکو آصف عہد اور آصف ثانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (آصف حضرت سلیمان علیہ السلام کا مشہور وزیر)
مطلب یہ کہ حافظ کی خوش چاہی آصف ثانی (ممدوح خواجہ صاحب) کی صحبت و تربیت کا نتیجہ ہے۔

غزل (۶۱)

۱ حاصل کردہ کہ کون دیکھان اس میں نہ نیست ۲ از دل جان شرف صحبت جان عرض است ۳ منت سدرہ و طوبی ز بی سایہ بخش ۴ دولت است کہ بخون دل آید بکبار	۱ پنداشتیں۔ کہ سبب ان میں نہ ہے۔ ۲ ہمہ آئست مگر نہ دل و جان ان میں نہیں ۳ کہ جو خوش بنگری امی تہر و دان اس میں نہیں ۴ در نہ با سعی و عمل یا غر جہان اس میں نہیں
--	--

۵	خوش سیاسی زمانی کہ زمان میں ہمیت	۵	چرخ و زے کہ دریں مرحلہ مہلت داری
۶	فرستی دال کہ لب تابہاں این ہمیت	۶	رب بخر فنا منتظر ہم اے ساتھی
۷	کہ رہ صومعہ تا دیر مٹان میں ہمیت	۷	زادین شہناز با زحیٰ غیرت زہنار
۸	ظاہر احاجت تقریر و بیان میں ہمیت	۸	در دمندی جو من سوختہ زار و زار
۹	ز آنکہ ملکین جہاں گدراں میں ہمیت	۹	از تہک کن اندیشہ و چون گل خوشی اثر

نام حافظ رقم نیک پذیر فرستے

(۱۰)

(۱۱)

پیش برید ان رقم سود و زیال این ہمیت

اسی بحر اولیٰ قافیہ ردیف میں ظہیر ریائی بھی ایک غزل کی ہے۔ جس کا مطلع یہ ہے

باعم من نفس مرده دلائل میں ہمیت
بمستی حرکت میں خواب گراں میں ہمیت

(۱۱) ترجمہ۔ کون و مکان کا کارخانہ کا حاصل کچھ چیز نہیں شراب کہ جہاں کا اسباب کچھ وقت نہیں کھتا۔
کار گاہ۔ چیزوں کے بنا کی جگہ۔ خصوصاً کپڑوں کی جگہ کارخانہ۔ کون ہونا۔ بہت ہونا یعنی دنیا و این جہاں
عالم موجودات کو کون اسلام کہتی ہیں کہ عدم کے وجود میں آیا برہان قاطع میں لکھا۔ کہ حادث چیز کو کہتی ہیں یعنی جو
پہلے نہ ہوا۔ اب پیدا ہو گئی ہو۔ مکان۔ رہنے کی جگہ۔ جائے بودن۔ اسم ظرف مشتق از کون۔ جگہ۔ کون و مکان
یعنی دنیا۔ مطلب یہ ہے۔ کہ دنیا ناپائیدار چیز ہے اسکی محبت میں گرفتار نہ ہو۔ شراب پی اور خوش رہ۔
وہی مخون ہے جو گزشتہ غزل کے شعر (۸) میں ہے

(۱۲) ترجمہ۔ دل و جان کے مطلب صرف عشق کی محبت کا شرف حاصل کرنا ہے جسکی ہی درگزر دل و جان کو کچھ چیز نہیں
مطلب یہ ہے کہ ہر چیز میں شرف ایسی ہے کہ مستحق تحقیق کے وصال میں شرف باہوں اور دل و جان میں شرف ناسی
غرض کہ ہمیں کہ اس میں شرف کو جائیں ورنہ دل و جان کچھ چیز نہیں جو کچھ وہی ہے اور دل و جان بھی اسی کا مال ہے
مولوی حالی مرحوم کا شعر ہے۔

دل و جان چہ ہو کر غزیرہ کیے
دل و سوخیز تری جان و مال ترا

(۱۳) ترجمہ۔ سدا و طوبیٰ کا احسان سدا کیلئے اٹھا کیونکہ اگر تو غور نہ کرے تو اس سرمد حق سبب چھ ہے۔

سدرہ - کہہ فرخت کند۔ درخت کنا جو ساتویں آسمان پر ہے اور اس سدرۃ المنتہی کہ جس میں خلقت کو اس کے
 اوپر کا علم نہیں ہو سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام بھی اس کے اوپر نہیں گئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے
 آگے گئے ہیں۔ طوبی امون طیب خوشبودار بہشت کا درخت۔ جسکی شاخ ہر اہل جنت کے

مکان میں ہوگی۔ گونا گوں میوے اور خوشبوئیں اس سے پیدا ہونگی۔
 مطلب یہ کہ طوبی سدرہ کا احسان نہ ہو محبوب تحقیقی کوشاہدہ وصال کی طلب کر بہشت طوبی وغیرہ لذت و مشاہدہ کے
 مقابل میں کچھ تحقیقات نہیں کہتے۔ دیکھو شعرب ۱۰ اور شعرا الف ۱ (کوالف بہشت)

بہشت علم اور دہانہاں بخواہم	از لوانہ زانی امیران ہمہ من ہاں بخواہم
-----------------------------	--

۱۵) ترجمہ - دولت پر جودل کا خون کو بغیر حاصل ہو ورنہ سعی و عمل کو مقابلہ میں مانع بہشت کیا چیز ہے
 مطلب یہ کہ دولت فی الحقیقت وہی کچھ جودل کا خون کو بغیر حاصل ہو ورنہ سعی و عمل کو مقابلہ میں تو دولت
 کیا مانع بہشت بھی کچھ چیز نہیں۔ خواجہ جامد کا اصول یہ ہے۔ سع۔ دی باغم بسر بر دن جہاں کسے ارزد
 یعنی ایک دم ہی غم میں بسر کرنا اچھا نہیں خواہ اس کے مقابلہ میں تمام دنیا ملوٹے دل کا خون کو بغیر اگر بہشت
 نہیں مل سکتا تو نہ تو ہم اس کلمہ پر اپنے دل کو عذاب میں ڈالنا نہیں چاہتے

جائے جی نجات در غم میں	ایسی جنت کئی جہنم میں
------------------------	-----------------------

سعی و عمل کے لئے مقابلہ میں بہشت ملنا تو گویا بہشت و شہر ہے
 ۱۶) ترجمہ - با خرید لراں بہا کن باغ جنت کہ بہت
 مناسبتاً را درین بازار سودا دگر

دولت اسکو سمجھتے ہیں جو بلا بدل ہو اور وہ دولت دولت دیدار کی آسائش جس باگلی حق ہے۔ اور وہ دولت
 سعی و عمل پر پختہ نہیں صرف طلب کی طالبی۔ شوق پیدا کر دے اسالی تش آرزو کو دل میں شعلہ زن کر دے اسکی
 طلب میں ہم تن سوال نہ جاؤ تو ضرور مل جائیگی

لشکراں کو آب جو شند از جہاں	آب ہم جوئد لبالم لشکراں
-----------------------------	-------------------------

۱۷) ترجمہ - چند روز پہلے جو اس منزل میں پہنچے تھے وہی دیر آ رہے کہ وقت زیادہ نہیں۔
 مطلب یہ کہ زندگی چند روزہ ہے۔ اسلئے چند روز خوشی سے گزارنے کی کوشش کر۔

خوشناتش کہ میر کہہ کر	چرخ ز اختران نشان کواہ بود
خفتے کہ ز قائب تو غولہ بودن	دیو امیر آدیگران خواہ بود

ترجمہ سناؤ ساقی تم کو فنا کا گناہ پر مشرک کر دینا فرصت کو نہیں ملے گی کہ اب کب سے تم کو بھوک کوئی زیادہ فاصلہ نہیں
کناہ بھر کول بھر زور خود بخود دینا کیا صبر طرح لے دینا کہ میرا کچھ فاصلہ نہیں تھا۔ تو اب صاف صاف آئیں
کہ اسی طرح کنا بھرنا اور بھرنا کہ میرا بھی کوئی فاصلہ نہیں یعنی ہستی اور نیستی۔ زندگی اور مرگ کی مٹائی
کچھ بعد نہیں۔

ایک گام بیش نیست دادی فنا	اے شہرہ انفس کشا شہرہ را زد کرد
---------------------------	---------------------------------

ہم دریا فنا کا گناہ پر مشرک ہیں اور ممکن ہے کہ ابھی کو فنا کی موصی ہو کہ اغوش میں لیں اس لئے ساقی یہ وقت
جان۔ زندگی کا بالکل کچھ بھروسہ نہیں جام شراب شایستہ کہ ہم پی کرست ہو جائیں اور اس لئے روزہ زندگی
کو خوشی ہو گدائیں۔

۱۷۱ ترجمہ۔ سناؤ زہر دار باری غیر ہے بھگت ہو کہ نہ سبادت گنا اور دیر مغالے دریا کوئی در کی مٹائیں
سلب کیا کہ لے زائد تو ہے مشرب طرہ پر مغرور نہ ہو کہ فیرت الہی کے نزدیک و دیر میں کوئی فاصلہ نہیں۔
یہ غیرت ہے۔ جس کی نسبت شیخ خضر الدین عراقی نے لکھا ہے۔
"غیرت مشوق اقتضا کرد کہ عاشق غر اور ادو ستدار دو بغیر او محتاج شود لاجرم خیر اعلیٰ ارنیہ اکڑتا ہے اور ادو
دار دو ہر چہ محتاج شود او بود"

ایک شہرہ در بیان گدائے مست	لاجرم نہیں تھاپا شہرہ شہرہ
----------------------------	----------------------------

گویا یہ خوب حقیقی کہ یہ پسند کیا کہ عاشق اس کو کسی چیز سے محبت کرے اس لئے خود ختم ہو جائیں۔
ایک شتی جس چیز پر نظر الیگا۔ جس سے محبت کر لیا۔ جس پرستش کر لیا وہ چیز گویا خود ذات محبوب کو تو کوئی غم نہ ہوگی
خواہ صاحب فرما رہے کہ زائد ہوا اپنی محبت کو نہ مغرور ہو غیرت الہی کو تو کوئی ایسی چیز چھوڑے ہی نہیں جس
میں اس کا اپنا پتہ نہ ہو جس کا عین وجود وہ خود نہ ہو اب مجھ میں اگر خدا ہی جس کو پرستش کرتا ہے تو دیر میں رہتا ہوں کہ
جس کی پرستش ہوتی ہے

دینی خیر کرانی نہ لے شمع حرم	آج کعبہ میں گیا کلک پشی خانہ تھا
------------------------------	----------------------------------

۱۷۲ ترجمہ۔ سطر میں جی بچ سکتے ہیں کہ لے زائد مغرور نہ ہو خدا کی غیرت سے ڈرنا کہ اس کو نہ پسند نہیں
اور کعبہ دیر میں کعبہ دور ہی نہیں تو آج اگر یہاں توکل و پاں سکتا تو مغرور نہ ہو کہ تو مسجد میں اور خدا کی پرستش
کرنا ہے بلکہ خدا کا شکر کہ اس نے تجھ میں کہا ہوا ہے وہ تجھ دیر میں بھیج سکتا ہے۔

اور تنگ و نام کی بھی پکیر واد نہیں

نیز شید از شیشہ نام و تنگ

اگر ایسے خاطر بر آئے بسنگ

غزل (۶۲)

۱	بحریت بحر عشق کی ہمیش کنارہ نیست	۱	انجا ہوا اس کے جان سپاند جاہ نیست
۲	آن دم کہ دل العشق وہی خوش دم بود	۲	در کار خیر حاجت هیچ استخارہ نیست
۳	بارہن عقل مہترساں و می بسیار	۳	کاں سخنہ در ولایت باہج کار نیست
۴	ان چشم خود بر سر کہ مارا کہ میکشد	۴	جاناں گناہ طالع و حرم ستارہ نیست
۵	رویش ششم یکت تو آن دین طلال	۵	ہر دیدہ حائے جلوہ آن ماہ پارہ نیست
۶	فرصت شش طریقہ زندگی کہ این نشان	۶	چوں راہ گنج بر ہمہ کس آشکارہ نیست

(۴) نگرنت در تو گریہ حافض باہج روی
(۵) حیراں دلہم کہ کم از سنگ خارہ نیست

(۱) ترجمہ۔ بحر عشق ایسی بحر۔ جس کا کوئی کنارہ نہیں ایچہ کہ سو آ اس کو کہ جان دیدیں کوئی چارہ نہیں
یعنی عشق بحر بیکران اور اس میں سلامت نکل کر آنے کی امید خیال خام اس کو سموا اس کو اور کوئی چارہ نہیں۔
کہ جان دیدی جائے۔

مطلب یہ کہ بحر عشق میں اگر قدم رکھنا چاہتا ہو۔ تو پہلے جان سے ہاتھ دھو۔ کیونکہ یہ بحر بیکران اور اس
سے زندہ و ایسی ناممکن۔

بے فتنہ و خیر نیست دیدار شما
منفر و شہد خواہ را دل خریدار شما

(۲) ترجمہ۔ جو نہ تو دل و عشق نہ کلام نہ کری۔ نہ وقت نہ پیر نہ ہوگا۔ کار فرس کی استخارہ کثیر و نہایت
استخارہ۔ مطلب خیر۔ اصطلاحاً کسی کام کو مال کی نسبت غیب سے آگہی حاصل کرنا بعض آدمی جب فی اہم
کام کرنا چاہتی ہیں۔ تو ان کو سو وقت دعا مانگتے کہ کئی اور دعا مانگتے کہ سوتے ہیں۔ رات کو خواب دیکھتے ہیں

بعضی مشاہدہ محجوب حق کیلئے ازدردی ہے۔ کہ آئینہ و اوصاف ہو۔ اور اس کی کلمہ کا بالکل نام ہو مگر اس میں کلمہ

احسن در انظار خودی رنگ تعمیرے نہایت
چہرہ غفلت کے مندرجہ محو ناز ماند

(۶۱) ترجمہ۔ طریقہ زندگی کو غنیمت جان۔ کیونکہ نشان۔ غناء و گوارہ کی طرح ہر کسی پر ظاہر نہیں ہے۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ طریقہ زندگی علوم پر ظاہر نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا قیمتی خزانہ ہے۔ جو مر و مخلوق خاص آدمیوں
کو معلوم ہے۔ اور جیسا کہ آئینہ تمام و غیر کا علم عوام کو ہوتا نظر ناک ہے۔ اسی طرح طریقہ زندگی کے نشان صرف چند مقررہ
کو دکھائی جاتے ہیں۔ اسلئے اگرچہ اس کے اسرار کا کچھ علم ہو جائے۔ تو غنیمت جان۔ ظاہر ہے۔ کہ راہ عشق میں عاشقان حق کو جو اہل راہ
ذات باری کو ذات حقا کے متعلق معلوم ہو سکیں۔ ان کا نشان اور ان کی اشاعت خطر ناک ہے۔ کیونکہ دیوانہ کا تھ
میں خیر دنیا قرین مصلحت نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ انبیاء علیہ السلام باوجود ان اسرار کو کا حقد واقف ہو سکیں۔ ان کی تلقین
نہیں کرتے۔ اور ان کی اشاعت سے پرہیز کرتے ہیں۔ وہ آداب شریعت کو نہایت سختی سے پابند ہو جاتے ہیں۔ اور
آداب کی پابندی کی تعلیم بھی دیتی ہیں۔ احتیاط سے کرتے ہیں۔ زیادہ تحقیق کیلئے دیکھو شعرا ف ۱۰۲۔
(۶۲) ترجمہ۔ حافظہ کو روزی چھری کی طرح کا اثر نہ کیا۔ میل سدل پر حیران ہوں جو سنگ سخت سے کم نہیں ہے
جس طرح بارش کا پانی تھیر پراثر نہیں کرتا۔ اسی طرح میری شکنجہ سی بھی تیری تھیر جیشتوں کیلئے اثر نہ کیا۔

غزل (۶۳)

۱	مستحق حق خودی سے نہ غرض کرد بر برگشت	۱	چندین بار گناہ گوارہ گشت
۲	کہ کار خانہ دور ان مبادی بقوت	۲	بٹوک خامہ رقم کردہ سلام مرا
۳	کہ در حساب خدمت سہویر طمعت	۳	نگویم از میں سیدال سہو کروی یاف
۴	کہ داشت دولت سرمد عزیز و محرم	۴	مرا ذلیل کرد ان بشکر این نعمت
۵	کہ گر سرم برود بر بندارم از قدمت	۵	میا کہ با سر زلفت قرار خواہم کرد
۶	کہ لالہ بردم از خاک کشتگان محرم	۶	ز جلال بارگاہ شہود مگردقت
۷	یہم نہت لال خضر بجام حنبت	۷	مندان شہد مانا بچہ عسید ریاب
۸	تغیب کی رہ غماز داود در محرم	۸	صا از روی تو بامر گے حدیث کرد
۹	بشکر آنکہ خدا داشته است محرم	۹	دلہم تعظیم در دست جہر منش مسیدار

ہمیشہ وقت تو ایسی صبا خوش باد | ۱۰ | کہ جان عاشق دل خستہ زندہ خند بہرست

(۱۱) **کیمن گہ است و تو خوش تیز میر می حافظ**
کمن گہ گرد بر آید ز شہرہ عدست

(۱) ترجمہ - کیا مہربانی تھی - کہ تیرے قلم کو قطرہ ناگاہ بندش خدمت تیرے کو رہائش کئے۔
 (۲) ترجمہ - قلم کی نوک سے تو نے میرا سلام تحریر کیا ہے - خدا کرے - کہ ناگاہ خاتیری رقم کے بغیر نہ ہو۔
 (۳) ترجمہ - میرج نہیں کہتا کہ تو نے مجھ پر عید ل کر یاد کیا - کہ حاکم عقل میں تیرے قلم پر غلطی ممکن نہیں۔
 رشتہ - بافتح - پانی کا وہ قطرہ جو ایک لمحہ ہو چکا کہ دوسرے لمحہ پر جا کر - مطلب یہ - کہ آپ کی بڑی توازش اور مہربانی پر آپ نے اپنی قدیمی غلامی کے حقوق بندگی پر نظر فرما کر اس کی طرف خط لکھنے میں قلم کو ایک قطرہ سیاسی صحت کو - میں نہیں کہتا کہ آپ نے مجھے لے کر بھیجا دیا (نوٹ - دعا تو خواجہ صاحب کا یہی کہ ہو ا آپ نے جو خط لکھ دیا مگر طریقیان کی لطافت کی وجہ سے عقل نہیں پہنچتی کہ آپ کے قلم سے کوئی غلطی واقع ہو سکتی ہے مہربانی سے جو سلام لکھا ہے خدا آپ کو قسب نہ اذیت ہے - اور خواجہ دنیا جاسی - سلامت ہے - یہ اخبار خواجہ صاحب نے خود کسی دوست کے خط کو جوابی لکھ کر بھیجا - مگر یہ بھی ممکن ہے - کہ خواجہ صاحب نے صرف بطور جوابی اشعار کی طرح آزمائی کی ہو - اذعان کسی دوست کی طرف نہ لکھوں۔

(۴) ترجمہ - نعمت کو شکر میں جو ذلیل کر کے دولت ازیلی چھ عزیز و محترم بنایا ہے

سرمد - بمعنی عیشہ و دائم - از ازل تا ابد

مطلب یہ - کہ خدا جو عزت اور حرمت بخشی ہے - اور دولت ازیلی نصیب کی ہے - خدا کی اس مہربانی کو شکریہ میں تو مجھ بھی عزت بخش اور دولت سے بچا

(۵) ترجمہ - اکتیری نے نرگس ساتھ میں قرار دیا لگا لگا کہ اگر میرا سر بھی چاہا جائے - تو تیرے قدموں سے سر نہیں اٹھاؤنگا۔
 مطلب یہ کہ میرا بچہ دل کو تیری نرگس میں اسیر کر کے ہمیشہ رہے ہو نگا - اور اگر سر بھی چلا جائے تو نہیں چلاؤنگا۔

(۶) ترجمہ - ہمارے حال سے تیرا دل واقف ہو جائیگا - مگر اس وقت کہ لالہ میرے عشق کے مقتولوں کی خاک سے اٹکیگا - مطلب یہ - کہ تجو اس وقت ہمارا اشتیاق - ارمان اور حرام کی خبر ہوگی جب ہم نہ بچنے کے اور ہماری قبروں پر گل لالہ ہوگا - گل لالہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے - اور لالہ ایک دھڑکے کی آواز کے اندر ہوتا ہے

بہتر و نافع دل پر تشیر و تخیل کے لیے ناشور کا دریا تھوڑا اور دل خوش شدہ کہہ سکتے ہیں۔ خواہ اس سب سے بہتر
میں کہ جب ہم بڑھ چکے اور ہماری مٹی پر بوجہ ہمارے داغ دل اور خون دل سے لالہ لگیا اس وقت مشق کو حلیم
ہو گا کہ ہمارے دل کا یہ حال ہے۔ مگر اس علم سے ہمیں کیا فائدہ ہے۔

شعرا و عوامیہ خیال ظاہر کرتی ہیں کہ مرنے کے بعد قبر پر جو سبزہ یا درخت ہو گا وہ بھی مرنے والے کو دل کی حالت کے مطابق
ہو گا۔ یہ دل کی حالت کا مبالغہ آمیز بیان ہے مثلاً

محبوب کو دل کی خوشی نہ دیکھ کر کبھی ہو گا کہ وہ دیکھے یہ میری حسرت کا

اسی قبیل کے ہر
اسکے خیال ان مرنے والوں کے دماغ میں ہوا کہ اس کی مٹی پر بھی کتنا گناہ ہوا ہے

(۱) ترجمہ۔ ہماری پیاسی جان کو ایک گھونٹ سے حاصل کر (یا ایک گھونٹ کو ذریعے سے تھالی جیکڑاں خضر

جام جم میں دیتے ہیں
زالال۔ بھڑم اہل۔ ایک کپڑے کا نام جو پرف میں ہوتا ہے اور ایک نگلی کی برابر ہوتا ہے اور وہ صرف ایک
جھلی ہوتی ہے جو صاف پانی سے پر ہوتی ہے اس کپڑے کی جڑ و حرکت بہت تھوڑی ہوتی ہے۔ چونکہ غز میں ششیریں
کم ہوتا ہے لوگ ان کپڑوں کو چوڑا کر پانی نکالتے ہیں اور پتے ہیں۔ کیونکہ پانی نہایت سرد اور میٹھا ہوتا ہے
مجازاً ہر ششیرین پانی کو کہتے ہیں۔ زلال خضر مراد آب خضر یا آب حیات۔

مطلب یہ کہ جب تیرے جام جم میں آب خضر ہے۔ یعنی جب تیرے جام جم میں آب حیات ہے۔ تو ایک گھونٹ پر تیرے
جان کو بھی پلا دے اور حیات ابدی بخش۔ یعنی مٹی و محبت پلا کر تھوڑا دوام نصیب کر۔

(۲) ترجمہ۔ صبا ہر پھول کیسا تیرے خسر کی باتیں کرتی تھی۔ پاسبان اس غزل کو تیرے حرم میں کہنے لگا۔
غماز۔ بالغہ۔ رشیدیم۔ سخن چین۔ آنکھ سے اشارہ کرنا والا۔ طعنہ زن۔ رقیب۔ بمعنی نگہبان

و پاسبان (غیاث اللغات) مطلب یہ کہ باہر صبا تیرے خسر کی نزاکت۔ رنگت خوشبو اور لطافت
کا ذکر پھولوں سے کر رہی تھی اس غماز کو (یعنی باہر صبا کو) دربان نے تیرے حرم میں کس طرح جانے دیا۔

ایک صاحب جو حقیقی معنوں کے بہت شائق ہیں۔ فرماتے ہیں "صبا ہر رشید۔ گل مراد مرید۔ رقیب ہر مولوی شیطا
ن ہے تیری حرم میں یعنی رشید مرید دل سے تیرے مشابہ غلی کی بابت سب کچھ کہہ دیا ہے اب رقیب یعنی شیطان کو

تیری حرم میں چلواری کا موقع نہیں بلکہ پروانہ می قابل داد ہے۔

(۹) ترجمہ - میرا دل تیری در پیچیدگی اس کی عزت کرا سبابت کی شکایت میں کہ خدا کی چیز محترم کیا ہے۔
یعنی خدا کی چیز محترم و عزت نصیب کی ہے جو ہم خالق و خالقان ہستانت کو تو عزت بخش - دیکھو غزل اشعر (۱۰)
(۱۱) ترجمہ - اے صبا کو علیٰ ہمیشہ تیرا وقت خوش گذری - کیونکہ عاشق خستہ دل گمان توں سے جو جو
مطلب یہ کہ اے باد صبا کو علیٰ یعنی اے علی دم والی باد صبا خدا کی چیز خوش رکھی کہ تیرا دم کہ خستہ حال عاشق
کو از سر نو زندگی حاصل ہوئی - ہمیشہ عاشق باد صبا کو مشتوق کا ماحصل اور پیام برکہ تو میں - جو مشتوق کو طریقت
ان کو مدد و پیام پہنچاتا ہے - اور ان سببوں سے عاشق کو از سر نو زندگی بخشتا ہے - مشتوق حقیقی اور عاشق کے
درمیان پیغام بری کا کام بھی کرتے ہیں اسلئے صبا سے مراد میرا مرشد بھی لیا سکتی ہے۔

سورہ الفحل یا ایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحکم - آؤگو
جوا یمن لا یو پکارنا قبول کرو واللہ کہ اللہ اسط رسول کہ جب پکارے گا اسط اس کے کہ زندہ کرے گا تو
(۱۱) ترجمہ - اے حافظہ کمین گاہ - اور تیرا بہت تیرا جا رہا ہے - نہ کر - (تیری نکر) کہ عدم کی شاہراہ تیری کو
کمین گاہ - کمین کسی دشمن یا شکار کو قصد کر چھپ کر ٹھیکہ - کمین گاہ وہ جگہ جہاں قصد دشمن کر چھپ کر ٹھیکہ
صرف لفظ کمین بھی معنی کمین گاہ استعمال ہوتا ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا ایک کمین گاہ ہے جہاں تیری سسکڑوں دشمن (اور دست اجل قاتل) گھات میں پھنسا
ہوئی ہیں - تجھ کو آہستہ اور پوشیدہ سے قدم بھال کر گھونا چاہئے - اس قدر تیرا روی نہ کر و نہ تیری گردش راہ
عدم کی آٹھلیگی - یعنی تو محدود ہو جاؤ گا - بار بار جاؤ گا - راہ عشق میں بھی سانک کو ہر قدم پر سنگ راد کا
مقابلہ ہے - اور چھپ چھپ کر دشمن ہیں - احتیاط لازم ہے - ادھر خیر و شر اسی راہ کے متعلق فرما ہیں۔

راہ پر از چاہ و دوزاں	تا چہ مدد و غم نہ نیل در
راہ نوت کے متعلق جہاں رہتے ہی زیادہ احتیاط لازم ہے - عرفی کہتا ہے۔	
عرفی مشابہ اس راہ نوت است صحر	آہستہ کہ ہر قدم نہ خفت قدم را
مگر مرزا عبد القادر بیدل کو دیکھو کہ شاہراہ عدم پر کس تیز رفتاری سے گزراؤ آہیں	
بدل شکستہ ازین جہن زدہ ایم بال گذشتنی	
کہ شتاب کر چھپ خوش و زبرد گزرد رنگ ما	

کچھ بھی نہیں۔ اب اپنی ندری اور بخودی کا ذلیع وصال مشوق کو حاصل کرنا چاہتا ہے گویا ایک غفلت ہے جو قلوب کو
قارون کا خزانہ کا طلب گار ہے۔ یا تو کچھ بھی نہیں اور آرزو اتنی بڑی۔

فراق عشق و دل کیا لگا نیکے آزاد | جو نقد دل تھا وہ سہاویں ہاتھ میں

غزل (۶۵)

۱	ز الیاء دلنواز مہر شکایت	۱	گر نگاہ دامن عشقی خوش نشو این حکایت
۲	بیمزد و بومنت ہر خدمتے کہ کردیم	۲	یارب میا د کس را خدمت بی عنایت
۳	رندان شہر آب بے نمید کس	۳	گویا دلی شناساں رفتند از ولایت
۴	در زلف چون کندش ای دل پہنچ کاخا	۴	سہرا بریدہ بینی بی جرم و بی خیانت
۵	اے راہ را نہایت صورت کا تو اے سبت	۵	کش صد ہزار منزل پیش است ز بدایت
۶	چہ جنت نغمہ مارا خون خورد و بی پسندی	۶	جانار و انباشد خون در زیر احسانیت
۷	ہر چند بردی آہم روازد درت نہ تا بم	۷	جو از جیب خوشتر کن مدعی رعایت
۸	اے آفتاب خواباں مسوز داند و خم	۸	یک ساعت گنجان در سایہ عنایت
۹	در این شب سیام ہم گشتہ را مقصود	۹	از گوشہ بروں آسای کو کب ہدایت
۱۰	از ہر طرف کہ رفتیم جز ہشتم نیفرود	۱۰	ز ہزار ازیں سیاباں ویں بی نہایت

عشق رسید بفریاد اگر خود بسا حافظ

(۱۱)

(۱۱)

قرآن زیر بخوانی با چارہ روایت

(۱) ترجمہ۔ اس بار دلنواز مہر شکایت ہے اگر تو عشق کے نکات کو جاننا ہے۔ تو یہ بات اچھی طرح سمجھ۔
ظاہر کہ سب نخل شکر ہو تو شکایت بے موقع ہوتی ہے۔ اور جہاں مقام شکایت ہو وہاں جاکشگر چہ معنی ہے۔
خواجہ صاحب نے محبوب کا شکایت آمیز شکریہ ادا کرتے ہیں۔ بارگاہ ایزدی میں تو شکایت اور شکوہ بالکل جائز نہیں
مگر یہ قواعد دریا بنیاد آداب و انون کیلئے ہوتی ہیں۔ سوختہ رواؤں کیلئے نہیں۔ شریعت میں احکام آداب کی
باندی لازم ہے۔ مگر راجحیت میں عاشق و مشوق کو درمیان جو راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں ان کا شکر و خواہش علیحدہ

وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ (اور جانتا ہوں میں خدا کی طرح جو کچھ کہہ نہیں جانتا) اس میں جو کچھ
 شکر کی سہاگوں کے لیے صبر تو وہ ہے جو خالق کی شکایت خلق کو آگے کرے۔ میں تو اسی کہتا ہوں۔ جس نے
 مجھ کو دیا۔ گویا خدا کی درگاہ میں شکایت ہی ایک عرض اور درخواست ہے اور مبتلہ دعا کی شکایت ہے جو لوگوں
 کی کجی۔ دیگر اقبال کے مشہور و معروف شکوہ پر ہی ایک نیا لایا ہے اعتراض کیا تھا۔ کہ بارگاہ الہی میں کون جانتا
 ہے حال میں شکوہ جاہلوں کے کہ کون سا عشق جانتا ہے۔ کہ

تا بخودی یا نه گمستار با مشش
هر چه زیش است و ز کم بازداں
در ره لغت که بویخ یخ

۱۴) ترجمہ۔ جو خدمت ہم کی وہ بے عزت اور برا انسان تھی۔ اے خدا کسی کا خود بے عنایت نہ ہو۔
بے عزت۔ یعنی بے عزت۔ بے عزت خدمت بے عزت۔ مفت
خدمت اور حق خدمت کا ذکر بھی عرف عاشقانہ گفتگو میں جائز ہے در نہ

منزلت منته که خدمت سلطان محمد گنی

۱۰ ترجمہ۔ زرنہ کی باتیں بھی نہیں دیتا کہ یہ اولیٰ تشریف لے دلائیست ہو کر گئے۔
زندوں کو آتش شوق فرو کر لے لے کر کوئی جام نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ان کے شوق کی شدت سے
انہیں نہیں۔ گویا ولی ولایت کا ٹھکانہ۔ زرنہ ولی را ولی موشناسد۔ اگر کوئی ہوتا۔ تو فردا کو بھیج دیتا۔
وہ ان کی آتش شوق کو فرو کرنے کی کوشش کرتا۔ یہ زند ولی میں۔ گمان کو کوئی نہیں بچاتا۔
۱۱ ترجمہ۔ اس کی کند حبیبی لاف میں دل فریج نہ کہا کیونکہ اس جگہ تک کہ یہی فقر کو درجہ اور خیا کا ہوا کہ بیگا۔
طلب ہے کہ زلف شوق کو ختم میں گرفتار نہ ہو تو کہ وہاں جرم اور بیگناہی کا چاکہ پڑے جس سے یہی انجام ہو گا۔
۱۲ ترجمہ۔ اس کے انجام کو کیا صورت ہو سکتی ہے۔ جب سکی آغاز میں ہی سو ہزار سو زیادہ منزلیں ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ راہِ عشق استقامت و طویل ہو کہ اسکی ابتدائی منازل کی تعداد بھی لاکھوں سے زیادہ ہے۔
انتہائی مراحل کا لیا ذکر۔

(۶) ترجمہ۔ تیری آنکھوں نے غمزدہ سہارا خون کیا اور تو اسکو پسند کرتا ہے، اے جہانِ خونریز قاتل کی خجائیں ہیں
خواجہ صاحب بے شک حق بجانب ہیں۔ اعانتِ کائنات ایک جرم ہے
(۷) ترجمہ۔ ہر چند تو میری بڑ بڑا کی میں تیرا دروازہ مرنہ نہیں پھیرے گا۔ کیونکہ دوست کا ظلم دشمن کی مہربانی سے
مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تیرا عشق میں بن نام ہوا اور سوا ہوا۔ لیکن تیری محبت میری دل چیرھو رہی نہیں ہو سکتی۔
کیونکہ دوست جو سلوک کرے وہ اچھا ہے اور اچھا نہ بھی ہو تو چارہ کیا ہے۔

انکھ بے ادب برشتا ہر د	اگر جہانے کسند بے ادب
------------------------	-----------------------

(۸) ترجمہ۔ اے خواجہ نور توں کے آفتاب پر اسینہ جل رہا ہے۔ کیونکہ یہ دیکھو جو اپنی مہربانی سے سایہ کی طرح چمک رہا ہے۔
یعنی اے مشوق! تیرے حیرت انگیز اسینہ جل رہا ہے اب حال یہ اس آگ کو فرو کر۔ مگر یہ آفتاب سایہ کی درخواست
بے سود ہے۔ ویسے ہی مشوق سے لطف کی درخواست بے فائدہ۔

(۹) ترجمہ۔ اس اندھیری رات میں راہِ مقصود گم ہو گیا ہے اے ہلاکت کے تارے کی گشتِ سیاہی پر نکل۔
دنیا فی الحقیقت ایک اندھیری رات کی مثال ہے۔ جو سالک (مسافر) کو منازلِ عیش سے آگے اور ظاہر ہے کہ
اندھیری رات میں گمراہ ہونیکا بہت ڈر ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی ستارہ روشن ہو کر اسکو مشرق و مغرب کا نشان دے تو منزل
مقصود پر پہنچنے کی امید ہو سکتی ہے۔ جہاز راہوں اور سفر کی دستاروں کی اہمیت ظاہر۔

دنیا میں آدمی کو گمراہ کر لیتے ہیں غول راہ اور کسی شیطان میں۔ اسکو خواہش ہے کہ اسکو گمراہ کر دے اور وہ اسکو گمراہ کر دے۔
دنیا میں آدمی کو گمراہ کر لیتے ہیں غول راہ اور کسی شیطان میں۔ اسکو خواہش ہے کہ اسکو گمراہ کر دے اور وہ اسکو گمراہ کر دے۔

رہبست پر از خمرہ عشق	آج ہمہ رہ زنان بے باک
بے بدرقہ عنایت تو۔	نتوان شد از یرہ خطرناک

(۱۰) ترجمہ۔ جہڑ کہ میں کیا وحشت ہی بڑھی۔ خبردار! اس بیابان اور اسے پامان راہ سے خبردار!
بیابان۔ (بے آبادی) وہ جنگل صہیبانی تہ جو مطلق صحرا۔ خواجہ صاحب نے پھر راہِ عشق کی بیابان ہوا اور اس
بیابان کو وحشت افزا ہونیکا ذکر کیا ہے۔ اس راہ کے بیابان ہونیکا بیان غزل ہذا (شعر ۱۰) میں بھی گزر چکا ہے۔
مولانا غنیمت فرمائیں کہ راہِ عشق جوں جو جلو کر۔ بڑھتا جاگتا

مگر دشمن ہرگز با چہ خیر	رواں کجا این چرخ و تاب
-------------------------	------------------------

(۱) ترجمہ۔ عشق تیری زیادہ کچھ بچکا۔ اگر تو بھی حافظ کی طرح قرآن شریف کو از بر چودہ روایتوں کی ساتھ پڑھے
ترجمہ۔ یا از بر یعنی حفظ۔ زبان یاد کر لینا

چار وہ روایت۔ قرآن شریف کی پڑھنے کی ستا مشہور طریق ہیں مطلقاً راشدین کے بعد یعنی امی قرآن شریف
کے پڑھنے میں غلطیاں کرتے تھے۔ اکابر زانیہ اتفاق کیا کہ ہر شہر میں صحیح امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر جگہ
کے ماہرین قرآن اس صحیفہ کی رو سے تعلیم دیں۔ ورنہ تعلیم قابل اعتبار نہ ہوگی۔ چنانچہ (۱) امام نافع۔ مدینہ منورہ میں۔
(۲) امام کثیر بن عاصم میں۔ (۳) امام ابو عمر بصرہ میں۔ (۴) امام ابن عمر شام میں۔ (۵) امام عاصم (۶) امام حمزہ
(۷) امام کسائی کو فہم تھوڑے۔ انیس سے ہر ایک اس نبی کے مطابق جو ان تک سول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اساتذہ کے
پیشوا تھے۔ تعلیم دیتے تھے۔ ان سب اماموں کے نام رابعی ذیل میں مذکور ہیں

در بصرہ ابو عمر و عاصم نام	در مدینہ ابن عمر از شام
در کوفہ ابن کثیر است امام	عاصم و حمزہ کسائی و ابو ذر کوفہ تمام

ان سب اماموں میں ہر ایک امام کو راوی ہیں۔ گویا کل چودہ راوی اور چودہ روایتیں جو تین صد قبل از ہجرت
امام عاصم کی قرأت پر۔ ان دو راویوں کا نام ابو بکر اور حفص ہے۔ امان خود از سال الیہما۔ ابوبکر و حفص علیہما السلام
خواجه صاحب قرآن تھے اگر تو بھی حافظ کی طرح قرآن شریف کو حفظ کرے اور اس طرح وارث کے مطابق پڑھے تو اس کو اور
پڑھے۔ تو عشق الہی تیری مدد کرے گا اور تیری فریاد بچے گا۔ سبحان اللہ! عاشق و معشوق کے درمیان عرف ہی ایک
وسیلہ، اسی وسیلہ کو ذریعہ وصال محبوب مگر ہے اور فی الحقیقت اگر طالبان حق کو وصال و مشاہدہ کی کوئی امید نہ ہو سکتی
تو اسی ذریعہ ہی ہو سکتی قرآن شریف کی تلاوت اور اس کے احکام کی تعمیل اور ادا و نواہی کی پابندی کے بغیر کرنی مسلمان
نجات کا حق نہیں ہو سکتا اور جمال ایزدی کے انوار و مشاہدہ ذات ربیبیہ کے فیض سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک عام حجت
معشوق حقیقی کی طرف عاشقان حق کو بذریعہ قاصد صاحب اختیار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچا اور اس خام عشق
ایک جان کیا نہ ارجاس ہو تو قربان کو دے۔ خواجہ صاحب تو منزل مقصود تک پہنچ گیا اور حصول وصال کو بذریعہ طریق
تجزیہ کیا۔ ان معارف کی بنیاد طریقہ بھی تجویز فرمادیں (ظاہر کردہ طریقہ روشنی اسلام کے خلاف ہو گا۔)

چوں تو در قرآن حق گسریستی	بادہاں انبیاء آغیستی
ہست قرآن جانہائے انبیاء	ماہیان بحر پاک کسب یا
در بحر انی و نہ قبر آن پذیر	انبیاء و اولیاء را دیدہ گیر

مرغ جانگ تنگ آید در قفس

در پذیرای یار بر نوالی قفس

غزل (۶۶)

۱	یارب سنجے ساز کہ یارم بسلاست	۱	باز آید و بر ہندم از چنگ لامت
۲	خاک رہاں یار سفر کردہ سارید	۲	تا ختم جہاں میں کنش جای اقامت
۳	فریاد کہ از شش جہتم راہ بستند	۳	آن خال و خط و زلف درخ و عارض قامت
۴	امروز کہ دزدست تو ام مرتضیٰ کن	۴	فردا کہ تو دم خاک جہ سودا شکست
۵	ای آنکہ بتقریر و بیان دیم زنی از عشق	۵	اما تو نداریم سخن خیر و سلامت
۶	در ویش تکی نالہ ز شمشیر اجا	۶	کاس طائفہ از کشتہ ستانند غرامت
۷	دختر قد زنی آتش کہ خم ابروی ساقی	۷	بر نمی شکند گوشہ محراب اما
۸	حاشاکہ من از جور و جفای تو بنام	۸	بیداد لطیفان بہ لطف ست و کرامت

گویت کنند بخت سر زلف تو حافظا
(۹) پشیدہ ایں سلسلہ تار و ز قیامت

(۱) ترجمہ - اے خدا کوئی سبب کر کہ میرا سلامتی ہو۔ واپس آجائے اور پنجہ لانت مچھو رہانی دے۔

لامت سومر لولو گمر کی لعن طعن ہے

(۲) ترجمہ - اس سفر کر کے آدھ دست کی خاک لہ لاؤ تاکہ جہاں کو دیکھو والی آنکھ میں اس جگہ دوں۔
یعنی ہر چشم بناؤں۔ یہ پی ہو سکتا ہے کہ جہاں پیر آنکھ میں خاک لہ مشوق و الموں تاکہ وہ جہاں چھوڑ کر صحر جوب
میں اختیار کرے۔

(۳) ترجمہ - فریاد کہ شش جہتم راہ بستہ بند کو یا کسی خال و خط و زلف درخ۔ عارض قامت نے۔
مطلب یہ کہ مشوق کی ان چھ چیزوں نے چھ اور کسی مطلب کا نہیں چھوڑا۔ اور مجھ کو تر کر لیا ہے اور میر کو ان
چھ در بانوں نے شش جہات بند کر دیں۔ میں کسی طرح ان کی قید سے باہر نہیں نکل سکتا۔
شش جہات مراد مشرق مغرب شمال جنوب۔ اوپر نیچر۔ امیر مینائی نے چھ یہ بھی ایک اضافہ کیا ہے۔

غزل (۶۴)

۱	توبہ از مے چوں کنہم بہیات ہاست	ساقیم تفرست و مے آب حیات
۲	در حلاوت می برد آب از نبات	بادہ تلخ از لب شیریں لبان
۳	مردہ صد سالہ را بخشید حیات	چون دم عیسے السیم آوز لطف
۴	حل میگردد مرا میں مشکلات	خز باب آتشیں یعنی شراب
۵	جز می خمر اشد تارا برات	روزی مابین کہ از دیوان عشق
۶	بر سر کوئی محال یا بد وقت	شما و بادار و اح آن رندی کہ او

(۶) حاصل غم تو حافظ و جہاں
(۷) بادہ صافیت باقی ترہات

۱) ترجمہ - ساقی میر تفری - اور شراب بچیات - شراب سے توبہ کی طرح کروں - توبہ! توبہ! اشرار -
بہیات - ہیات (اسم فعل) یعنی ایسا اسم جو معنی فعل ماضی استعمال ہوتا ہے بمعنی دور ہو گیا - مقام تمام
پہا پہا استعمال کرتے ہیں یعنی میں پر مقصود دور ہو گیا یا فوس فایسی محاورہ میں بمعنی توبہ کی طرح معنی استعمال کرتے ہیں
یہاں عزیز بہا کا ترجمہ توبہ! توبہ! کیا ہو - یعنی توبہ! توبہ! اشرار میں کہ چور سکتا ہوں - شراب کب توبہ کر سکتا ہوں -
(۲) ترجمہ - شیریں لبوں کے لب سے زیادہ تلخ - شیرینی میں مصری بھی اچھے جاتا ہو -
یعنی شیرینی میں قد و نبات سے بڑھ کر ہو - آب یعنی آبرو - رونق - مطلب یہ کہ مشوق کو باقتہ سے شراب پینا یا مشوق کو نہ
کی کر دے - بات یا لب مشوق کا بوسہ طرز ادوق قد سے شیریں تر ہے -

از بدوق لب لب تو لیاں یافت بشکر (خود) لبشک دہنت عنجب خنداں روید

(۳) ترجمہ - دم عیسے کی طرح مشوق کی نسیم لگا کر جو بوسہ سال کر مرے ہوئی کو زندہ کرتی ہو -
یعنی مشوق کو انسان کی خوشبو اسکا پیغام عاشقوں کی دم عیسے کے برابر ہو - جس کی توبہ اور فوہ دیوں کو
از سر نو زندگی حاصل ہوتی ہو - لطف بمعنی مہربانی - لطافت - پاکیزگی - روح پروردی -
(۴) ترجمہ - آب آتشیں یعنی شراب کے سوا میری مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں - دہنو شمر لعل! اور شمر شمر دہنو شمر

(۵) ترجمہ - ہمارے خدمت دیکھو کہ دیوان عشق سے سو اکثراب سرخ کی ہمارے حصہ میں کچھ نہ آیا۔

برسات - دیکھو شرب لے دیوان - دیکھو شمرت پے

یعنی روزالت سے عشق چارے حصہ میں آیا۔ بعض نسخوں میں ہے ہجران لکھا۔ یعنی ترافراق - مطلق فراق - ہجر۔

(۶) ترجمہ - اس رند کی روح خوش ہو جس کے کوئی مفاصل میں دقت پائی۔ مروجہ نسخوں میں شاد و بادار و اح لکھا ہو۔

(۷) ترجمہ - اے حانظیری عمر کا حاصل جہاں میں شراب صاف ہو۔ باقی نامیات۔

ترکات - بضم اول و را مشدہ - مخدہا و باطل - ہو آمیز جمع ترست - یعنی انسانی زندگی کا حاصل عشق الہی ہے اور کثرت کثر (الف ہ) کے رومی آفرینش کائنات کی علت غائی بھی یہی ہے۔ باقی تمام قصبے باطل۔

نعر (۶۸)

شرتی از لب لعلش نہ چسیدیم و برفت	۱	رومی مہ پیکر او سیرند یدیم و برفت
گوئی از صحبت مانیک بہ تنگ آئدہ بود	۲	بار بر بست و برگوش نرسیدیم و برفت
بسکہ با قاتمہ و حرز یمانی خواندیم	۳	وز پیش سورۃ اخلاص و میدیم و برفت
سر ز فرمان خطم گفت مکش تا فروم	۴	ما سر غولش ز حطش نکشیدیم و برفت
عشوہ میداد کہ از کوی ارادت فروم	۵	دیدیم آخر کہ چہاں عشوہ خریدیم و برفت
شد چہاں در چین حسن و لطافت لیکن	۶	در گلستان وصالش نچیدیم و برفت
گفت از خود یرد ہر کہ وصالم طلبد	۷	با امید و می ز خویش بریدیم و برفت
صورت او بطافت اثر صنیع خداست	۸	ما بردیش نظر سیرند یدیم و برفت

(۹) ہجو حافظ ہمہ شب نالہ و افغان کردیم
(۹) کامی در لیا بود اعش نرسیدیم و برفت

غزل ہذا میں مسلسل مخمور ہوں جو کہ - اور ایک ہی واقعہ کو متعلق نعر معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص واقعہ کی طرف ہی اشارہ ممکن ہے
را ترجمہ - اس کے لب لعل سے سحر شربت نہ چکھا تھا۔ کوہ چلا گیا اس کا چاند جیسی چہرہ کو سیر کو گنبد دیکھا تھا کوہ چلا گیا۔
مطلب کہ ہم ابھی اس کو صول دیکھ سیر نہیں ہوئے کہ چلا گیا۔ ظاہر کہ عاشق کبھی سیر نہیں کرتے دیکھو شعر (۵) (۵۵)۔

نہایت درجہ زور و محبت یا آخر شد	سے گل سیر نہ دیدم و بہار آخر شد
(۲) ترجمہ - گویا ہماری محبت و برکت تنگ آگیا تھا۔ اس بنا بنا دے لیا اور ہم اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے تھے۔	نیک۔ علاوہ معروف سخی کا اصطلاح زیادہ۔ بسیار کے معنوں میں بھی آتا ہے۔
(۳) ترجمہ - ہم بہت سوہ فہم اور دعائیں پڑھیں اور اس کی پڑائی (یا اسکے پچھڑے) سورہ اخلاص بھی پڑھ لی (پڑھ کر وہ چلا گیا) فاتحہ - سورہ فاتحہ - قرآن شریف کی پہلی سورت (الحمد للہ) اخلاص - سورہ اخلاص - یعنی (قل هو اللہ تعالیٰ سیدارہ میں) - حرز بھائی - چند دعائیں ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ آد سلم حضرت علی کریم اللہ جبہ کو فریون کے وقت پڑھائی تھیں۔ سورہ اخلاص محبت و اخلاص کیلئے اور سورہ فاتحہ کشائش مشکلات کیلئے پڑھا کرتے ہیں۔ حرز بھائی سفر کی مشکلات کیلئے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہماری دعاؤں کا کچھ پڑھنا سوا۔ اور وہ چلا گیا۔	(۴) ترجمہ - کب کہ میرا خط لکھ کر سر نہ پھیر دو تو میرا سر چل جائے گا۔ ہم اس کے خط سے سر نہ پھیرا پھر بھی وہ چلا گیا۔ لیکن مجھے کب کہ میرا زاد اکو برستم تو کب اور میرا حکام کے سر نہ پھیرا کر تو نہیں چلا گیا لیکن اس کا حکام کی تعمیل کا وہ جو بھی چھوڑا
میں چاہتا تھا اس کے دل میں میری جگہ نہ آجائے تو جانے دوں	اگر کہ بہ فریب کروں فسون نہ رہا نہ رہا نہ رہا
(۵) ترجمہ - وہ ناز وادار تھا (یا فریاد تھا) تاکہ اس کو یہ فرمانبردار سے باہر جاؤں تو نہ دیکھا کہ مجھ کو آخر کس طرح بھول گیا اور چلا گیا عشوہ بکسر ناز و فریب - حرکت مستوحی جو عاشق کو فریفتہ کرے۔ بچپن شکر کے ساتھ تسلسل مضمون کا یعنی مستوحی نے ہم سے وعدہ کیا کہ اگر ہم فرمانبردار رہے۔ تو وہ ہم کبھی جلا نہ ہو گا یہ حرف فرمایا تاکہ ہم اس کی اراد پر قائم رہیں۔ اور اس کے مطیع فرمان۔ ہم یہ دیکھ کر کھائے۔ اور مطیع فرمان رہے۔ مگر وہ آخر کار چلا گیا۔	(۶) ترجمہ - وہ باغ حسن لطافت میں خرم امن ہوا۔ لیکن ہم اس کے وصال کے باغ میں ابھی خراں نہیں ہوئے کہ وہ چلا گیا۔ چکان - یعنی از مصلحت جمید - ناز و خرام امن - رفتار میں ناز و سبک اور ہر آواز کو مائل بہر ہونا۔ چمن - باغ میں ایک خاص مقام جہاں ہر طرح کے پھول ہوتے ہیں۔ باغ میں وہ چمن جس کے چاروں طرف پھولوں کی کیاریاں ہوں۔ ایک محقق کی رائے ہے کہ چمن دراصل بمعنی بنائے جمید یعنی جائے خرام و جارفتا ہے۔ جو باغ کو گود بنائی جاتی ہے اور جو اصطلاح میں روشنی کہتے ہیں۔ مجازاً بمعنی خیابان باغ استعمال ہوتا ہے۔
مطلب یہ کہ ہمارا مشتوق کمال حسن و لطافت میں ہے۔ مگر یہاں اس کا وصال نصیب نہیں۔	(۷) ترجمہ - اس نے کہا کہ جو شخص میرا وصال چاہتا ہے اس کو اپنے قتل کرے۔ پھر اس کی اسید میں اپنی نوک کو چھو (لیکن وہ پھر بھی چلا گیا)۔ یہ تو درست ہے کہ

بے فانی خود میر نیست دیدار شما	مرد و دشمن خویش را اول خریدار شما
<p>لیکن باوجود ترک خودی اور ترک خود را بی کے بھی اگر دیدار نصیب ہو۔ تو افسوس۔ (۸) ترجمہ۔ اس کی صورت لطافت میں خدا کی صنعت کا نشان ہے۔ ہم اس کی ہر پہلو کو نظر کر رہے ہیں کہ وہ چلا گیا۔ اثر۔ نشان پا۔ نشان زخم۔ مطلق نشان۔ یعنی اس کی لطیف اور خوبصورت شکل دیکھ کر صنعت خدا کی شان نظر آتی ہے۔ مگر ہم نے سیر ہو کر اس کی صورت کو نہ دیکھا تھا کہ وہ چلا گیا۔</p>	
دل جا رہا ہے قدرت سے صانع یہ ہوشیار	تجربہ کو بھٹاک سامنے یاد خدا کروں
<p>(۹) ترجمہ۔ حافظ کی طرح قلم رات ہم نے نالہ و فریاد کی کہ افسوس کہ ہم اس کو الوداع کہہ کر دیکھ رہے ہیں کہ وہ چلا گیا۔ دوسرے مصرع میں وہی مضمون ہے جو شعر (۲) کے مصرع ثانی میں ہے۔ بود اعشش کی جگہ اگر بوجہ مالش بڑا جادے تو زیادہ مناسب ہوگا۔</p>	
غزل (۶۹)	
۱ مارا از آرزوی تو پر دای خود انیسبت	۱ بی روی دل فریب بودن سوا نیست
۲ در دور چشم مرست تو ہشیا کس ندید	۲ کو دیدہ کہ نصیب چشمت بخوان نیست
۳ در ہر کہ بنگری بغی از تو مبتلاست	۳ یک دل ندیدہ ام کہ ز عشقت انیت
۴ ہر کو بدست عشق تو شد کشتہ بردرت	۴ اور ادر اس جناب سوال و جواب نیست
<p>(۵) حافظ چو زبوتہ در افتاد و تبا نیست عاشق نباشد آنکہ چو زرا و تبا نیست</p>	
<p>(۱) ترجمہ۔ بکو تیری آرزو میں نیند کی پڑا نہیں ہے۔ تیرے دل فریب چہ کے بغیر رہنا درست نہیں ہے۔ یعنی تیری بے پرواہی اگر آنکھوں کے سامنے ہو۔ تو پھر چاہتا ہوں کہ اسی دیکھتی رہی میں نیند کا فوری ہو جاتی اور یوں بھی تیرے دیدار کی بغیر زندگی بسر کرنا ناجائز ہو۔ عاشقان جن کی شب خیزی غالباً اسی وجہ ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ تقانی جنودہم عن المضاجع ان کی کروٹیں بستروں کے دور ہوتی ہیں۔ (۲) ترجمہ۔ تیری دست آنکھوں کے دور میں کسی ہمشہ آدمی نہیں دیکھا۔ وہ آنکھ کہاں سے تیری آنکھوں</p>	

کے تصور سے خواب آلودہ نہیں (مست نہیں)۔ یعنی تیری مست آنکھوں کی مستی تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور کسی کو ہشیار نہیں چھوڑا۔ وہ آنکھ ہی کہاں ہے۔ جو تیری آنکھوں کی مستی سے مست نہ ہو۔

ع ز چشم اوست دلہا مست و مخمور۔ دیکھو نہ کہ الف

(۳) ترجمہ۔ جس کو دیکھو تیری کسی غم میں مبتلا ہوگا۔ جس کے ایک ایسا دل نہیں دیکھا۔ جو تیرے عشق میں خراب ہو۔ چونکہ انہیں عشق عالم کا مانتا ہے تھا کہ کائنات خالق کو پہچانے اور اسے عشق ہو اسلئے دل میں کم و بیش اس کی محبت موجود ہے۔ (۴) ترجمہ۔ جو شخص تیرے عشق کی بات تیری دروازہ پر قتل ہوا۔ اس کو اسے جس بد سواں جواب نہوگا۔ مطلب یہ کہ گشتگان عشق کا دروازہ کوئی نہ کھاتا ہے۔ چونکہ وہ خیر نسیم گشتی ہیں اور شہید ہیں اسلئے وہ خیر گشتی ہیں کہ بہشت میں چلے جائیں گے۔

(۵) ترجمہ۔ حافظ نے کی طرح کٹھالی میں ا اور تاسا حاصل کی۔ وہ عاشق نہیں جو سونے کی طرح باتا ہو۔ بولتے۔ بواو مچھول۔ ایک چوٹا سا گل نظر جو سونا چاندی گلے نہ کیلئے بناتے ہیں۔ کٹھالی۔ مطلب یہ ہے کہ صبر کی سونا کٹھالی میں ا لے سوا اور آگ کی یہی معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ خالص یا ناخالص۔ اسی طرح عاشق حق بھی مضا اور تکالیف عشق میں پڑ کر اپنی خامی یا پچھلی ظاہر کر دیتا ہے۔

سورہ رعد میں ہے کہ ”وَمَا يوقد ون عليه في النار ابتغاء حلية او متاع زبد مثله۔“ کن الیہ ینزل ربہ الحق والباطل فاما الزبد فیندھب جفاء۔ واما ما ینفخ الناس فیہ منکم فی الارض۔ (اور اس چیز سے کہ دھونکتی ہیں اس پر دیر یا اس کا بخاڑ جھاگے۔ مانند اس کی اسی طرح بیان کرتا اللہ حق اور باطل۔ پس جو کہ جھاگ ہو ناکارہ جاتا ہے اور جو چیز کہ لوگوں کو نفع پہنچ رہ جاتی ہے۔ زمین میں) یعنی آگ ایک امتحان ہے۔ جو حق و باطل میں تمیز کرتی ہے۔

اسی طرح منازل عشق کی دشواریاں عاشق کیلئے امتحان ہوتی ہیں اور جو عاشق ان دشواریوں پر غالب آئے یا ہمتی رہے ان تکلیفوں کے جو اسے طلب معشوق میں پیش آتی ہیں۔ دل میں استقلال قائم نہ رکھا وہ گویا عاشق نہیں۔

نزل (۵)

۱	زکارستان دیکھ شمع این مست
۲	حدیث عمرہ است بحر سین مست

ختم زلف تو دام کفر و دین مست
جہالت معجز حسن ست نسیم مست

۴	مگر در عاقل گشتی سحر آتش برین است	۴	بر ان چشم سید عدا کس برین باد
۵	کہ چرخ باغ عشق کشتی سحر زمیں است	۵	عجب در آہ نیست راہ عشق پیہات
۶	حسابش با کراما کا تبکین است	۶	تو پنداری کہ بد گرفت و جان برد
۷	کہ دائم با کماں اندر کسین است	۷	ز چشم شمع تو کی جان توان برد
۸	چہ جای آب کان ماہسین است	۸	لبت را آب حیاں گفتم اما
۹	کہ دل برد و خون در بند دین است	۹	مشوای جان کید ز عشق امین

(۹)	ز جام عشق می نوشید فقط	(۹)
	ما شمس می زندی ازین است	

(۱) ترجمہ - تیری زلف کا خم کھرو دین کا چال ہے۔ اسکی کارستانی کا یہ صرف ایک نزار احمد ہے مطلب یہ ہے کہ تیری خم زلف میں کیا مسلمان اور کیا کافر سب گرفتار ہیں اور تیری زلف کی گائے گول کا یہ ایک معمولی سانپ ہے۔

مذہب عشق کفر و اسلام علیحدہ ہے اور عاشقان حق ہر رنگ میں جو ہیں۔ یعنی حقیقت کفر و اسلام بالکل الگ ہے کفر اور دین جملہ دینداری (عطا) دیکھ لو کہ ہر دین اور کفر و دین باشد مولانا دم فرماتے ہیں۔

عاشقان مذہب ملت خداست	ملت عشق از مذہب دین جداست
سندیان را اصطلاح سند مدرج	ہندیان را اصطلاح ہند مدرج
سوز خواہم نہ با آن سوز ساز	چنانہی الفاظ و اضمار و مجاز

یعنی کون شش الہی جس جس ہے وہ عشق ہے۔ ترجمہ عشق کا لفظ خدا کا ہے جس جس ہے وہ عشق ہے۔ (۲) ترجمہ - تیرا جمال حق کا تجربہ ہے لیکن تیرے غمزہ کی بات سحر جبین ہے۔ معجزہ - بضم میم و سکون عین کسریم - عاجز کر نیوالا - حرق عادت - نبی کی کرامات - معجزہ سحر مبین - یعنی آشکارا جادو - ظاہر جادو - یہ الفاظ قرآنی ہیں چنانچہ سحر موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ پر کفار نے کہا کہ یہاں نظر آرہا ہے کہ جادو ہے فَمَا جَاءَهُمْ مِنَ الْحَقِّ مِنْ رَبِّهِمْ إِلَّا أَنْ يَخْلَوْا فَلَا يَخْلَوْنَ إِلَّا فِي الْهَيْكَلِ الْمَذْمُومِ

سبحان و تعالیٰ جس نے اس کو اس سے پہلے ہی طرف سے کچھ بتائی۔ تو انہوں نے کہا کہ بیشک یہ صاف جادو ہے (کسورہ یونس) شعر کا مطلب صاف ہے کہ تیرا حال تو حسن کا ایک معجزہ ہے مگر تیرے غم میں جادو ہے۔ معجزہ اور جادو کا مقابلہ لطیف ہے معجزہ خرق عادت ہے۔ جو انبیاء و ظاہر و باطن اور سر و کفر ہے۔ جو شیخ و مرید کے مقابلہ میں جادو گر ظاہر کیا کرتے۔ گویا معشوق کے جمال و غمزہ میں معجزہ اور سر و کفر و موجود ہیں اور مطلع کے مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ کہ اس کے خیمہ نشین کفر و ایمان دونوں گرفتار ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ اس سیاہ آنکھ پر صد آفرین ہو کہ وہ عاشق کشی میں جادو پیدا کرے والی ہے۔ مطلب یہ کہ تیری سیاہ آنکھیں قابل تحسین و آفرین ہیں کیونکہ وہ اشک و غم میں جادو کتل میں اور عاشق کو قتل کر نیکیں دیتی ہیں جادو ايجاد کرتی ہیں۔ آفرین اور آفرین میں صنعت و خفیت تمام ہر عاشق کشی اور کفر آفرینی قتل کرتا اور پیدا کرتا کا مقابلہ ظاہر

(۴) ترجمہ۔ انہوں نے کہ راہ عشق عجیب ہے کہ اس کا ساتواں سال ساتویں زمین ہے۔

ساتواں آسمان سب سالوں سے اور پہلے اس کے ساتویں زمین سب سالوں سے ہے۔ گویا ہر ساتویں سال اور ہر ساتویں سال کے درمیان ایک سال ہے۔ کہ راہ عشق عجیب ہے کہ جس کا ساتویں سال ساتویں سال ہے۔ گویا ہر ساتویں سال اور ہر ساتویں سال کے درمیان ایک سال ہے۔ اور غیر منظم ہے۔ کہ اگر اس راہ پر چلوں تو ساتویں سال پہنچ جاؤ تو معلوم ہوگا کہ ساتویں سال پہنچ چکا ہوگا۔ اسی طرح ہر ساتویں سال پہنچ چکا ہوگا۔

گو تو شمع ہرگز جادو عشق از دویدن ہمارا

یعنی یہ راستہ جتنا چوڑا دکھائی دے گا۔ اگر شمع سے تیز دوڑیں تو پہنچ جائیں گے۔ گویا یہ راستہ جتنا چوڑا دکھائی دے گا۔ اگر شمع سے تیز دوڑیں تو پہنچ جائیں گے۔

کی ابتدا کی چنانچہ دوسرے قدر پہنچے ہو معلوم ہوگا کہ اسی کی ابتدا منزل اور ایک دفعہ اندر ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔

کو برفرق فرق پوینے وہم تا بنی

چند بلبل ہزاراں قندار پوٹی چنانچہ یا بی

بہن شادیں ایش تر سے کسی سفر حین ہیں کہ رقص میں ترقی کر رہی ہیں۔ گویا یہ قنداریں حاصل ہو گئی۔

آمال عشق ہی ہے کہ جو بسا ہر حال

بگاڑے میٹھے ہیں وہ بھی تو اسیٹھے ہیں (آزاد)

ترجمہ معنی زیادہ نوزدین ہیں۔

(۵) ترجمہ۔ تو سمجھتا کہ بدگو (مر) گیا اور جاں سلامت لے گیا۔ اس کا حساب کہ اگلی بات کے ساتھ ہے۔

کر آیا کا تمہیں۔ دو فرشتہ جو پاکیزہ دل والے ہیں اور شہید و شہداء کے لئے ہیں اور اس کے اعمال کی تکمیل کے لئے ہیں۔
اعمال کا لکھنا دستِ فرشتہ کی طرف سے ہے اور ہر کام کی ابتدا بائیں ہاتھ سے ہوتی ہے۔ چنگ سوہ زخوف میں سے دوسرا
لکھنے سے لکھتوں (اور ہر فرشتہ ان کے لئے ہے)۔ مطلب یہ کہ ہر کام کو بخیر اور عجب سے کرنا ان افعال
اقیمہ کی سزا ہے۔ اس کے تمام اعمال کا سہرا کرنا کا تمہیں پر منحصر ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تیری شمع آنکھ کی جان بچا سکتی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ وہ کمان لیکر گھٹائی میں بیٹھ رہتی ہے۔
آنکھ کو صیاد۔ ابرو کو کمان بلکہ تیر بھڑ۔ خاتم کو کین۔ مطلب یہ کہ تیری شمع آنکھ میں ہر تیر بھڑ
جان کو بچے رہتی ہے اور تیر و کمان لیکر گھٹائی میں بیٹھ رہتی ہے۔ اس کو جان بچانا مشکل ہے۔ کمان اور کین ہر تیر ہے۔
(۸) ترجمہ۔ میں تیرے لئے آجیا کہا۔ لیکن۔ چہ جائے اب اگر وہ تو ماؤ میں ہے۔

ماؤ میں۔ (قرآنی الفاظ میں۔ قل ادعیتہم ان اصبحے ماؤ کمر غور افعین یا تیکر بجاء معین۔ الملک
جاری۔ پانی۔ ارباب معین۔ صفا معنی الزعمین۔ صاف نظر والے ہیں۔ صاف نظر والے نے کہا جو پانی ظاہر اور درمیان جاری ہو
اے معین یا ستم کو تو ہیں۔ شمر کا مطلب یہ کہ آجیا تو ظلمات میں بند ہے جس کو کسی کو فیض نہیں پہنچتا۔ تیرے
لبوں کا آب حیات آجیا ہے۔ جو ظاہر اور جاری ہے اور اس کو کو کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۸) ترجمہ۔ اے جان اس کی زلف کو فریب سے بیکر نہ ہو۔ کہ دل تو لگی ہو۔ اب دین کے فکرمیں ہے۔
یعنی مشوق کی زلف دل تو لے چکی ہو۔ اب دین بچا لینا چاہتی ہے۔

(۹) ترجمہ۔ حفاظت ہمیشہ سے ہوتا اور زندگی بسر کرنا آجیا ہے کہ اس نے مشوق کو عشق کی شراب پی کر بیان خواہ صاحب نے
پھر اپنی زندگی دوستی کی یہ تیری شراب کی حقیقت ظاہر ہوئی ہے تیرا عشق الہی کی شراب ہے جو عاشق کو صبح و شام
سے شام اصل تک مست رکھتی ہے۔

غزل (۱۱)

۱	دیدم کہ یار جز سر جو دستم نہ داشت	۱	لشکست عید ماوارنمچ غم نہ داشت
۲	یار بگمیشش ارچہ دل جو کہ ترم	۲	انگشت کشت و ترم نہ داشت
۳	برمن حجاز بخت بد آمد و گردن یار	۳	حاشاکہ ترم جو در طریق ترم نہ داشت

۱	دل میں تم جفا کا پورا ہی تمہیں انداز	۱	ہر جاگہ رشتہ تیرے تیش میں تر مٹا
۵	ساقی سار بادہ و بامدعی بگو	۵	انکار ممکن کہ چیں جام جم نہایت
۶	ہر رہ نرقے کہ رہ بحریم درکش نرو	۶	منکین برید وادی نرہ در حرم نہایت
۷	خوش وقت بدست کہ دنیا آخرت	۷	بر باد واد و پھچ غم از بیش و کم نہایت

حفظ اب تو گوی قصہ کہ مدعی

(۸) بیخستہ ہر تیر و دو خستہ ہر تیر نہایت (۸)

۱) ترجمہ ستونے دیکھا کہ مشرق کو اخیل خور و تم کو اور نولی خیال نہیں کھلا رہی حد تو تم کیا آؤ اور پھر کیا نہ کیا۔ مطلب یہ کہ مشرق و قادری کا جو وعدہ ہم کیا اسکا اظہار کیا اور ہمیشہ جو وعدہ پر آمادہ رہتا ہے۔ ۲) ترجمہ۔ اے خدا اس باز پرس نہ کر مگر پھر کہ تیر حد دل کو گر دیا ہو الا اور کلام کی لڑمت کا خیال نہ کیا

خانہ کعبہ کی چادریار کی اندر شکار حرام وہ جا مانا۔ جو داخل ہو گیا۔ اسطرح ناجائز ہو جاتا۔ و من دخلہ خانہ کعبہ ان عران رکوع ۱۱ جو اس گھر یعنی خانہ کعبہ میں داخل ہوا اس میں ہو گیا۔

خواجہ صاحب اینو دل کو شکار کعبہ کہیں کیونکہ ع

گویا مشرق کو کعبہ دل میں شکار کیا گناہ کیا۔ مگر خدا اس معاف کرے کہ تیر کا لفظ اسلم استعمال ہوا کہ خانہ کو یہ اور مقدس مقاموں میں۔ خاقانوں اور مزاروں میں کہ تیر اکثر رہتے ہیں۔ اودہاں شکاریوں کی دستبرد میں محفوظ نہیں

تو اسے کہ تیر بام حرم چمیدانی طہیدن دل مرغان رشتہ بر پارا

مگر خواجہ صاحب کا کہ تیر بام حرم بھی محفوظ نہ رہا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

خون میان رشتہ را کہ عید ہم اند

نرا حرم گراں فانی

انقباض ہر دم دل خستہ نہ چکن نسیم اگر طہیدن جہاں کہ تیر حرم اند

دوسری ترجمہ میں چمیدانی یعنی بام حرم۔ ورنہ مشرق بہر کہ تیر ہوا اور طریق مستقیم نہ رکھتا تھا۔

عاشق نہیں چاہتا کہ مشوق پہ کچھ بھی کہے بلکہ وہ اپنے آپ کو ہی اپنے لیے لے لیتا ہے۔ اور مشوق کو میری لذت قرار دیتا ہے۔ ورنہ حقیقت تو سب کو معلوم ہے

از چشم خود میر کس کو دیکھ سکتا
بہاؤن اطالع در ہم مستعار بیکہ

(۴) ترجمہ۔ دل نے اس قدر غم کہ غم کو غم کہی کہ اس کی طرف سے بڑا اثرات کو جن گھبرا گیا۔ کسی اس کی عزت نہ کی۔ یعنی عشق میں اس قدر غم اٹھا اور اتنا ذلیل ہوا کہ اب اور کس جگہ بھی میری عزت نہیں رہی۔

(۵) ترجمہ۔ اے ساتی جام شراب اور عیس کی کو کہہ دے کہ ہمارا نہ کرے۔ کیونکہ ہم کی پاس پر الیا جامہ تھلا یعنی معترض کو کہو کہ ہمیں تقاربت سے نہ دیکھ اور ہماری بادہ نوشی کو برا نہ کہ۔ ہمارا جام ایسی چیز ہے۔ جو جمشید کو بھی نصیب ہوئی۔ ہمارا جام جام جم سے زیادہ قیمتی اور زیادہ مفید ہے۔ اس میں مہی محبت ہے۔

(۶) ترجمہ۔ جو رہو (مسافر) اس کے دروازے کو حرم کینف طر کرتا ہوا نہ گیا۔ اس غریب کو یاد دی کو طر کیا محرم میں بیچا یعنی وہ سالک جو مشوق کی طرف نہ جا رہا ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حجاز کی دایوں کو تو اسٹیشن کر کے اور نہ سنے کو مشکلات کا سامنا ہی کرے۔ مگر تھک چکا ہے۔ گویا کو کشش ہے سود اور ضرر حاصل ہوا۔ وہ لوگ جنکی عبادت اور زہد میں دیا کاشائے ہو اور جنکے اعمال میں اخلاص ہو۔ ان کی بھی مثال یہ کہ عرب کی دایوں اور سیلانیوں کو تو طر کیا۔ مگر ج نصیب نہ ہوا۔ اور ان کی محنت بار آور نہ ہوئی۔

ترجمہ نہ رہی بکسب اے اعرالی
کاہر راہ کہ تو میر دی ہرکستان است

(۷) ترجمہ۔ وہ مسرت نہ خوشی نہ تھی جس نے دنیا و آخرت کو محنت پہنچا دیا۔ اور بیش و کم کا کچھ نہ کرنا کیا۔ مطلب یہ کہ زندانِ مسرت دنیا و عاقبتی کچھ نہ وہ نہیں کرے اور سود و زیان اپنی دل کو موثر نہیں ہے دیکھو وہ اپنا وقت خوشی سے گزارتے ہیں۔

ایک دست غم جہاں تھوڑے محسوس	یہودہ غم جہاں فرسودہ بخور (خیام)
چوں بود گذشت نیست مابود پدید	خوش باش غم جہاں نابودہ بخور

(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو کوئی فصاحت لیا کیونکہ مدعی میں کوئی مہتر نہیں اور اے کچھ خبر نہیں۔ فصاحت۔ کشادہ سخن ہونا۔ تیز زبانی۔ خوش گوئی۔ علم سخانی کی اصطلاح میں فصاحت یہ مراد ہے کہ کلام ان الفاظ و خیالی ہو چیلنے کے زبان زد نہ ہوں۔ اور کلمات کی ترکیب میں ضعف نہ ہو۔ غیر انہیں ترکیبیں تقیل اور درشت الفاظ نہ ہوں۔ نہ ہم جہان و کج اجمال میں نقل پیدا ہو مثلاً "جمع علم اور صدق قول" و

عین اور نہ تانتاں کا اجتماع سے نقل ہو گیا ہو۔ بخیر از سرسراں اور لخت شکر سے کام کو خالی رکھا جائے۔
مطلب یہ کہ اس کے ہزار ہا خبریں تو میدان فصاحت و بلاغت کی مستقیم حقیقت ہیں کہ ان میں غزل میں خواہ صاحب
شباہوں سے سبقت لے گئے ہیں۔

غزل (۷۲)

۱	کہ خدا دراز ال از بہشت ہم نہ سرشت	۱	بروای زاهد و دعوت کنم سوی بہشت
۲	ہر کہ در راہ فنا و رہ حق دانہ نہ کشت	۲	یکجہ از خرم ہستی تواند برداشت
۳	من و میخانہ و ناقوس مرہ و دیر و کشت	۳	تو و تسبیح و مصلی و رہ نہ ہر دورع
۴	در از ان طہنت مار از می صاف سرشت	۴	منعم از می کن اسی صوفی صافی کہ حکیم
۵	خرقہ و رسیک باہرین می ناب بہشت	۵	صوفی صاف بہشتی نمود ز آنکہ جو من
۶	ہر کہ او دامن مشوق خود از دست بہشت	۶	لذت از جو بہشت دل جو عشقش بود

(۷) حفظاً لطف حق اربابو عنایت دارد
(۶) باشر فارغ ز غم و زنج و شادوی بہشت

ترجمہ۔ سناختہ بہر جا رہو بہشت کی خبر نہ دے۔ یہ کہ کہہ نہ سکتا ہوں کہ یہ کونسی چیز ہے۔
نکتم۔ یعنی نہ کن مرا۔ دعوت۔ طعام وغیرہ کیلئے بلانا۔ بلانا۔ مطلب یہ کہ ہم عاشق ہیں اور ہمارا
مقصود بہشت ہے۔ ہم تیرے بہشت کے خواہاں نہیں اور نہ ہم اس کیلئے پیدا کیے گئے ہیں۔
(۲) ترجمہ۔ بہستی کے خرم سے ایک ہی نہیں ٹھاسکتا وہ شخص جس نے راہ فنا اور راہ حق میں نہ بویا۔
مطلب یہ کہ جو شخص راہ قائم قدم نہ کرے۔ یعنی اپنی خودی کو چھوڑ کر فنا فی اللہ ہو سکے گی کو کشتن نہ کرے اور راہ
حق میں جدوجہد نہ کرے۔ وہ اپنی زندگی کو گویا بے سود گذار رہا ہے۔ اور اس کے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔
(۳) ترجمہ۔ تو و تسبیح۔ مصلی۔ رہ زہد اور پرہیزگاری۔ میں اور میخانہ و ناقوس۔ رہ دیر اور کشت۔
مطلب یہ کہ تو تسبیح و زہد میں مشغول اور میں پادہ خوار می ہوں نہ تو ایسی کام میں لگاؤ۔ اور میں اس کام میں
توانی ہر خشک کو وسیلہ نجات سمجھتا ہوں اور میں حرف عشق کو ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ تیرا وہ تیرا ہوں اور میرا یہ

تو د طوبی و ما د قاست یار	اگر کس بقدر محبت دوست
ع -	اگر کس به خیال خویش حبیطه دارد
<p>(۴) ترجمہ - اے صوفی صافی بچہ شراب منع نہ کر کہ حکیم نے ازل میں ہماری طینت کو شربط صاف سے بنایا۔ مطلب یہ کہ حکیم مطلق تخیل بنا وقت ہماری مٹی میں شربط آبی سے ملا کر اب شربط جو ہماری شربط اور طینت میں جو ملا سکے نہیں چڑھ سکتے بچہ شراب سے منع کرنا سوداگر نہیں کارخانہ جو ہماری عشق پر اور اس کا خمیر تو عشق پر ہے اس کو اس کے عشق ممکن نہیں</p>	
خاک ناز و کر کے تخیل ترسند	تخیل از عشق مرد و حیثیت - (عزیز)
پیکر آج سینہ نمی پند	حضرت ابھار میر خاں ازل سے شربط ہوں میرا
اسی مضمون پر ہے -	
ساقی پران گل کو نہیں کش میں بند را میرو	اس کا تخیل خمیر چلا - ہر شراب میں
<p>ترجمہ - صوفی صافی نہیں چاہتا کہ تخیل میں شربط آبی سے ملا کر اب شربط جو ہماری شربط اور طینت میں جو ملا سکے صرف ظاہر زاہد کے متعلق ہے کہ وہ بھی گرچہ بظاہر منع کر کے مگر ذرا تخیل سے خود بخود میں اور اس کا یا باہمی میں اصل مستحق بہشت نہیں -</p>	
(۶) ترجمہ - اس شخص کو بہشت اور حبش کی لذت حاصل ہوگی - جس دامن مستحق کو اپنی تہمت چھوڑ دیا -	
مطلب یہ کہ مشاہدہ محبوب کے بغیر بہشت بھی پہنچنے کے قابل نہیں -	
بہشت پر بھی بہشت کی لذت حاصل ہوگی -	اس کا تخیل خمیر چلا - ہر شراب میں
<p>ترجمہ - اے صوفی صافی بچہ شراب منع نہ کر کہ حکیم نے ازل میں ہماری طینت کو شربط صاف سے بنایا۔ مطلب یہ کہ حکیم مطلق تخیل بنا وقت ہماری مٹی میں شربط آبی سے ملا کر اب شربط جو ہماری شربط اور طینت میں جو ملا سکے نہیں چڑھ سکتے بچہ شراب سے منع کرنا سوداگر نہیں کارخانہ جو ہماری عشق پر اور اس کا خمیر تو عشق پر ہے اس کو اس کے عشق ممکن نہیں</p>	
مطلب یہ کہ اگر خدا تجھے پرہیزبان ہو تو بہشت و دوزخ کی پرواہ نہ کر -	
<p>غزل (۶۳)</p>	
۱ اسی سحر آرا نگہ یار کجاست	منزل آن مہ عاشق کش عیار کجاست
۲ شربت تازست مرہ وادی یمن و مدینش	آتش طور کجا و عدا دیدار کجاست
۳ ہر کہ آمد بجان نقش خرابی دارد	دو خرابات پیر سید کہ شیار کجاست

کہا میں اس حیات ضرور آب بقا	بقا کا ذکر کیا اس جہان فانی میں
<p>ترجمہ - وہ شخص اہل بشارت ہے جو اشارہ کچھ نکات تو بہت ہیں مگر اسرار کا واقف کہاں ہے۔</p> <p>بشارت - بالضم دکر - بمعنی خبر خوش - ان معنوں میں بشارت پر یہ غلط ہے</p> <p>مطلب یہ کہ اشارہ اور بشارت ہیں مگر کوئی سمجھ کر ان کو لے کر ان اشارہ کو سمجھ کر بشارت نہیں دیتا۔</p>	
ہر کس شہسارہ راز است و گرنہ	اس باجمہ راز است کہ معلوم خواہ است
<p>مرزا غالب نے پہلی سی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔</p>	
واقعہ نہیں تو ہی نواہے راز کا	در نہ بیان چہ پڑے ہی سہ سراز کا
<p>(۵) ترجمہ - میرے ہر سرو کو تجھ سے نزاروں کام ہیں - ہم کہاں اور کیا کر رہے ہو وہ گویا - اچھا کہاں ہے۔</p> <p>مطلب یہ کہ ناز مجھ پر تیرے عشق سے منع کرتا ہے مگر اس کی پیروی نہ کروں گا مجھے یہ کہہ کر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میری دل و جان کو تجھ سے نزاروں کام ہیں۔ اور میرا بال بال تیرے لطف و احسان کا زیر بار ہے۔ اور نہ بھلاؤں اور نہ بھلاؤں کا کیا کیا کاغذ و قلم۔</p> <p>(۶) ترجمہ - خستہ جان عاشق تیرے فراق کو غم کو درد میں جل گیا تو بالکل نہیں چھٹا کہ وہ غمخوار عاشق کہاں ہے۔</p> <p>غمخوار - یعنی غم کا بیوا لا انگین (نہ بمعنی ہمدرد) - امیر معانی اسی مضمون میں ایک قصہ اور آگے بڑھ گئے۔</p>	
در دہی تھا دل چار کا غمخوار قدیم	اب ستور ہے کہ وہ بھی نہیں مہر سان ہوتا
<p>(۷) ترجمہ - شراب و مطرب - بھول سب مہیا ہیں لیکن - بغیر معشوق کے عیش میا نہیں ہو سکتی معشوق کہاں ہے۔</p> <p>مطلب یہ کہ سمان عیش و عشرت تو مست ہو۔ مگر بغیر معشوق کے کبھی کسی چیز کا لطف نہیں آتا۔ اگر عشق پا رہے تو کل دل سے حظ اٹھائیں معشوق کے بغیر بہشت ہی دوزخ ہے۔</p>	
جب ہی جو نہیں سہل نہ داور شتر	جو نہ تیا مجھ دوزخ میں تو احسان ہوتا
<p>شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔</p>	
ہند کردیم کہ بے دوست ہمارے دریم	بے تماشہ کردشش تماشہ نردیم
بوستان خاد عیش است چہ کوئی نشا	تا مہیا شود عیش ہمارے دریم
<p>نعمت خان عالی کا شعر ہے۔</p>	
بے تو گر تماشہ گلستان کردم	بچہ گل دامن خود پر ز گریں کردم
<p>عاشقان حتی بھی بہشت کی چور و انہار۔ کوثر و استجار اور گل و انار پر تان نہیں آئے بلکہ شاہ مجذوب حقیقی کا یہ شعر ہے۔</p>	

<p>آریا پشیمانی چن ز تو نو اہم (عربی) اور سیمہ دو رخ نہ گزرت باغ اہم را</p>	<p>ترجمہ عقل دیو ہو گئی وہ شکس استوی کی خوشبودالی ہر بیکر کن دس چھ کن گزرتا مشوق کا بیکر کن سبب سلسلہ مشکس یعنی زلف غنبریں دیوانو کو بانڈا کیلئے و زنجیر کھینچ رہی سلسلہ عقل دیوانو کیلئے و زنجیر زلف کی خوشبودالی کی</p>
<p>دل کا اسکی زلف کو گیر میں الجھا</p>	<p>ایھا ہوا دیوانو آقا زبیر میں الجھا</p>
<p>دوسرے صرغ کا مطلب یہ کہ دل ہم گنارہ کشن ہو گیا البس کی سبک گوشتہ ابرو مشوق کو دیکھ وہاں ہو گا۔</p>	<p>(۹) ترجمہ میراد عبادت گاہ اور شیخ کی صحبت مٹول ہے مشوق ترسنا چہ کدھر ہے اور میخانہ کہاں ہے۔</p>
<p>یار ترسنا چہ میخانہ بادہ فرودش مراد ہے۔</p>	<p>(۱۰) ترجمہ اے حافظ بادہ فراس باغ جہاں میں زنجیدہ ہو مگر معقول کہ بچو لہ غیر کا ٹٹوں کے کہاں ہے۔</p>
<p>فکر معقول لہذا یعنی ذرا غور سوچ عقل سے کام لے۔</p>	<p>مطلب یہ کہ باغ دہر میں اگر خزاں لے تو بچیدہ نہ ہو۔ سوچ تو سہی کہ کانٹوں کی لہیر پھول کہیں ہوتا ہے۔</p>
<p>کدام باد بہاری و زید در آفاق</p>	<p>آریا ز در شمشیر آفت خزاں سیست</p>

نزل (۷۴)

<p>۱ خواب آن مرغس قتاں تو بی چیز نیست</p>	<p>۱ تاب آن نلف میشتاں تو بی چیز نیست</p>
<p>۲ از لبث شیر رواں بود کہ من می گھتم</p>	<p>۲ کایش کر گو شکداں تو بی چیز نیست</p>
<p>۳ چشمہ آب حیات ست دمانت اما</p>	<p>۳ زیر لب چاہ زخداں تو بی چیز نیست</p>
<p>۴ جان من باو فدائے تو یقین مہیا انم</p>	<p>۴ در گمان ناوک شرکاں تو بی چیز نیست</p>
<p>۵ مبتلائی لغم و محنت و لذتہ و فراق</p>	<p>۵ ای دل میں نا اہل افغاں تو بی چیز نیست</p>
<p>۶ دوش باد از سر کویت بگلستان بگشت</p>	<p>۶ ای گل این خاک گریاں تو بی چیز نیست</p>

در دشت ارچہ دل از خلق نہاں مہیاد
 حفظ ایں دیدہ گریاں تو بی چیز نیست (۷۴)

(۱۱) ترجمہ ستیری تہستان کی نیلہ نامی غلت نہیں اور ستیری زلف پریشان کا ہم باوجود نہیں۔

نشان - بفتح و تشدید فوقانی فتنہ انگیز - مطلب یہ کہ تیری فتنہ انگیز آنکھوں کی مستی (خواب لودگی) اور زلف پریشان کیے سچ و قاب بلا وجہ نہیں - یہ ضرور عاشق کو بے خود کرے گا - اور اس کو ال کو گرفتار -
(۲) ترجمہ - اچھی تیری بوسہ دودھ ٹپکتا تھا - کہیں کہتا تھا - کہ شکر تیرے مکداں کے گرد بے سبب نہیں -
یعنی تو اچھی بچہ تھا - کہیں نے سمجھ لیا تھا کہ رع

ان فتنہ ہر اور کے وزقیامت ہو گا

دہن کو نمکدان اور بیوں کو شکر کہا ہے۔ ماضی ماضیوں کیلئے دیکھو شعر الف ۷۔

(۳) ترجمہ - تیرا دہن آب حیات کا چشمہ ہے۔ لیکن زیر لب تیرا چاہہ زرخیزان بھی بیوجہ نہیں۔
یعنی عاشق کیلئے تیرا دہن آب حیات کا چشمہ ہے مگر اس چشمہ کا راہ پر خطر ہے۔ کیونکہ چاہہ زرخیزان اس میں عاشق ہے۔ دیکھو شعر الف ۵۔

(۴) ترجمہ - میری جان تجہ پر قربان ہو۔ مجھ یقین ہے۔ کہ گمان میری تیری پاکوں کے تیرے سیکار نہیں ہیں۔
یعنی تیری گمان ابر میں تیرے تر گان سے سیکار نہیں۔ عاشق کشتی پر تیار بیٹھو میں (اور خواجہ صاحب نے پہلے ہی جان بکادے ہیں)

(۵) ترجمہ - تو غم محنت اندوہ اور بھر میں مبتلا ہے۔ اے دل تیرا نالہ و فغان مضمحل نہیں۔

خواجہ صاحب فرمایا کہ ہمارا مال و فغان بلا وجہ نہیں ہے۔ غم بحر میں مبتلا ہیں۔ اس لئے مال و فغان یاد کرنے پر مجبور ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ کل ہوا تیر کو چہ سوا باغ میں گئی۔ اے بھول تیرا چاک گریبان بلا وجہ نہیں۔
پہلے مصرع میں مخاطب معشوق اور دوسرے مصرع میں خطاب گل ہے۔ کوشت کی جگہ اگر کوئی پڑھا جائے تو ترکیب
زیادہ واضح ہو جائیگی مطلب یہ کہ کل کو چہ معشوق ہے اور ہوا گلشن میں گئی اور چونکہ معشوق کی زلف عنبرین کی
خوشبو ساتھ اڑا لیگی تھی۔ اس خوشبو کو چہ سوا بھول سودا زلف میں دلوایا ہے اور چاک گریبان کرنے لگا۔ یہ
ظاہر ہے کہ بھول کو چاک گریبان کا موجب ہوا ہے۔ یعنی ہوا غنچہ کو شکستہ کر کے بھول ساتی اور انکی چٹا لوی کی گرو کو بولتی مگر زیادہ
صاحب نے وجہ اچھی بیان کی ہے صنعت حسن تعلیل ہے۔

(۷) ترجمہ۔ اگرچہ درد عشق کو دل لوگوں کے پوشیدہ رکھتا ہے۔ مگر اے حفاظِ تیری دیدہ گریاں ملا وجہ نہیں۔ مطلب یہ کہ اگرچہ دل ضبطِ راز کرتا اور درد عشق کی بقیہ رازی کو نوپنر ظاہر نہیں دیتا۔ مگر بھری گنجوں کی شکستہ رازی رازِ عشق کا انشاء کر دیا ہے۔ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر کسی درد رازی کی بھی توفیر کوئی وجہ ہوگی خواہ بڑا خوب و آمدیدہ کی غمازی کے متعلق کہتے ہیں۔

وگرنه عاشق و معشوق را از دارانند

ترا احبا و مرآب ویدہ شدیم ساز

اسی مضمون پر ہے۔

الغف کا راز ان سے چھپا تو تھا اگر
آنسو تھامہ دیدہ ترسی نکل گیا

غزل (۷۵)

دیکھیں دوش کہ سرست نہ خراماں میرفت	۱	جام می برکت و در مجلس رندان میرفت
چوں بچہ گشتش ای مو سنج سبز من	۲	سخت میگفت دل آزرده پریشان میرفت
نقش خوارزم و خیال لب چوں می بست	۳	باز اراد گلہ از ملک سلیمان میرفت
میشد آکس کہ چو او جان سخن گشت شناخت	۴	من محمدیدم و از کالبدم جبا ان میرفت
گفتم اکنون سخن خوش کہ بگوید با ما	۵	کاس شکر لعل خوشگوی سخن ان میرفت
لایسار نمودم کہ مرو سونداشت	۶	ز آنکہ کار از نظر رحمت سلطان میرفت
پادشاه از کرم از سر جوشش بگذر	۷	چہ کند سوخته از غایت حرماں میرفت

چوں بغداد آن نعم از دیدہ حفا غائب

(۸)

(۸)

اشک ہموارہ زر خسار بد اماں میرفت

اس غزل میں غائب صاحب کے کسی سخن فہم دوست کے سفر پر جا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ مگر انداز بیان۔ الفاظ کی شست اور ترکیب غائب صاحب کی معلوم نہیں ہوتی اور غزل الحاقی نظر آتی ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اور صاحب نے شمس سخن کی ہو۔ اور غزل صاحب کے دیوان میں غزل کو جگہ دی ہو۔ چنانچہ مطلع کی مختلف نسخہ دیکھو۔

دیکھیں دوش کہ سرست و خراماں میرفت	۱	جام می برکت و در مجلس رندان میرفت
بچہ جان از برم آن سر و خراماں میرفت	۲	تغیر شدہ از بندہ گریزاں میرفت
یار ماہ ہیر دمن بادل گریاں میرفت	۳	متغیر شدہ از بندہ گریزاں میرفت

(۱) ترجمہ۔ میں نے اس کی دیکھا کہ سرست اور خراماں جاتا تھا۔ جام شراب بھریں تھا اور مجلس رندان میں جا رہا تھا۔

(۲) ترجمہ۔ جب میں نے اسے کہا۔ کہ امیر پر آگے آگے۔ تو سخت باتیں کہیں اور دل آزرده و پریشان چلا گیا۔

(۳) ترجمہ۔ نقش خوارزم اور خیال کنار دریا چوں باندہ تھا۔ ہزار ہا شکوہ دیکھتا ہے تاکہ ملک سلیمان سے جاتا تھا۔

خوارزم - ترستہ ان کا ایک حصہ جواب چھوڑا ہوا ہے۔
یعنی دریائے جیل اور خوارزم کی طرف جانے کا ارادہ تھا۔ اور سلیمان (یعنی ہمارا بادشاہ) کو ملکہ سے بڑی فائدہ پہنچا رہا تھا
(۱۷) ترجمہ - وہ شخص جا رہا تھا جس کی طرح اور کوئی جان جن کو نہیں سمجھتا تھا۔ یہ دیکھ رہا تھا اور جاکر جو کچھ ہو کھل
ہو کھلی۔ یعنی کوئی اور شخص اس جیسا محض نہیں تھا۔ اس کے جانا دیکھ کر میری جان کھل رہی تھی۔
(۱۸) ترجمہ - میں نے کہا کہ اب ہم سو اچھی باتیں (شیریں سنہنی) کون کریں گے کیونکہ وہ شیریں لہجہ والا خوش گوشت خندان
تو جا رہا تھا۔

(۱۹) ترجمہ - بہت چالوسی کی۔ کہ نہ جا۔ کہ فائدہ نہ ہوا۔ کیونکہ بادشاہ کی نظر رحمت کو کام ہو رہا تھا۔
(۲۰) ترجمہ - اے بادشاہ مہربانی سے اس تصویر سے درگزر کر دیکھا کرو۔ کہ نہایت محرومی کو جو یہ سچا کر جا رہا تھا ہے۔
ملک سے کہ بادشاہ وقت کے دل میں اس شخص کی طرح کوئی گذر ہو اور وہ اس سے ملے اور اس کو سچا کر لے کر چھوڑ دے اور خود
ساحباں کی طرف سے معذرت کرتے ہوں۔
(۲۱) ترجمہ - جب وہ معشوق حافظ کی آنکھوں سے غبار بچ گیا تو آنسو لگا کر اس کو خسار و دامن میں گرے شروع ہو گئے۔

نزل (۷۶)

۱	بکچ میکہ و خانہ ارادت	۱	ہر آن خستہ نظر کز بی سعادت
۲	رموز غیب کہ در عالم شہادت	۲	ز رطل در دشت کشف کرد سالک راہ
۳	ز فیض روح قدس نکتہ سعادت	۳	بیا و معرفت من شنو کہ در سخنم
۴	کہ اس معاملہ با کوکب و لا دیت	۴	محو ز طالع مولود من جب ز زندگی
۵	و نقطہ می روشن مگر زیاد دیت	۵	ز ماہ و بطرز دیگر بر آمدہ
۶	چرا کہ کار من خستہ از عباد دیت	۶	مگر بجز کو شد طیب عینی و دم

(۷۶) ہزار شکر کہ حفظ از راہ میکہ و دوش
(۷۷) بکچ زاویہ طاعت و عباد دیت

(۱۱) ترجمہ - وہ مبارک نظر آدمی جو سعادت کے بچ گیا۔ وہ بکچ میکہ اور خانہ ارادت میں گیا۔

یعنی غالب سعادت کو چاہے کہ وہ کچھ نیکو اور نماندہ امارت میں اپنی شراب عشق اور ساقی سالک کی پیروی کے بغیر حصوں سعادت ناممکن ہے۔ ارادت بمعنی ارادہ کرنا۔ مرید ہوتا۔

اوریں ہر جزو دانی نرفت۔

اُم اس شد کہ دنیا را عی نرفت

(۲) ترجمہ۔ سالک اپنے میزبانوں کے پیمانہ آسمانی کشف کے۔ وہ غیب کے بھید جو عالم شہاد میں ظاہر ہوئے۔

مطلب یہ ہے کہ عالم غیب کے اسرار جو عالم شہاد میں عینی عالم بالا جنہ بھید ظاہر ہوئے۔ ان کا کشف عشق کو ہر دو نے جامِ موی کی برکت سے کیا ہے۔ گویا سالک جس قدر کشف ہوتا عشق کی برکت ہوتا ہے۔ دیکھو شعر (۵۶)

(۳) ترجمہ۔ آاد میری معرفت (کی باتیں) اس کے میرے کلام میں۔ روح القدس کے بغیر جو نکتہ سناں داخل ہے۔

روح القدس۔ قات دوالہ ہر دو تنوم۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ وہ روح جو حضور عیسیٰ علیہ السلام

پنازل ہوئی تھی حضرت جبرائیل علیہ السلام کو... روح الامین بھی کہتے ہیں۔ روح اعظم اور روح مکرم ہی کہتے

ہیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لایا کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ میرے کلام میں روح القدس کے الفاظ ایک خاص صفت پیدا ہو گئی ہے۔ آاد میں ان نکات معرفت میں۔

یہاں خواجہ صاحب نے لسان الغیب ہونے کا خود دعویٰ کیا ہے۔

مرزا غالب خواجہ صاحب کے ہی بڑے گرو میں فرماتے ہیں۔

پاتا ہوں میں دلچسپی اپنے کلام کی

روح القدس اگر میرا ہجر با نہیں

(۴) ترجمہ۔ میرے طابع ولادت سے سوارندی کیچہ نہ ڈھونڈھ۔ کہونکہ یہ معاملہ کو کو ولادت سے ہوا ہے۔

مطلب یہ کہ میری ولادت کے سارہ میں ہی زندگی یعنی میرے نصیب میں ہی روزِ ازل سے زندگی لکھی ہے۔ اسلئے اس سے ہوا

زندگی اور کسی چیز کی مجھ سے توقع نہ رکھ۔ دیکھو شعر (۵۷)

(۵) ترجمہ۔ صبح کو تونی طرز میں آیا ہے۔ شاید مے دوشین کا وظیفہ تجھ بھول گیا۔

دوشین۔ منسوب بہ دوش۔ کل والا۔ یعنی آج تیری غرض زالی معلوم ہوتی ہے شاید کل والا شراب

تجھ بھول گیا۔ مے دوشین سے روزِ میثاق کا ایجاب قبول مراد ہو سکتا ہے مطلب ہو گا کہ روزِ است کا بھی وعدہ

واقرا یہ یاد کر اور عاشق کو محروم دیدار نہ رکھ۔ بعض شاعریات کو لفظ منفرد قرار دیکر یہ معنی بھی لکھتے ہیں۔

آج تیری طرزِ زندگی معلوم ہوتی ہے شاید مے دوشین کا در معمول سے زیادہ ہو گیا کہ ع

ہنوز چشم مست از رخا دارد

(۶۱) ترجمہ - ہاں اگر وہ عیسیٰ دم طیب معجزہ سے کوشش کرے کیونکہ مجھے مستہ جان کا کام عیادت سے بڑھ چکا ہے۔ عیادت - کبیر - الفتح غلط ہے - بیمار پرسی - مطلب یہ ہے - کہ لب محولی بیمار پرسی اور معمولی علاج و معالجہ سے مریض عشق کی جان نہیں بچ سکتی - کیونکہ حالت ابتر ہو گئی ہے - ہاں اگر وہ عیسیٰ نفس طیبہ معجزہ سے عاشق خستہ جان کو زندگی بخشنے - تو کچھ امید ہو سکتی ہے -

(۶۲) ترجمہ - ہزار شکریہ کہ حافظ شہر آشوب کے راستہ کل گوشہ طاعت عبادت کو کوئے میں پہنچ گیا مطلب یہ ہے کہ حافظ براہ میخانہ یعنی شراب کی سیلہ گوشہ عبادت میں پہنچ گیا - گویا شراب عشق کو عبادت کا ذریعہ بنایا ہے - یعنی گوشہ عبادت میں پہنچنے کیلئے براہ میخانہ سے ہو کر جانا ضروری ہے -

اگر پہلے مصرع میں زراہ کی جگہ براہ اور دوسرے مصرع میں کنج کی جگہ زکین پڑ جائے - تو یہ مطلب ہوگا کہ شکر ہے کہ کل حافظ کنج عبادت طاعت کو چھوڑ کر براہ میخانہ کی طرف گیا یعنی زہ خشک کہ چھوڑ کر براہ عشق اختیار کیا

نخل (۷۷)

نخمی کہ ابروی شوخی تو در کمان انداخت	۱	بقصد جان من زارہ ناتوان انداخت
شراب خورده و خمی کردہ کی شدی بچمن	۲	کہ ابروی تو آتش در افغان انداخت
بیک کرشمہ کہ ز گس بخود فروسی کرد	۳	فریب چشم تو صد فتنہ در جهان انداخت
ز شرم آنگہ بروی تو سبتش کردند	۴	سمن بدست جدا خاک دمان انداخت
بزم نگاہ چمن دوش مست بگذر شتم	۵	کہ از دمان تو ام غنچہ در گمان انداخت
بنقشہ طرہ مفتول خود گرہ نمیزد	۶	صبا حکایت زلف تو بریان انداخت
کنون بآب می غسل خرقہ میشویم	۷	نصیبہ ازل از خود نمیتوان انداخت
نبود رنگ دو عالم کہ لعلش الفت بود	۸	زمانہ طرح محبت این زمان انداخت
من از در می مطرب ندیدم ہرگز	۹	ہوای چکاغم در این زمان انداخت
جہاں کام دل کنوں نشود کہ دور زمان	۱۰	مرا بہ بندگی خواجہ زمان انداخت

(۱۱) مگر کنشایش حافظ دریں خرابی بود
(۱۲) کہ قسمت از لعلش در می مخاں انداخت

(۱) ترجمہ - وہ تیری شمع ابرو سے لگان میں ڈالے گی۔ مجھ نے ادا تاقین کی زبان کے ارادہ پر ڈالنا ہے۔
یعنی تیری ابرو سے لگان کو خم دیا ہے کہ مجھ نے تو اس پر تیرا انداز کر کے تیرا بے وقت لگان کو تیرے خم دیا جاتا ہے
کثیر کی طاقت اور طر مسافت زیادہ ہے ابرو کو بوجہ خمدار ہونے کے لگان کو تشبیہ دیتی ہیں۔

(۲) ترجمہ - شراب پی کر اور پسینہ میں تیرے ہر کوکب باغ پر گیا۔ کہ تیری ابرو نے ارغوان آگ لگادی۔
ارغوان سرخ رنگ کا پھول ہوتا ہے اسلئے مشتوق کی چہرہ تشبیہ دیتی ہیں۔ شراب پی کر خسار و کا رنگ سرخ ہو
جاتا ہے۔ اور چہرہ پر پسینے کے قطر اس طرح معلوم ہوتے ہیں۔ کہ پھول پر شبنم پڑی ہے۔

آزادہ برالہ فروز آمدہ جنگام محسوس
راسدہ عارض کھنڈن عرق دہ یار

مشتوق عرق کردہ خسار کو دیکھ کر ارغوان ہی آتش حسد سے جل گیا۔ ابرو یعنی رونق چہرہ کی شگفتگی۔
لفظ ابرو (آب) میں چہرہ پر پسینے کے قطر و کسٹھ ہی شاد پانی کی آگ لگائی جاتی ہے یہاں خواہہ سانسے پانی
آگ لگادی ہے۔ اعجاز سخن ہے۔

(۳) ترجمہ - ایک شہر پر جو زکس نے خود فروشی کر کیا۔ تیری آنکھ کو فریستہ سینکڑوں قند جہاں میں پاکر دے
خود فروشی۔ لوگوں کے سامنے اپنی بادشاہی کی تعریف کرنا۔ خود ستائی کرنا۔ زکس کو چشم مشتوق تشبیہ دیتی
ہیں۔ خواہہ صاحب فرما ہیں کہ زکس نے خود فروشی سے یعنی خود ستائی کو جو جہاں تیری چشم سے نسبت کیو جہ
سو ایک کرشمہ ہی کہا جاتا تھا۔ کہ تیری آنکھوں کے مقابلہ پر تمام جہاں فتنہ برپا کر دیا۔ یعنی اس کے ایک کرشمہ کے مقابلہ
میں تیری آنکھوں نے صد ہا کرشمے کئے اور صد ہا دلوں کو دلاہ و شیدا بنایا۔

(۴) ترجمہ - اس شہر کے لوگوں نے تیرے خسار و اسکی نسبت کی۔ حسن نے صبا کی باتہ سے اپنی منہ میں مٹی ڈالی۔
یعنی جنبی کو جب معلوم ہوا کہ لوگ تیرے خسار و تشبیہ دیتی ہیں تو وہ سخت شہر منہ ہوئی کہ مجھ کو ساتھ کیا نسبت ہو اور
اس شہر منہ کی میں منہ میں خاک ڈالی کہ تو بے سرح۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔
بھول کے اندر جو گرد سی نظر آتی ہو۔ ممکن ہے اس گرد کی طرف اشارہ ہو۔ اور حسن تحلیل ہو۔

(۵) ترجمہ - میں کل بزم جمین میں مست ہو کر گذرا۔ کیونکہ غنچہ زچہ تیری دہن کے لگان میں ڈال دیا۔ سرت
یعنی میں کل باغ میں جا رہا تھا کہ غنچہ کو دیکھ کر تیری دہن کا لگان ہوا اور اس خیال میں مست ہو گیا۔ غنچہ کو بوجہ نرا
اور ناشگفتگی (یعنی تنگی دہن) کے دہن مشتوق تشبیہ دیتے ہیں۔

(۶) ترجمہ - بونفہ اپنا طرہ پیش کر کے لگا رہا تھا کہ صبا تیری زلف کی حکایت دہریاں ڈالی۔

بغفشتہ - بفتح اول و ہم تون مشہور گہاس کا۔ جو بطور دوا استعمال ہوتا ہے۔ اسکا پودا بہت پست اور اسکی شاخیں نہایت باریک ہوتی ہیں۔ اسکا پھول (گل) بغفشتہ کہو درنگ ہوتا ہے۔
مفتول - پیچیدہ۔ ابریشم یا کلا تون کا پیچہ ارتار۔ مطلب یہ کہ بغفشتہ اپنی پیچیدار زلفوں کو گرہ لگا رہا تھا۔ یعنی خم دے رہا تھا۔ اور انہیں سنوار رہا تھا۔ کہ اتنی میں باد صبا آئی اور تیری زلفوں کی باتیں کرنے لگی۔
(جب بغفشتہ شرمزہ ہو گیا کہ جہاں اسکی زلفوں کی حکایت ہو وہاں میر طرہ کا کیا ذکر ہے بغفشتہ کی شاخیں بال کس طرح باریک ہوتی ہیں۔ اسکی زلف بھی تشبیہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب باد صبا آئیگی۔ تو بغفشتہ کی شاخیں خود بخود پریشان ہو جائیں گی۔ اور اسکے طرف کے خم اور گرہیں خود بخود کھل جائیں گی۔ مگر خواجہ صاحب نے بغفشتہ کو ہوا سے پریشان ہونے کی وجہ نہایت اعلیٰ بیان کی ہے۔ حسن قلیل ہے۔

(۷) ترجمہ - اب میں شراب سرخ کے پانی سو فرقتہ دیتا ہوں (کو کہ) قسمت ازل کو اپنے آپ نہیں ہٹا سکتا۔ مطلب یہ کہ میں فرقتہ کو شراب سے رنگین کرتا ہوں۔ یعنی زہد و دوع پر عشق کو ترجیح دیتا ہوں اور چونکہ میری قسمت میں بد قسمت ہی عشق لکھا ہوا ہے۔ اسلئے اب میرا کچھ اختیار نہیں ہے۔ میں مجبور ہوں اور خواہ لوگ میرا اس فعل پر اعتراض ہوں۔ میں ضرور فرقتہ کو شراب سے بوڑا لوں گا۔ (ناکہ ریا کے دے ہے اس لباس سے دور ہو جائیں)
(۸) ترجمہ - دو لہجہ اذن کار رنگ نہیں تھا جیکہ نجات کا نقش موجود تھا۔ زمانہ بنیاد محبت کہ آج نہ ہڈی الی۔ مطلب یہ کہ خلقت عالم سے پہلے ہی عشق موجود تھا۔ کوئی نئی بات نہیں شعر الف لامین ہو چکا کہ خلقت عالم کا باعث ہی عشق ہوا تھا۔

نظر بانیکو اس رمیست معبود	(سجدا)	نہ این بدعت من بر آوردم بعالم
الفاظ رنگ و نقش کی رعایت ظاہر۔		
آن دم کہ زہر دو کوں آثار نبود	بر لوح وجود نقش اغیار نبود	
مستوۃ عشق دماہمے بودیم	در گوشتہ خلوتے کہ دیار نبود	

(۹) ترجمہ - میں پرہیز گاری کی وجہ سے شراب و مطرب دیکھتا ہی نہیں تھا۔ مگر بچوں کے عشق سے مجھ پر اس میں اور اس میں ڈال دیا۔
وہ - بفتح - پرہیز گاری بفتح و اذ و کسر پرہیز گار۔ اس و ان کا اشارہ مطرب کی کس طرح - خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے مطرب کا کبھی خیال ہی نہیں کیا تھا۔ مگر عشق نے مجھ کو مجبوراً اسطرح مائل کیا کہ میں زنا عابد بن گیا۔ اس سے بھی ایک نکتہ بیان کیا ہے۔

مکمل کو تادم مزید دیا تھی مگر اس کا نام	دشمن کے اہل قدامت کا قریب سے
---	------------------------------

(۱۰) ترجمہ۔ جہاں اب میر دل کے صرب مراد ہو جائیگا۔ کیونکہ دور زمانہ نے میری خواجہ وقت کی بندگی میں ڈال دی۔
 یعنی کہ میں خواجہ وقت کی بندگی اختیار کی تھی اس کا غلام ہو گیا ہوں اس لئے اس کا صرب مراد ہو گیا خواجہ زمانہ
 سے مراد ممدوح۔

(۱۱) ترجمہ۔ شاید حافظ کی کٹاؤں اس کی خرابی میں تھی کہ قسمت زلی نے اس کو مٹے مٹا دیں۔
 خرابی ہوا تو مٹا دیں اور عشق کی ظاہری خرابی ہے مطلب یہ کہ لڑائی ہوئی میرے نصیب میں اب لگی ہوئی ہے۔
 کہ اسی خرابی میں میری بہتری ہے حقیقت حال یہی ہے کہ اصل معنوی اسی خرابی میں ہے۔

عاشق کی ہمت کو بوجھ کر جان	ازاد کی ہمت کو بوجھ کر جان
----------------------------	----------------------------

غزل (۷۸)

۱	دشمن از پر تور و نیلے نیست	۱	مذمت خاک در دست بصری نیست
۲	ناظر وی تو صاحب نظر اند	۲	بگریوی تو در پی سہری نیست
۳	شک نگاہ من از سرخ بر آید عجیب	۳	خجل از کردہ خود پر دہوری نیست
۴	مگر کیں بچستہ چہ بندی کہ زمہ سر	۴	بر میان دل و جانم کمری نیست
۵	تا بدمین نشیند ز سیمت گردے	۵	سپیل اشک از نظرم بر بند می نیست
۶	نادم از شام سر زلف تو ہر جانز ند	۶	باصبا گفت و شنیدم سہری نیست
۷	من ازین طالع شوریدہ بر جسم ورنہ	۷	بہرہ مند از سر کویت و گری نیست
۸	از خیال لب نوشین تو امی خستہ نوش	۸	غرق آب و عرق اکھوش گری نیست
۹	آب چشمم کہ بر و مذمت خاک در گرت	۹	زیر صد مذمت او خاک در می نیست
۱۰	از وجود آن قدم نام و نشانیت کہ ہست	۱۰	ورنہ از ضعف و رانجا اثری نیست
۱۱	شیر در باد یہ ہستی تو رو باہ شود	۱۱	آہ از سہرا کہ در وی خطری نیست
۱۲	ز من دل شدہ از دست تو فون جگرم	۱۲	از غم عشق تو یرون جگر می نیست
۱۳	از سر کوی تو رفتن تو انم گامے	۱۳	ورنہ اندر دل بیدل سفری نیست

<p>تو خود اسی متعلہ نشندہ چہ داری در سر صلحت نیست کہ از پرده بر دل افتد راز</p>	<p>۱۳ کہ باب از حرکات جگر می نیکو نیست ۱۵ در نہ در پس زندان قبری نیکو نیست</p>
<p>(۱۴)</p>	<p>بجز این نکته کہ قطار تو ناخوشنود است (۱۶) در سراپای وجودت ہنرمی نیست</p>
<p>یہ غزل خواجہ صاحب کی مشہور ترین غزلوں میں ہے اور حقیقت یہی ہے کہ "نصیحت کہ نصیحت کو در دین بناکراتی لمی غزل لکھنا اور اس شیریں بیانی اور قادر الکلامی سے لکھنا خواجہ صاحب کا ہی حصہ ہے نصیحت کہ نصیحت پرہیز شعر آئے بھی غزل لکھو ہیں۔ گو جس طرح خارستان اور بہارستان وغیرہ شیخ سعدی کی گلستان کا جواب ہو سکیں۔ خواجہ صاحب کی یہ غزل ہی اپنی نظیر آپ ہے۔ مرزا صاحب نے بھی اسی لین اور قافیہ میں ایک غزل</p>	
<p>انچو عوم سفر ہند کہ در ہر دل بہت</p>	<p>رقص سودا تو در ہج سحر گیت کہ نصیحت</p>
<p>عمر خیام کی یہ ایک باغی اسی طرز میں ہے ممکن ہے وہ رباعی خواجہ جائق کے زیر اثر ہو۔</p>	
<p>پرخون نہ فراق جگر می نیست کہ نصیحت بالکہ نداری سر سوداے کے</p>	<p>شیرا تو صاحب نظر نصیحت کہ نصیحت سودا تو در ہج سحر گیت کہ نصیحت</p>
<p>(۱۱) ترجمہ۔ تیری رسا کی پر تو سر کوئی ایسی نظر نہیں جو روشن ہو تیرے دراز لکھا کا ادا کوئی ایسی نہیں جس پر مطلب ہے کہ محبوب مطلق کی حد کا پر تو جس تمام کائنات کی نگوں کو بنام مخفی ہو اور تمام روشنی کا منبع اسی کا خورشید جمال عاشق و معشوق کی خاک سرمہ چمکے ہیں اسلئے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایسی آنکھ نہیں جس پر تیری خاک کا سرمہ یعنی جس پر تیری خاک سرمہ نہ بنایا ہو۔ گویا تمام عالم کو بصیرت تیری ہی مٹی مٹی ہو اور تمام عالم تجھ پر عاشق اور تیری خاک کو سرمہ چھینتا ہے۔</p>	
<p>(۱۲) ترجمہ۔ تیری چہرہ کو دیکھنے والے تو صرف اہل نظر ہیں۔ لیکن تیری لطف کا خیال کوئی ایسا نہیں جس میں ہو۔ یعنی تیرا دیدار تو بیشک محض تیرے والد کو حاصل ہوتا ہے۔ مگر تیرا عشق اور تیری دیدار کا شوق تو ہر ایک شخص میں ہو ہے اس میں شک نہیں کہ تمام جہاں محبوب حقیقی پر عاشق ہے۔ البتہ مشاہدہ ذات حرمین کو گو کہ نصیب ہوتا ہے جو روشن ضمیر ہو سکتے ہیں۔</p>	

ابا آنجہ دیدہ ایم نہ دیدہ بستر و نظارہ جهان تو عام است تمام نیست

(۳) ترجمہ یہ میر چغل آنسو اگر سرخ ہو کر نکلا تو کیا عجیب کوئی پردہ در (غازہ چغل) ایسا نہیں ہے کہ در پستان نہ ہو۔ خواجہ صاحب عشق میں لہو کا آنسو دے رہے ہیں اور اپنے آنسو دل کے غول میں بھرنے کی وجہ سے تپتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے میرے عشق کا راز افشا کیا ہے اور پردہ دہی کی بڑا سلیقہ دیا ہے کہ در پستان ہو رہے ہیں۔

(۴) ترجمہ مجھ پر خستہ جان کے برخلاف تو کمزیر کیوں باندھتا ہے کہ محبت کا کوئی کمر بند ایسا نہیں ہے جیسا کہ او دل کا کمر بند ہے۔ (۵) میان بند و دوسرے مصرعے میں میان بمعنی کمر اور کمر بمعنی میان بند یا کمر بند استعمال ہوا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو مجھ پر ناہم رہا کیوں اور ظلم پر کیوں کمر باندھتا ہے حالانکہ میری دلچسپی کی کمر محبت کمر بند ہے۔ (۶) ترجمہ تاکہ تیری دامن بڑا واسی گرد جمع نہ ہو میری آنکھوں کے آنسو ڈنکا سیانہ کی فی ایسا رستہ نہیں جان ہو۔ یعنی میں اس رستہ سے میلان شک بہتا ہوں اور گناہی رستا چھڑا ہوں تاکہ میری آنکھوں کی گری ہو شکر کی گری نہ ہو چکا اور وہ میں جلنے وقت گرد آکر تیری دامن پر جمع نہ ہو۔

(۷) ترجمہ تاکہ تیری زلف کی سیاہی کا ہر جگہ ذکر نہ کرے جس کا ساتھ کوئی ایسی شخص نہیں کہ میری گفتگو نہ ہو۔ شام۔ یعنی سیاہی عبا کا کام ہے۔ کہ ہر جگہ جاتی اور زلف معشوق کو خوشبو آتا جاتی اور جگہ جگہ پھیلاتی اور معشوق کی زلفوں کی سیاہی وغیرہ کا ذکر کرتی یا اسلئے خواجہ صاف فرماتے ہیں کہ میں میرے باد صبا کو سمجھا رہا ہوں کہ وہ معشوق کی سر زلف کا تذکرہ ہر جگہ جا کر پھیلا کرے۔ عاشق نہیں جانتا کہ اس کے معشوق کا ذکر اور کسی جگہ بھی ہو۔ باوجودیکہ دم زدن کا لفظ نہایت موزون استعمال ہوا۔ شام و سحر کا مقابلہ ظاہر۔

(۸) ترجمہ میں سخت بد و تکلیف میں ہوں۔ دگر نہ اور کوئی ایسا نہیں جو تیرے کچھ سے بہرہ مند نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ ہم خود بد بخت ہیں ورنہ یا تو سب پر مرہبان ہے اور ہمارے سوا سب کے کو دروازے پر بہرہ مند ہوئے۔

ہر من جہاز بخت بداند و گرنہ یار | حاشا کہ رسم جو رہ طریق ستم نداشت

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

باہر مہر و باطنش کس است | کہ کتم خط بخت من اس است

(۸) ترجمہ تیرے لب شیریں کے خیال میں آجیا کی چٹھ کوئی ایسی شکر نہیں جواب غریب و عرق نہ ہو۔ نوش۔ شکر میں لگا رہا۔ انجیات۔ زندگی برباق۔ شہد۔

یعنی شکر باد جو شیریں ہے جس کے تیرے لب کی تیرنی و شکرانی و اس شرم میں سے سینوں پر پسینہ آ رہی ہیں۔

(۹) ترجمہ - میری آنکھوں کے آنسو جو تیری خاک کو زیرِ احسان ہیں۔ کوئی ایسی خاک تو نہیں جو ان کے سدا احسان کی تیرا مطلب یہ کہ میری آنکھوں اور میرے آنسوؤں پر تو تیرے دروازہ کی مٹی کا احسان ہے کیونکہ میں تیری دروازہ کی خاک آنکھوں پر بطور سربہ ڈالتا رہا ہوں اور افشک باری کرتا رہا ہوں۔ لیکن باقی تمام دروازوں کی خاک میرے آنسوؤں کے زیرِ احسان ہے کیونکہ میں افشک باری کر کے ان کی گرد بٹھاتا رہا ہوں۔

(۱۰) ترجمہ - میرے وجود سے جس قدر نام و نشان باقی ہے وہ سب کہہ کروری کا کوئی ایسا اثر نہیں جو دباں موجود نہ ہو۔ مطلب یہ کہ مراد جو دباں نہایت ضعیف ہو گیا ہے اور اب اس کا صرف اتنا نشان باقی ہے کہ وہ موجود محض نہیں ہو گیا اور کہہ کروری کے بلا اتنا میرے وجود میں موجود ہیں۔ یعنی یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ میرا وجود ہی نہیں ہے۔ یہ تو بیشک مگر اس قدر کہہ کروری کہ نہ ہونیکے برابر ہے۔ غالباً اسی ناتوانی کی حد تک پہنچ کر مرزا غالب کہتے ہیں۔

مر گیا صد در یک خیش لب سر غالب ناتوانی ہو حریف دم عیسیٰ نہ ہوا
(۱۱) ترجمہ - شیریں بی تر عشق کی جنگل میں لومڑی ہو جانا۔ آنسوؤں کے کوئی ایسا خطرہ نہیں جو اسے میں نہ ہو۔ یعنی راہ عشق اس قدر پر مصائب و پر خطرات کہ شیریں کو لے آدھی پہلی راہ عشق میں مجھ مصائب و گھبراہٹوں کا بڑاں ہو جائے۔
(۱۲) ترجمہ - حرف میں بیدل ہی تیرا تہہ نہ ہو خنجر جگر نہیں جو تیرے عشق کے غم میں کوئی ایسا جگر نہیں جو پرخون نہ ہو۔
تشریح کیلئے دیکھو شعر (د) (۱۱)

(۱۳) ترجمہ - تیرے کوچہ میں ایک قدم ہی چل کر نہیں جاسکتا۔ در نہ مجھ بیدل کو دل میں کوئی ایسا سنس نہیں جو نہ ہو۔ یعنی میں اس سفر کرنا ارادہ کروں مگر اس قدر ناتوان ہوں کہ اٹھ ہی نہیں سکتا۔ یا یہ کہ کوئی گھر میں نہ رہا سفر کرنا جاتا ہوں لیکن تیرے کوچہ کا ایک قدم باہر جا کر بھی دل نہیں چاہتا اس لئے میں اس سے ہٹ کر نہیں سکتا۔

(۱۴) ترجمہ - اے شعلہ رخشان تیرے سر میں کیا خیال ہے کہ تیری حرکات سے کوئی جگر نہیں جو کباب نہ ہو۔ یعنی اے معشوق تیرے دل میں کیا سمایا ہے کہ تو اپنے ناز و اداسی ہر دل کو زخمی کر رہا ہے اور ہر جگر کو کباب معشوق کو خراب کر رہا ہے سرخ اور رخشان ہونے کے شعلہ سے ہی تشبیہ یا کرتے ہیں اور شعلہ کی حرکات کے کباب ہونا ظاہر۔

(۱۵) ترجمہ - قمر سہل نہ کہ پردہ سے راز باہر نکل جاوے نہ رندوں کی مجلس میں کوئی ایسا راز نہیں (معلوم ہے) مطلب یہ کہ رندوں کو تمام اسرار و رازوں سے واقفیت ہوتی ہے۔ مگر جو کہ اشتیاق و قربت نہیں ہے تو اس لئے وہ اس سے کچھ نہیں بولتے حضرت منصور جلالت کا قصہ عبرت کیلئے کافی ہے تشریح کیلئے دیکھو شعر (۲۵) و (۲۶)۔

لب تموش دہل پر از آواز

ہر دوش فضل سے دور دل راز

عارفان چون جام حق نوشیده اند	راز ہادائے مست و پویشہ راز اند
مرزا غالب نے اسی مضمون پر کہا ہے۔	
مژدہ صبح دریں تیرہ شبانم دادند	شمع کشتند و ز نور شیدانشانم دادند
رخ نشودند و لب ہرزہ سر علم بستند	دل ربودند و دو چشم نگرانم دادند
مولانا حالی مرحوم نے بھی یہی خیال ظاہر فرمایا ہے۔	
کل خرابات میراک گوشہ سی آئی تھی صدا	دل میں سب چلے پھر نصرت گفتار نہیں
اسی مضمون میں سیٹ امتیاز ہے۔	
ہر کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہوں	(غالب) در نہ کیا بات کر نہیں آئی
(۱۶) ترجمہ۔ سو اس نکتہ کو کہ حافظ نے یہی ناخوشی کے لیے جو میں نے کہا ہے اس کے ساتھ ساتھ جو کہ ہے۔	
یعنی تجھ میں جو خیال جو نہیں مگر ایک کمی ہے کہ حافظ کو تو نے ناخوشی کہا ہے اس کی طرف خواہ صاف نے خود ایک حکم فرمایا ہے	
جز این قدر نتوان گفت در حال تو عیب	کہ خال ہر وفا نیست رسمے زیارا
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا مضمون ہے پہلا مصرع بھی ان سے لیا ہے۔	
جز این قدر نتوان گفت در حال تو عیب	کہ ہر بانی از اس طرح دفعہ نے آید

غزل (۷۹)

۱	کسی نیست کہ افتادہ آن زلف و فانیست	۱	در رنگدہ نے نیست کہ واسے نہ ہانیست
۲	رومی تو مگر آنہ لطف الہی ست	۲	حقا کہ چنیں ست بہر معنی ریانیست
۳	ز ابہم تو بہر روی تو ز ہی روی	۳	ہمیش ز خدا شرم و روی تو حیانیست
۴	نرگس طلبد شہوہ چشم تو ز ہی چشم	۴	مسکین خورشید سرد و دیدہ حیانیست
۵	از ہر خدا زلف میارای کہ مارا	۵	شب نیست کہ صد عہدہ بابا و حیانیست
۶	باز آئی کہ بی روی تو ای شمع دل افروز	۶	در بزم حرفان اثری تو وضیانیست
۷	وی می شد و گفتم صنما عہد بجا آ	۷	گفتا غلط ای خواہہ درس عہد و فانیست
۸	ایمان غریبان سبب ذکر جمیل ست	۸	جانا مگر این قاعدہ شد ہر شمانیست

۹	چون چشم تو دل می برد از گوشه نشینان	و نبال تو بودن گنہ از جانب نیست
۱۰	گر میر مغال مرشد باشد چه تفاوت	در هیچ مری نیست کہ سترخی خدا نیست
۱۱	گفتن بر خود شنید کہ من چشم تو رم	دانند بزرگان کہ سزاوار ہما نیست
۱۲	عاشق صحت گر بخورد تیر ملامت	با هیچ دلاور سیر تیر قضا نیست
۱۳	در صومعہ زاهد و در سلوت عابد	جز گوشہ ابروی تو خراب دعا نیست

ای چنگ فردہ بخون دل حفظ

(۱۳)

فکر تگر از عزت قرآن خدا نیست

(۱) ترجمہ۔ کوئی ایسا شخص نہیں جو تیری زلف دو تا کا اسیر نہ ہو۔ اور کوئی راستہ نہیں۔ جہاں بلا کا جال نہ ہو مطلب یہ کہ تمام عالم تیری زلف دو تا میں اسیر ہے۔ اور کوئی راستہ ہی نہیں۔ جہاں جال نہ ہو جہر جاؤ۔ گرفتاری کا خطرہ ہی عشق کی عہ گیری بتائی ہے

(۲) ترجمہ۔ تیرا چہرہ خود لطف الہی کا آئینہ ہے خدا کی قسم یہ کہ ایسا ہے اور اس میں کچھ رو رہا نہیں۔ رو رہا۔ یعنی ظاہر داری۔ منافقت۔ غریب۔ روی اور روی میں نہیں ہے۔

(۳) ترجمہ۔ زاہد مجھ تیری چہرہ کے عشق سے توبہ کرنا نہ کیا عجیب چہرہ ہے خدا کا شرم ہی نہیں اور تیرے چہرہ کی پہلو مطلب یہ کہ تیرا چہرہ اس قدر خوبصورت ہے کہ جو دیکھتا ہے عاشق ہو جاتا ہے زاہد کو تیرا چہرہ دیکھ کر شرم ہی نہیں آتی کہ مجھ پر چہرہ دیکھ کر شرم نہ آتا ہے اور اس خدا کا شرم ہی نہیں ہے کہ خدا کی ایسی صحت (یعنی تیری چہرہ) کو بددعا سے منع کرتا ہے۔ زہر رو۔ میں اگر وہ مشوق کی نظر سے نہ تو زہر کہ تخمیں ہو گا اور اگر زہرے زاہد مراد ہو تو زہر اس قدر استعمال ہوا کہ معنی کا تغیر۔

ازمان ہمن کہ ہوتی ہمن جہر اند (خود) امر بد آن کہ کسی ترا بیتہ صیران نشود

ترجمہ۔ نرگس تیری نگاہ کا شہید طلب ہے (جس کا حاصل لڑا چاہتی) کیا خوب ہے کہ کسی کو سر کا نہیں دے گا نہ کوئی بھی مطلب یہ کہ نرگس کی آنکھ تیری آنکھ کا شیوہ و رشتہ سیکھنا چاہتی ہے مگر چشم نرگس کہاں اور تیری آنکھ کہاں نرگس کی آنکھ میں جہاں نہیں وہ تیری آنکھ کا مقابلہ کبھی نہ کرتی۔ اس تو سرتک کی خبر نہیں ظاہر ہے کہ گل نرگس میں عطر آنکھ ہی آنکھ ہے سر نہیں اور چشم نرگس ہر وقت کشادہ رہتی ہے۔ گویا اس میں جہاں نہیں کیونکہ جہاں چشم آدمی کبھی ہر وقت آنکھ سامنے نہیں رکھتا۔ نہ ہی چشم۔ چہاں شعر کو زہر رو کی طرح ہے۔ چشم نرگس اور نرگس چشم کے متعلق کسی استدلال نے کہا ہے۔

قلم و دوات کا غلام جمع کر دے گرس

کہ بیشِ چشمِ حُسنِ مستِ نرِ باندگی تولید

(۷) ترجمہ۔ خدا کی عزت کو آڑتہ نہ کر کہ ہم۔ کوئی ایسی بات نہیں کہ بادشاہ سے سوچ سکتے نہ کر۔ نہ پڑتے ہوں۔
بادشاہ جھگڑا کر کیونکہ کہ بادشاہ زلفِ غبریں کی خوشبو اڑا لیا تھی تو۔ اور ہر جگہ پھیلائی ہو عاشق کو پسند نہیں کہ اس کے اوترب
ہی اس طرح پیدا ہو جائیں۔ بادشاہ کو شاعر اکثر نمازی ہی کہتے ہیں۔ اور کہو شعر ت ہیئتِ سلا د ۱۱۱

(۸) ترجمہ۔ والہاں کی تیر چہ کر سوائے دل کو روشن کرنے والے شمع۔ دو دنوں کی مجلس میں نور اور روشنی کا نشان تک نہیں
مشق و شمع دل افروز نہاں اور اس کے بزم آرائی کی درخواست کی ہے۔ کیونکہ اس کے شمع رو کو سوا عاشق کی بزم بے نور ہے۔
(۹) ترجمہ۔ وعدہ جاری تھا۔ کہیں لکھا۔ اے معشوق وعدہ پورا کر اس کی کیا کہ امر خواجہ غلامی ہو اس زمانہ میں وفا نہیں۔
پہلے مصرع میں عہد معنی وعدہ اور دوسرے مصرع میں عہد معنی تہا ہو معنیت تجھ سے اگر دوسرے مصرع میں ہی عہد کو معنی
وعدہ لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا۔ کہ اس وعدہ کا (یعنی ہمارے وعدہ کا یا معشوقوں کے وعدہ کا) ایسا ہوتا ہی نہیں۔

یوں دغا اٹھ گئی نہ مانے سے

انگوٹیاں سر جھپٹاں ہر آہی

(۸) ترجمہ مسافروں کی غمخواری ذکر جمیل کا سبب۔ اے معشوق شاید قاعدہ تمہارے شہر میں نہیں ہے۔
ذکر جمیل۔ ذکر خیر شکی کے ساتھ یاد کرنا۔ نیکی نامی۔ مطلب یہ کہ مسافروں کی دل چوٹی اور ہمدردی بہت
اچھا کام ہے۔ اور نیکی نامی کا جو بچہ۔ مگر غالباً آپ کے شہر میں قاعدہ نہیں کہ بچے غریب پر نظر التفات نہیں کرتے (مسافر
مہربانی کرنا نیکی نامی کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ دوسرے شہروں میں جا کر اپنی محنت کا صلح ہوتا ہے)۔

بانو سار لطف بے اندازہ کن

تا بر بند نامِ نیکت در دیار (سعدی)

یہ شعر بھی سعدی کا ہے

آئینہ وفا و مہر

در شہر تما گھر نباشد

(۹) ترجمہ۔ جب تیری انگلی گونہ نشینوں کے دل بھی بھتی ہے تو تیرے چہرے پر عین (تم پر عاشق ہو نہیں سکتا) ہمارے طرف
سہ کیا گناہ ہے
مطلب یہ کہ تیری انگلی گونہ نشین لوگوں کو بی اپنا شہید بنا لیتی ہے حالانکہ وہ ایک ادیب میں مخلص و مخلص ہوتے اور نظر
باز نہیں ہوتے۔

میں ہی قصور نہیں دیکھتا تیری کثر

سنتِ شیخ ہی مانوس ہیں مخفی مخفی

اسی مضمون پر ہے

ندان برق کانت ہر گوشہ گیر شد	(رکیم)	آتش در ششیاں فنا گزشت است
ای حالت میں گہم تری عاشق ہو تو ہمارا کیا تصور یہ سب تیری اپنی انگلیوں کے کاروائے میں مجھ میں ہیں۔		
دو شاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دوام	(سعدی)	باند اول تو لعلش بچیں جو بچہ انی
انفاد چشم - گوشہ - و نہال - جانب کی رعایت نہ ہو		
جرات جگر خستگار چہ می پر سسی	(ارشد)	از غم پر سس کی آتش خون را ز کلبه آفت
(۱۰) ترجمہ - اگر سرخانی زار نہ ہو تو کیا فرق ہو کہ کون کس سر میں ہے سسر اپنی (اندا کا بھید) نہ ہو مطلب یہ کہ اگر ہم پیر معاش کی پیروی اختیار کریں اور آپ کسی دوسرے پیر کے بد خو میں تو ہم میں اور آپ میں فرق کچھ نہیں کہ کوئی ایسا آدمی نہیں جس کے سر میں اسی بھید نہ ہو۔ خواہ پیر معاش کوئی اور پیر سب کے سر میں ترالی ہے سر اور سر میں بھیس ہے		
شور ہو حق میاں چو کے دہان نہ اید		انہی مسجد سے لڑنے میرے چچا کو
مولانا حالی مرحوم نے یہ خیال ظاہر کیا ہے		
بھندو تیر کو کر جائ لکل کوئی		پھیلا ہوا آہر سو عالم میں خال تیرا
ظہیر فارابی کہتا ہے -		
پرتو حق تو در بحر و بر انداختہ اند		آتش بن است کہ در خشک تر انداختہ
(۱۱) ترجمہ - خورشید کو سامنے یہ کہتا کہ چہ نور ہوں - بزرگ جان میں کہ سہا کو ز میا نہیں - سہا یعنی اول - ایک ایک ستارہ ہے جو بنات النعش میں ہے اور بنات النعش کے سات ستاروں میں ستارہ دوم کے متصل واقع ہے - مطلب یہ ہے کہ سہا جیسے ایک ایک ستارہ کہلویہ یوزوں اور مناسبتیں کہ وگارشید کے مقابلہ میں روشنی کا منبع ہو نیکا دعویٰ کرے نور حق کے مقابلہ میں ہی کسی نور کو مجال دعویٰ نہیں اور جس طرح آفتاب کو مقابلہ میں ایک چوہا سنا کچھ حیثیت نہیں رکھتا اسی طرح آفتاب ہی خورشید جمال الہی کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں - اور تمام کائنات کا نور اسی نور کے ذریعے ہے -		
مکرویدہ باشی کہ در باغ دراز		بناد بشب کے چوں جہراغ
بیا گفتش لے مرقب شب فردز	(سعدی)	چہ بدوت کہ میں نیای برو ز
سبیں کاتشیں کہ کاغذ کانداد		جواب از سر روشنائی چہ داد

کمن روز و شب جز بجز بجز انیسیم
و لیسش خود شدید انیم

(۱۲) ترجمہ۔ عاشق اگر تیر ملامت کہتا تو کیا کری۔ کدلی اور کیاس تیر قضا کے مقابلہ کیلئے ڈال نہیں دی۔
یعنی عاشق کو کئی قسمت میں ہی ملا کر بھی اس کو گول کے لئے طعن و تشنیع عاشق بالکل نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ قضا کے تہ کو کوئی ڈال نہیں روک سکتی۔

کراتیج قہر اہل در قضا است
برہمت اگر بختش جیدلاست

جو طالع داروئے برہم بود
سیریش تیر قضا اسچ بود

(۱۳) ترجمہ۔ نہاد و عبادت خانہ کی خلوت میں تیرے گوشہ ایزد کے سوا کوئی حرث عاہیں
یعنی ہر جگہ تیرے محراب ابرو کو سجہ ہوتا۔ (ابر و محراب نما ہوتا ہے)

(۱۴) ترجمہ۔ اسے محافظہ کدل کو خون میں نے بچے مارا۔ کیا تجھے قرآن خدا کی عزت کا بھی خیال نہیں۔
خواجہ صاحب حفظ قرآن تھے۔ اپنے دشمنوں اور حاسدوں کو کہتے تھے کہ حافظ کے سینے میں قرآن حکیم ہے۔ کیا تمہارے
اسکا بھی خیال نہیں جس نے کاتم خون کرتے ہو اس دل میں کلام الہی کی جگہ پر شرع و عشق کی طیرت جی ب
ہو سکتی ہے۔

غزل (۸۰)

رواق منظر چشم من آشیانہ تست
کرم نما و فخر آہ خانہ خانہ تست

بلطف خال و خط از عارفان بودی دل
لطیفہای عجب زیر دلم و دانہ تست

دلت بصل گل ای بلبل چمن فوش باد
کہ در چمن ہمہ گلبانگ عاشقانہ تست

علاج ضعف دل مایلب خوات کن
کہ آن مفرح یا قوت در خزانہ تست

بہ تن مقصوم از دولت ناز مست
ولی خلاصہ جان خاک آستانہ تست

چہ جای من کہ بجز و نہ پیر شعبہ باز
ازیں سبیل کہ در بانیہاںہ تست

من آن نیم کہ دہم نقد دل بہر شوخی
در خزانہ بھر تو و نشانہ تست

تو خود چہ لقبی ای شہسوار شیریں کار
کہ تو کے چو فلک رام تریانہ تست

اے درد مجلیت التوں فلک بر قضا ورد
کہ شعر حریف شیریں سخن ترانہ تست

مولانا جہانگیر نے لکھا تھا کہ انسان میں خواجہ حافظ کو متعلق لکھا ہے کہ "معلوم نیست کہ ہے در ستارادت پیر کرتے و دور
تصویر کیا از طائر نسبت سرت کردہ" یعنی یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کونسی گائے مرید تھی۔ یا تو اور عام خیال یہی
ہی کہ وہ کسی بیعت نہیں ہوئے۔ مگر بعض مورخوں کا خیال ہے کہ وہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند علیہ الرحمۃ کو مرید تھی چنانچہ
سب سفینۃ الاولیاء لکھا ہے "از تذکرہ علیہ القادری از خدمت شیخ نظام الدین نقل کردہ است کہ خواجہ حافظ
مرید حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اندے" اور خواجہ بہاؤ الدین علیہ الرحمۃ جب حج سے واپس آئے تو چند روز شیراز
میں قیام فرمایا۔ خواجہ حافظ نے یہ غزل بطور خیر مقدم ان کی خدمتیں لکھ کر بھیجی تھی۔
غزل بھاکے اشعار کی تشریح میں اس روایت کے مطابق تاویل و تفسیر ناطقین خود کر لیں۔
(۱) ترجمہ۔ میری آنکھوں کے منظر کا رواق تیرا آشیانہ ہے مہربانی کر اور لکھنے لگا کہ تیرا گھر ہے۔
خیر مہمان کی تشریف آوری کی وقت کہ تو بنی خانہ نشینت۔ یعنی یہ گھر آگیا گھر تشریف لائی۔ خواجہ جانا اپنی مہمان
گواہیوں سے جگہ دینی پر تیار ہیں۔ یعنی سب پر شہم تشریف لائی۔ آنکھوں کی تشریف رکھو۔
رواق۔ چھت کا وہ حصہ جو مکان کے سامنے بڑا ہوا ہو۔ یہاں مطلق۔ بمعنی مکان۔ جگہ۔ خواجہ صاحب اس شعر
میں عین انتظار اور عین اشتیاق کا اظہار کیا ہے۔

(۲) ترجمہ۔ خال اور خط کی لطافت تو عارفوں کا دل لکھ لیا۔ تیری دلم و دانہ کے عجیب لطیف ہیں۔
خط کو دلم اور خال کو دانہ سمجھو۔ جب شبیہ مشابہت صورتی۔ مطلب ہے کہ تیرے خال و خط کی لطافت پر کسی عبارت
شعبہ ہو گا۔ تیری خال و خط میں کسی لطافتیں ہیں۔ یعنی تیرے انداز و ادب میں کسی لطیف باتیں ہیں جو عاشق کو نشید کر لیتی ہیں

خال و دانہ دانہ در زینت تو دلم و دانہ مرغ کہ دانہ چید گرفتار دام شد

(۳) ترجمہ۔ اے بلبل چمن وصل گل تیرا دل خوش ہو کہ باغ میں تیرا عاشق انجمی لکھی ہیں۔
یعنی تمام باغ تیرے غم و غم باغ شوق کو گونج رہا ہے۔ وصل گل مبارک وصل گل یہ مخاطب روایت بالا اشارہ دیا
حریم تشریفین کی طرف ہو اور بلبل مراد خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہے۔
(۴) ترجمہ۔ ہمارے ضعف دل کا علاج اپنی لبوں کے حوالہ کر۔ کیونکہ یہ مفرح یا قوتی تیری خزانہ ہے۔
یعنی بوسہ لب ہمارے ضعف دل کا علاج کر معشوق کے لبوں کو یا قوت سے بوجہ آب تاب رنگ نشید دیتی
ہیں اور چونکہ بوسہ لب فرحت قلب ہے تھی اس لئے بلبل مراد مفرح یا قوتی کہا۔ مفرح یا قوتی طبیب ہیں
ایک شہر مفرح قلب والی ہے کہ جس میں قیمتی ادب شامل ہے۔ اصطلاح اطباء میں مفرح وہ دوا ہوتی ہے

تو شیریں اور خوش ذائقہ اور دلچسپ جو کہ توت بخت والی ہو۔

(۵) ترجمہ۔ میری آپ کی ملازمت کی دولت کے گرجہ بظاہر (جسمانی طور پر) تمام لوگوں کی جان کا کھانا ہے۔ آسمان کی خاک سے طلب کیا گیا اگرچہ زمین کی خاک سے لیا گیا ہے۔ آسمان کی سادگی محروم ہوں اور آپ کے درجوں کی سادگی میں میری جان اور میرا دل آپ کے آستان کی خاک میں اس طرح اٹکی کہ مہربانی سے شرف ہو رہی ہیں۔

(۶) ترجمہ۔ میری جان آسمان شہیدہ بازی کی کانتیا ہے۔ ان کیوں سے جو تیری پہانوں کی انبان میں ہیں۔ شعبہ۔ بالفتح و کشف۔ بحر و فن کی بازی۔ بازیگری۔ وہ کہ بازی۔

اشبانہ۔ بالفتح۔ وہ چڑا جو مشک کی طرح ہوتا ہے۔ اور جس میں نہ بھرتے ہیں۔

مشتوق کو حسیوں کے ناشوراد اگر غم اور غمزدگی میں مطلب یہ کہ آسمان جو خود ایک مشہور شعلہ بازی اور انقلابی ہے کاشع مجہا جاتا کہ وہ ہی میری مشتوق کو بحر و فن کی بازی یا محبوب مطلق کو درستی و صحت کے ساتھ کسی کی مجال نہیں۔ اور دور جہن جس سو دنیا کو تمام حوائث کو منسوب کیا جاتا کہ وہ ہی فی الحقیقت کچھ چیز نہیں۔ سب کچھ فنا و بطلان کے اپنی ہاتھ میں ہے۔

(۷) ترجمہ۔ میں نہیں جانتا کہ دل ہر شوخ کو دیدوں۔ اس خانے کے دروازہ پر تیری مہر اور تیرا نشان ہے۔ یعنی میرا دل صرف تیرے لیے ہے اور کوئی مشتوق اس پر قبضہ نہیں کر سکتا۔ خزانہ مہر۔ نشان۔ لفظ نقد کی عایت آئی ہیں۔

(۸) ترجمہ۔ اے شیریں کار شہوار تو خود کیا لعبت کہ آسمان جیسا گویا ابھی تیرا زیانہ کو تابع ہے۔

لعبت۔ بالضم۔ وہ چیز جس سے کھیل جاتا ہے۔ گڑیاں جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں۔ بُت۔ مشتوق۔

اے مشتوق تو کیا عجیب شاہ سوار ہے۔ کہ تو سن فلک ہی تیرا فرمانبردار ہے تو سن فلک فی الحقیقت جو حقیقی زیر فرمان ہے۔

مشتوق یا ممدوح کو بیزبانی بھی خطاب ہو سکتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ تیری مجلس کا سرور اب آسمان کو بھی نص میں لایا ہے۔ کیونکہ شیریں سخن حافظ کا شعر تیرا ترانہ ہے۔

شاعرانہ فقرہ شعر ہے۔ دیکھو شعر (الف ۱۲)

غزل (۸۱)

ساقی بیایا کہ یار ز رخ پردہ بر گرفت	۱	کار چسپسای غلو تیاں باز در گرفت
اُس شمع سرگرفتہ دگر چہرہ بر فروخت	۲	واں میر سہا لخر دہ جواتی ز سر گرفت

۲	وہ لطف کر دے دست کہ دشمن گرفت	آن عشوہ داد عشق کہ مفتی زرہ برقت
۴	گوئی کہ پتہ تو سخن در شکر گرفت	ز بہار زین عبارت شیرین و دلفریب
۵	علیے دمی خدا بفرستاد و بر گرفت	بار غمی کہ خاطر ناخستہ کردہ بود
۶	چون تو در آمدی بی کار و گر گرفت	ہر سر قد کہ برہم و غور حسن میفر وخت
۷	کوئی نظر میں کہ سخن مختصر گرفت	زین قصہ ہفت گنہ فلک پر صد است

(۸) **حفظ** تو ایس دعا کر کہ آموختی کہ یار (۸)

تو یز کرد شعر ترا و بزر گرفت

خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جبکا ذکر غزل گذشتہ میں آچکا ہے۔ بخاراسی ج کو جاچو پڑھی ایشا سفر میں شیراز میں سام پذیر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ خواجہ حافظ کو ان کی صحبت بہت حافی فیض حاصل ہوا اور دل نور و معرفت روشن ہو گیا۔ اس غزل میں سی صحبت کے فیض کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۱) ترجمہ۔ اے ساتی آگہ دوست چہ رہی پردہ اٹھالیا اور خلوت سینوں کے چراغ کو دوبارہ روشنی حاصل ہوئی در گرفت۔ در گرفتن موافق ہونا۔ جلنا۔ اتر کرنا۔ آگ اور چراغ کا روشن ہونا۔ (بہار عجم)۔

مطلب یہ کہ گزشتہ سینوں کی بزم میں شمع عرفان و توحید ہی اور یا جلوہ افزو ہی اے ساتی جام مولا۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس شمع سرگزشتہ دوبارہ چہ روشن کیا اور یہ پیر سال خوردہ از سر نو جوان ہو گیا۔

یعنی مشاہدہ تجلیا محبوب کچھ مدت محو ہی نہیں اب پھر حاصل ہوا۔ اور عاشق سال خوردہ از سر نو جوان ہو گیا ہے

ہر چہ در پیر خستہ دل فنا تو ان شدم ہر گاہ کہ یاد دہی تو کو دم جوان شدم

(۱۳) ترجمہ۔ عشق ایسا عشوہ کیا کہ مفتی بھی گمراہ ہوا۔ اور دوست کے ایسا لٹا کا اظہار کیا کہ دشمن بھی ترسان ہو گیا (یہ ہنر کرنے لگا)

یعنی عشق کی عشوہ گری نے رند و زاہد کو نہ چھوڑا اور محشوق کی نظر اٹانے دوست دشمن سب کو اپنا شیداکر لیا (۱۴) ترجمہ۔ تیری شیریں اور دلفریب عبارت پناہ۔ گویا تیرے پستہ نے سخن کو شکر میں ملا دیا ہے۔

ز بہار۔ پناہ۔ امان۔ تاکید۔ ہوش۔ آگاہی وغیرہ کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ یعنی تیری باتیں شیریں ہیں جس طرح پستہ اور شکر مل کر لہذا اور شیریں ہو جاتے ہیں پستہ یہاں مراد ہے۔ کیونکہ درہن محبوب

کو پستہ سوتیلے تو میں۔ گویا تیری دہریے اپنے کلام کو شکر میں ملوایا ہر شیریں کی یاد پسند اور شکر کی پیاس ہم مل کر لہیر ہو جائیگی
(۵) ترجمہ۔ غم کا بوجھ جس کے ہار دل کو خستہ کر دیا تھا۔ خدا نے ایک عیسیٰ نفس کو بھیجا جس نے (یہ تو) اٹھا لیا (سہا دیا)
خواجہ بہاؤ الدین نقتشبند علیہ الرحمۃ کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) ترجمہ۔ ہر سرد قد جو ماہ و خورشید پر حسن فروشی کرتا تھا۔ جب آگیا۔ تو دوسرے کام میں لگ گیا۔
یعنی تمام معشوقان شرف قد جو حسن میں ماہ و خورشید کا مقابلہ کرتے تھے اور نور و ضیاء میں ماہ و خورشید جھکتے تھے۔ تیرے لئے پرست
ہو گئے۔ اور دعویٰ حسن ہو کر دیا۔

تم شاہ قدان فتسنہ اگین	برفتنہ قامت تو مفتون
سرد از قد تو فتادہ بر خاک	گل از رخ تو نشستہ در خون

اسی مضمون پر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا: اور بجائے حقیقت کا غلبہ بتایا ہے۔

چو سلطان عزت علم در کشتہ	جہاں سر۔ حبیب عدم در کشتہ
--------------------------	---------------------------

(۷) ترجمہ۔ اس کے آسمان کی ساکنید گونج رہی ہیں۔ کوتاہ نظری کو دیکھو کہ اس قصہ کو مختصر سمجھا۔
جب ہفت افلاک عشق سے پر صدام میں تو فی الحقیقت عشق کی حکایت کو مختصر سمجھ کر کوتاہ نظر ہیں۔
(۸) ترجمہ۔ اے حافظ تو نے یہ دعا کس سے سیکھی کہ پار تیرے خیر کو تو یزید بنا کر سونے میں رکھا۔
تو یزید کو محفوظ کرنے کیلئے عموماً سونا چاندی اس پر چڑھا دیا کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرما ہیں کہ دوسرے نے میری
کلام کو تو یزید کی طرح سونے میں لپیٹا ہے۔ قبولیت ظاہر کی ہے اور خود کو مخاطب کر کے پوچھا ہے کہ کلام کی مقبولیت
لے تو نے دعا کی اور وہ قبول ہوئی یہ دعا تو نے کس سے سیکھی ہے۔

غزل (۸۲)

۱	شتیہ ام سخن خوشی کہ نہ کنعاں گفت	۱	فراق یاد آن میکند کہ بتو ان گفت
۲	حدیث ہول قیامت کہ گفت و اعظا شہر	۲	کنا سکت کہ از روزگار بچسب ان گفت
۳	نشان یار سہر کردہ اند کہ رسم باز	۳	کہ ہر چہ گفت برید صبا پریشان گفت
۴	فغان کہ آن مہ نامہ زبان دشمن دوست	۴	تیرک فغان راں خود چہ آسان گفت
۵	غم کہن بھی سا بخوردہ دفع کنسید	۵	کہ تخم خوشدلی انیت نیز فغان گفت

۶ من و مقام رضا بعد ازین و شکر قریب
۷ کہ بگذرد تو خود کرد و ترک در میان گفت
۸ کہ این سخن بمثل باد با سلیمان گفت
۹ قبول کرد سخن ہر سخن کہ جاناں گفت
۱۰ ترا کہ گفت کہ این ز آل ترک گفت
بسی حدیث غفور و رحیم و رحمن گفت

کہ گفت حفظ از حدیث توبہ ہزار

(۱۱)

چہ این نلفتمہ ام آن کس کہ گفت بہتان گفت

(۱۲) ترجمہ۔ میں سن رہی ہوں۔ وہ اچھی بات جو سیرت میں ہے۔ معشوق کا فراق بہت چہم ترا ہو وہ کہا نہیں جاسکتا۔
سیرکنعان۔ یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام۔ فراق یوسف علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔
(۱۳) ترجمہ۔ شہر کے واعظ نے خوف قیامت کی جو بات کہی وہ ایک اشارہ ہے۔ جو زمانہ ہجر کے متعلق ہے
مطلب یہ کہ قیامت کے خوف و خطر فزون بیان کی جائے وہ زمانہ ہجر کے مصائب و آلام کا صرف ایک حصہ یعنی عاشق کی یاد
زمانہ فراق و رز قیامت سے بھی زیادہ ہولناک ہے

کیا نمود آفتاب شروا غص کے حضور وہ بھی اک چوٹا سا انگارا ان انگاروں میں

(۱۴) ترجمہ۔ سفر پر گئے معشوق کا پتہ کس سے پوچھوں۔ کہ جو کچھ قاصد صبا نے کہا وہ بھی پریشان کہا۔

برید۔ بفتح اول و کثرانی و یا معروف۔ بمعنی قاصد و نامہ بر۔ رسالہ معربات میں لکھا ہے کہ برید عرب برید نامہ دوم کا ہے۔
اس اذیت یا گھوڑی کا وہ نشان کیلئے کاٹ دیتے ہیں۔ جو تیز رفتار ہوتا اور بد نشان نامہ و پیام کو لچکا کا کام کرتا ہے مجازاً اس شخص کو
کہتے ہیں۔ جو اس حال پر ہوا عالم اصطلاح میں نامہ بردار قاصد کہتے ہیں جو چاہے چالاک اور تیز و دو چاند کو بوجہ برید اسیر
ہونیکے برید فلک کہتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ کہ اب میں نے معشوق کا پتہ اور نشان کس سے پوچھوں کہ قاصد صبا جو ایک نہایت چالاک اور تیز رفتار نامہ بردار
بھی اس کے متعلق کچھ صحیح خبر نہیں دیتا۔ بلکہ چند پریشان سی باتیں کہہ دیتا ہے جس سے تسلی نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ ہوا ایک نہایت ہی
پریشان خبری اور اس کا نام و پیام بھی پریشان ہی ہوگا۔ صبا کو قاصد کہتے ہیں کہ وہ معشوق کی زلف متعبر اور گلہ نشین ہے
خوشبو عاشق تک پہنچاتی ہے۔ مگر صبا کی پریشانی کی وجہ یہ خوشبو بھی پریشان ہو کر نکلتی ہے

(۹) ترجمہ۔ آسمان اگر تجھ فریے۔ تو مرا نہ ہو۔ تجھ کو کس نے کہا کہ انشائے مکرر حید کو ترک کیا ہے۔
 عشوہ۔ عشوہ۔ عشوہ۔ ہر طرح جائز پونڈہ کام کرنا اور عشوہ یعنی ناز و فریب و حریت میں جس حالت میں رہا تھا
 زال۔ سفید بالوں والی قوت لڑائی عورت اور بیوہ یا آدمی رسوا کرتا ہے۔ نام کیونکہ وہ خفیہ طور سے بچتا ہے اور تھا
 دستاں۔ بالفتح: زال کا نام جو ستم کا ہوتا تھا۔ (۱۰) مکر حید۔ افسانہ ستم کو پاپ کا لقب بھی دستاں اسی قسم کی
 کردہ انصاف میں مشہور تھا اور اسی انصاف کی وجہ سے سیمینغ اس کے پاس حاضر ہوا کرتا تھا۔

اس شعر میں غلامی کے آسمان کو ایک چیز زال قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ بہت سا غور و انداز اور انصاف کا ہے۔

ہر انقلاب جس کی سن کو سپند ہو جس سے سب سے بڑا زمانہ کو سپند

مطلب ہے کہ اگر آسمان کی قوت مجوزہ تیرے ساتھ ناز و انداز اور مکر تو اس کی نافرمانی کیونکہ انشائے مکرر حید اور انصاف کو
 ترک نہیں کیا ہے تو کس نے کہا کہ یہ ان کے حید نہیں کرتی وہ ایک ہی طور سے اس کے ساتھ ناز و انداز کی وجہ سے مجاہد کیا اور اگر تو بھی اس کو
 فریب دے لگیا۔ تو تباہ ہو جائیگا۔ لفظ زال اور دستاں کی مناسبت ظاہر ہے صفت ایسا ہی ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ شراب اور پی۔ کیونکہ پیر سیکہ نے غفور۔ رحیم اور رحمن کی بہت سی باتیں سنائیں۔
 مطلب یہ کہ خدا غفور الرحیم اور رحمن ہے۔ شراب اور پی۔ وہ تجھ بخشتیگا۔

رحمیت پر مے گڑ میخا رحیم سارے گناہ دھو دے جام شراب

غفور۔ رحیم اور رحمن کے قصے جن کتاب میں ہیں ان میں سے کچھ ان قصے تو بیان ہیں۔ ان میں سے کچھ تو حقیقت انسان گناہ گار ہیں
 اور کو اس کے خدا غفور الرحیم ہے۔ اس کے لئے اور کوئی بات موجب سکین نہیں۔

گناہ من ار نامدے در شمار ترا نام کے بودے آمرزگار

اسی مضمون پر ہے

عوض نہ لے مرے جرم گناہ مجھ کا الہی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں

کہیں کہیں نہ عدد دیکھ کر مجھ محتاج یہ ان کے بندے ہیں جن کو کریم کہتے ہیں

(۱۱) ترجمہ۔ کس نے کہا کہ حافظ تیرے خیال سے باز لگیا۔ کیونکہ میں نے یہ نہیں کہا اور جس نے کہا ہے میں نے باندھا ہے۔

مطلب یہ کہ دل پر بھی عین زینت ہے پر عاشق ہوا اور تیرا خیال اور شوق مل ہو دور نہیں کیا۔ جس نے کہا کہ یہ بھی

خیال چھوڑ دیتا ہوں اس نے سخت افتر کیا ہے۔ اور دروغ بانی۔ میں نے بھی ایسا نہیں کیا کہ اب نیز خیال کو نہیں

نہیں۔

غزل (۸۳)

۱	دلا مہم مستی دارد نسیم حیدر کیسویت	۱	خرا مہم میکند ہر دم فریخ جادویت
۲	پیران چند شکیبا بی شبنی یارک ان دیدن	۲	کہ شمع دغا از دوزخ در محراب ابرویت
۳	سواد لوح بتلین آغوز از ہر آن دارم	۳	کہ جال التلہ با شذر نقش خال سہدویت
۴	تو گر خواہی کہ جاویدان حیاں کیسہ پیارانی	۴	صبارا گو کہ بردار دزمانی مربع از دویت
۵	و گہم فنا خواہی کہ از عالم بر اندازی	۵	بی نشان زلف تار زونہ ارا جہاں مہریت
۶	من دیاد صبا مسکین و سرگردان دلی حاصل	۶	مرا از اتوں حشمت و اواز بوی کیسویت
۷	من از لطف صبا دارم سپاس نہایت جانان	۷	و گرنہ کی گذر بودی بحر گاہاں از سہویت
۸	سواودیدہ ہر قتی بخون دل بچہ دیدم	۸	عزیز تر شدم این ساعت بیا و خال ہمدیت

نہی ہمت کہ حافظ رست از دنیا و از عقبی

(۹)

(۹)

نیایم چہ در شمشیر خاک سہریت

(۱) ترجمہ سبچو ہمیشہ تیری جہ کیسوی خوشبو مست رکھتی ہے اور تیری جاں دوگر آنکھ کا فربہ ہرقت چہ تباہ و خراب کرتا ہے
جہو۔ بالفج۔ موٹو و محول سر۔ سر کال نہیں پیچ و تاب ہے۔ کیسو۔ بیا بمجول سر کو دو طرفت کو لے جاں۔
بجس وقت کہ تیرے ہاتھ میں ہے ہر دم ہوا ہے کہ کیسو اور زلف و تاجہ تیرا حشر ہر دم جہاں تو تیرا کرنا ہے

کیسور در سبیل و نشان بیکار نیست | آنکھ کی جہاں یاد از زلف کیسو شہو و

(۲) ترجمہ۔ اتو صبر کے بعد اچھا کسی آتو دیکھ سکیں۔ کہ ہم تیری محراب بر وین آنکھ کا چراغ روشن کیا ہو۔
یعنی اب صبر کی ہی جدو گئی اور اب خدا کرے کہ جی ات ہم تیر محراب بر وین آنکھ کا چراغ روشن کریں یعنی تیر مشاہدہ اور
دیدار ہو نور بصیرت حاصل کریں۔

(۳) ترجمہ۔ میں تجھ نظر آنکھ کی سیاہی کو اس واسطے عزیز رکھتا ہوں کہ جہاں کیلنی تیری خال سیاہ کے نقش کا ایک نسخہ ہے۔
سوا و لوح پیش ہر دم و دم چشمہ کی تہلی یہ کہ وہ خال کی شکل آتی ہے اس واسطے کہ اب و تاب ہے کہ وہ اپنی روشنی سے
خود بخوبی جان و بین کہ وہ تیری شکل اور ہوا ہے جہاں کی ہوا وہ خال سیاہ کے نقش کا ایک نسخہ ہے

سواد - لوح - لٹچہ - نقش کی مناسبت ظاہر - صنعت مرعات التقریر -

۱۸) ترجمہ - تو اگر چاہتا ہو کہ جہان کو ہمیشہ کیلئے تیرا رہ کر دے تو صبا کو کہہ دیر کی تیری جہ سے برقع (نقاب) اٹھائے۔

اصطلاح نقوش میں رخ مراد منظر حسن یعنی ہوا اور اس کی شان جمالی - جس پر تو سو تمام کائنات کو جان بجان کو اگر اطمینان ہو۔

اردویش بازوانی کار عالم	در خطش باز خوانی سر مبہم -
-------------------------	----------------------------

۱۹) ترجمہ - اور اگر تو چاہتا ہو کہ ہم فنا کو جہاں بالکل مٹا دے تو زلف کو جھاڑ تاکہ ہر بال سے ہزاروں جانیں نکال پڑیں۔

آرزو قدس کشین بر تشاند	بجالم در کیے کافر مناندا
------------------------	--------------------------

معشوق کی زلف کو ہر بال میں ہزاروں عاشقوں کی جانیں اور دل گرفتار و اسیر ہو چکے ہیں اور اگر وہ بالوں کو چھو تو اتنی جانیں مرنے لگیں گی۔

۲۰) ترجمہ - تمام جہاں جانوں سے بھر جائیگا اور رسم فنا دنیا سے مٹ جائیگی۔

۲۱) ترجمہ - میں ادھر با و ہوا و نو مسکین - سرگردان اور کچھ حاصل میں - میں تیری آنکھوں کے جادو سے بھول اور تیری گیسو کی خوشبو سے محروم ہوں۔

۲۲) ترجمہ - خواجہ صاحب نے یاد صبا کی سرگردانی کی وجہ بتائی کہ وہ زلف معشوق کی خوشبو سے محروم ہو گئی۔

۲۳) ترجمہ - میں معشوق کی خوشبو کا شکر یہ صبا کو لطف سے غروب کرتا ہوں و گرنہ صبح کی وقت تیرا اس طرف گن رہتا تھا۔

یعنی معشوق نے تو کبھی صبح کی وقت ادھر آنا نہیں تھا۔ کہ اس کی زلف کی خوشبو ہم تک پہنچتی۔ البتہ یاد صبا کی مہربانی کا شکر یہ کہ اس بوقت حرم کو نکمہت جانوں سے محفوظ کیا۔

۲۴) ترجمہ - آنکھ کی تپتی کوئی شمشاد دل میں اس کو دیکھتا تھا۔ اب میں اس کو تیرے سیاہ خال کی یاد میں عزیز سمجھتا ہوں۔

۲۵) ترجمہ - کہ اس نور کو یاد دہشت مودہ چشم خون دل میں تیری ہر ذرہ مودہ چشم کے ہر شکل کی سی نقطہ دل پر ہے یا جو سوید لکھتی ہیں۔

۲۶) ترجمہ - کہ تیرے سیاہ خال کو خون دل میں دیکھتا ہوں۔ یعنی چونکہ وہ میرے خون دل کو آنسو بناتی ہے اس لئے خون دل میں تیرا خال تھا اب اس خال سے کہ وہ تیرے خال سیاہ کے شکل ہے اور تیرے خال کی یاد دلاتی ہے اس کو عزیز و محترم جانتا ہوں جس کی ہر غزل و اشعار اس پر ہے۔

۲۷) ترجمہ - نہ محبت حافظ دنیا و عقی اس کو آزاد ہو گیا اس کی آنکھ میں سو آنیر کوچہ کی خاک کے اور کچھ نہیں رہتا۔

۲۸) ترجمہ - یعنی حافظ کی نظروں میں دنیا و عاقبت کی کچھ وقعت نہیں وہ ان پر دوسرا آزاد ہو اس کی آنکھوں میں اب سو آنیر محبت محبوب کے اور کسی چیز کی عزت نہیں۔

باغیان کوئے دلداریم	رخ بد نیا و دین نے آریم
---------------------	-------------------------

مرزا غائب نے دنیا و عقی تو خیر فرمایا آپ کو بھی درمیان سے اٹھا دیا۔

نسبہ و نقد و عالم کی حقیقت معلوم	لے لیا مجھ سے میری بہت عالیٰ لڑ مجھ
----------------------------------	-------------------------------------

غزل (۸۴)

۱	مردم دیدہ ماجز برخت ناظر نیست	۱	دل گشتہ باغ تر اذاکر نیست
۲	اشکم احرام طواف حرم سے بند	۲	گرچہ از خون دل ریشہ طاهر نیست
۳	بستہ دامن قفس باد چو مرغ و حشی	۳	طائر سدرہ اگر در طلبت سائری نیست
۴	عاشق غفلت اگر قلب دلش کہ در تار	۴	ملکش عیب بر قدر روان قادر نیست
۵	عاقبت دست بر آن سر و بلندش برسد	۵	ہر کرد اور طلبت بہت اوقاف نیست
۶	از روان بخشی عیسی تر خم پیش تو دم	۶	زانکہ در روح فراوانی خود قادر نیست
۷	منکہ از آتش سو دای تو آبی تر خم	۷	کی توان گفت کہ بروغ دم طاهر نیست
۸	روز اول کہ سر زلف تو دیدم کف	۸	کہ پیشانی این سلسلہ را آخر نیست

سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست

(۹)

کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۹)

(۱) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۲) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۳) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۴) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۵) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۶) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۷) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۸) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

(۹) اگرچہ میری آنکہ کیست سر ہوند تو تہماہ ذول حفظہ راست کیست آن کبیر سر ہوند تو در خاطر نیست

کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میری ہمتاوی میں سدرہ پوراس ہو گئے ہیں چاہے سکو۔ یہ شعر گویا کنی بن سوہر کہ

اگر ایک سر موئے بالا پر م	غزوئے خیلے بسوز دپر م
---------------------------	-----------------------

یعنی میں اگر سدرہ ہو ایک سر موئے آگے بڑھوں تو غزوئے قوس میری پر چل جائیں۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام محبوب حقیقی کی طلب میں سدرہ ہو گئے ہیں نہ ہوتا۔ سدا گویا وہ مرغ خوشی کی طرح قفس سدرہ میں ہی گرفتار رہا ہے۔ یہ شعر طالب حق کو کمنہ شوق کیلئے ایک تازیانہ ہے۔

۱۴) ترجمہ۔ عاشق غفلت سے اگر اپنی دل کا سکہ غفلت کیا ہے۔ تو اسکی عیب کی نہ کر کیونکہ نقد راج (سکہ بڑا) پر قناد نہیں مطلب یہ کہ اگر عاشق اپنی ناچیز اور حقیر کو جس میں تاب خلوص و اخلاص قبیح حال درجہ کمال خفی۔ یا پر قربان کیا ہے۔

تو کوئی عیب کی بات نہیں۔ چونکہ اسکی پاس موجود تھا۔ قربان کر دیا۔ قلب ل کو اسکی پاس اور کچھ بھی نہ تھا دنیا کا جاہ و مال سی ہی محروم تھا قلب ہی دل اور سکہ اخلاص یہاں محبتی ناخالص استہانہ تھیں قلب دل میں غفلت یہاں غفلت قلب در نقد

سدرہ کا مقابلہ ظاہر

۱۵) ترجمہ۔ آخر کار اس آدمی کا تھ اس سر بلند پر پہنچ جاتا جس کی محبت تیری طلب میں قلم نہ ہو۔

جو نینہ یا بندہ۔ اگر راہ طلب میں انسان مصائب و مشکلات کا مرازہ قضا بلکہ ناچار آجائے۔ تو ضرور یہ کہ ایک منظر تصور پر پہنچ جائے گا

مولانا روم فرماتے ہیں

پتھر چرخی در نیلے سپر	یعنی در خدمت میرے بے خسر
ہم مباحث ای خواجہ یکدم بے طلب	تا بیانی ہر چہ خواہی بے توب
چونکہ در خدمت شتابندہ بود	عاقبت جوئندہ یا بندہ بود
ایں طلب گاری مبارک جنبشے است	ایں طلب در راہ حق مانع کشوست
گوچہ آلت سست توئے طلب	نیست آلت حاجت اندر راہ رب

قرآن شریف میں ہے اَوْحُوْا فِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (مجہد ہی مانگو۔ میں تمہارا سوال قبول کروں گا)۔

۱۶) ترجمہ۔ میں عیسیٰ کی جان بخشی کا تیرے سامنے دم نہیں مارتا کیونکہ وہ بھی روح افزائی میں تیرا دم برابر تھا نہیں۔

یعنی اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کی بخشش تو۔ لیکن انکا ذکر بھی تیرا سامنے نہیں کرنا چاہیو کیونکہ تیرا دم روح افزائی میں دم عیسیٰ سے بڑھ کر ہے

۱۷) ترجمہ۔ میں تیرے عشق کی آگ سے آہ ہی نہیں نکالتا۔ تو کہہ سکتے ہیں کہ میرا دل آغ پر صابر نہیں۔

مطلب یہ ہے۔ کہ میں تیرے عشق کی آگ میں جل جاہوں اور آہ تک نہیں کرتا۔ حالانکہ پہاڑ آگ ہوتی ہے وہاں خود بھڑکے

مع ممکن نہیں کہ آگ بجو اور وہاں نہ ہو

ایسی بات میں کہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا دل دانہ بر صابر نہیں۔ یعنی میرا دل پر اگرچہ دلوں میں۔ مگر میرا دل آہ و فغان نہیں کرتا۔ صابر ہو۔

(۸) ترجمہ۔ میں پہلے دن ہی جب تیرے لطف کو کہا۔ تو کہہ دیا کہ اس سلسلہ کی پریشانی کی کوئی انتہا نہیں۔

یعنی تیرے لطف پریشان اس قدر طویل تھی۔ کہ گویا اس سلسلہ پریشان کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ میں اسے اسی وقت کہہ دیتا تھا۔ کہ

کی پریشانی ہی اس لطف پریشان کی وجہ ہے اب لا یاد تک رہیگی۔

(۹) ترجمہ۔ تیری پیوند کا خیال صرف دل حافظ میں ہی نہیں۔ وہ کون ہے جس کے دل میں تیرے پیوند کا خیال نہیں۔

تشریح کیلئے دیکھو شعر ۱۲۱۔ نیز دیکھو شعر ۱۲۲

غزل (۸۵)

۱	بی مہر رفت روز مرا نور نامندہ است	۱	وز عمر مرا جز شب و یخور نامندہ است
۲	ہنگام وہ آواز تو ز بس گریہ کہ کردم	۲	دور از رخ تو چشم مرا نور نامندہ است
۳	من بعد وہ سودا ر قلمی رخت کند دوست	۳	کز جان رمقی در تن بخور نامندہ است
۴	میرفت خیال تو نہ چشم من	۴	ہیہات از رخ شہ کہ معمور نامندہ است
۵	نزدیک شد آن دم کہ رقیباں تو گویند	۵	دور از دست آن شہ تو نور نامندہ است
۶	دل تو اجل را ز سرم دور بھی داشت	۶	از دست تو کونوں و نور نامندہ است
۷	صبر ست ما چارہ ز جہاں تو تسکین	۷	چون صبر تو ان کرد کہ مقدر نامندہ است
۸	و بجز تو گر چشم مرا آب نمائند	۸	گو خون شب گریہ کہ معذور نامندہ است

حفظ از غم از گریہ نبرد اخلاص بخندہ

(۹)

(۹)

ما تم نہ وہ را و انبہ سور نامندہ است

(۱۰) ترجمہ۔ تیری چہ خورشید کہ غیر میری دن میں بدشمنی نہیں ہی اور میری عمر میں اب سوا کتبہ دیکھو کہ کچھ نہیں۔
 رخ معشوق کو خورشید کہا۔ اسلئے جب سورج ہی نہ ہو تو دن کہاں و دن کی روشنی کہاں۔ تمام عمر گریا کیلئے ہم ہی رہتے

دیکر یہ کہ تم وسیع توانائی نیست	در عین وقت توان بود محفل کردم
چنانچہ اس بزرگ نے ایسا ہی کیا اور جا کر اس دکان پر آواز دی ایک بیگم عورت باہر نکلی۔ اس پر باہمی سنائی وہ اندیشی اور اندیشہ سے اس بزرگ نے ایک لڑکی کو مندرجہ ذیل رباعی پڑھتے سنا۔	
در عشق کسے را کہ توانائی نیست	در محفل و شکیبائی نیست
مرگست علاج و دیروں از مرگ	مصلحتے دیگر کہ فرمائی نیست
<p>اس بزرگ نے یہ رباعی سننا تھا میں اس پر اس شخص کو سنائی۔ تو چونکہ غور و مارا اور اندیشی سے بڑھ کر اس شخص کو دیکھ کر محفل میں اس پر آیا محفل میں کسی آواز سننے دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ لڑکی بھی مرگئی ہے۔ (اندر کہ حسینی دغا رستان)</p> <p>(۸) ترجمہ۔ تیرے مجھ میں اگر (رو رو کر) میری آنکھ میں آنسو نہ دے تو اس کی جگہ بہاؤ کو وہ معذور نہیں ہے۔</p> <p>یعنی جب تک تجھ پر جگر ہوا سو تک آنکھیں نہ دے نہ معذور نہیں۔ پانی نہیں بہا تو لوہے کے آنسو روانہ شروع کر دیں۔</p> <p>(۹) ترجمہ۔ حافظہ عمر میں رہنے سے کبھی غم میں مشغول نہیں ہوا۔ ماتم نہ آدمی کو شادی کی خواہش نہیں رہتی۔</p> <p>پرواخت۔ از پراخت (۱) مشغول ہونا۔ (۲) ساز بجانا (۳) غارت ہونا (۴) بھلا کرنا (۵) آخر ہونا (۶) رفع کرنا</p> <p>(۷) ترک کرنا (۸) راستہ کرنا۔ مسور۔ بالغ و دوا معروف۔ کئی معنی ہیں (۹) جتن و شادی عروسی (۱۰) رنگ سرخ (۱۱) رنگ کستری (۱۲) عربی میں شہر سیاح اور دیوار قلعہ کو کہتے ہیں (۱۳) پس قریب۔ بعد از۔ علم منطق میں کل و لفظ</p> <p>مطلب یہ ہے کہ حافظہ عمر میں غم و غمش سے روٹتا رہتا ہے۔ اور کبھی ہنس کا خیال ہی نہیں آیا اس خوشی سے کیا کام۔</p>	
اگے آتی تھی سال لپٹھنی	اب کسی بات پر نہیں آتی

عزل (۸۶)

۱۔ تہ شد کاتش سودای اور در جان است	۱۔ دین تمنا ہیں کہ دائم در دل ویران است
۲۔ مردم چشم بخواب جگر غرقند از اں	۲۔ چشمہ سریش و رسیہ نالان است
۳۔ آب جوان قطرہ از لعل چوں شکرش	۳۔ قرص خورشیدی روی آن تہ بان است
۴۔ تا تخت فیہ من روحی شنیدم شید لقین	۴۔ برین این معنی کہ ما ز اں دیم وی ان است
۵۔ ہر دلی را اطلاعی نیست بر اسرار غیب	۵۔ محرم این ستر معنی دار علوم حسان است
۶۔ چند کوئی ای نہ کہ شرح میں خاموش بائش	۶۔ دیں ما ز مرز و عالم صحبت جاناں است

(6)

حافظات امروز آخر شکر این نعمت گزار
کام صبحم از روز اول دارم و دستانم است

(4)

(۱) ترجمہ۔ مدت اس عشق کی آگ لگی رہی جان میں ہے۔ اور اس کو دیکھ کر ہمیشہ ہمارے دل میں ہے۔
یعنی صبرِ استقامت ہم آتشِ عشق میں جل رہے ہیں اور اس کے وصال و مشاہدہ کی تمنا ہمارے دل میں تپتی ہے۔

عرفان سلوت سمر الاست (سودی) بیک جرعه تالفیج نور مست

(۲) ترجمہ - میری آنکھوں کی پتلیاں خون کا جگر میں اسلمی غرق ہیں کہ اس کو رخسار کا چشمہ و خورشید ہمارے سینہ نالان میں ہے۔
خون تنابہ - خون اور آب کا مزید علیہ - خون پانی ایک کرنا - نہایت بے نیل و غم کرنا - خون انسوؤں میں اپنا سرور مجازا منت
چشمہ مہر - سر مراد آفتاب سورج چونکہ روشنی کا منبع ہے اسلمی چشمہ و خورشید نشان چشمہ روشن چشمہ یا بچہ - چشمہ نور -
چشمہ ہور - چشمہ خادری کہتے ہیں - شعر کا مطلب یہ کہ میں ہوں کہ آنسو رو رہا ہوں - وجہ یہ کہ میرے سینہ میں مشوق کے پیر
کا خورشید جلوہ افروز ہے - یعنی عشق و اشتیاق میں غم جگر پیار ہا ہوں - غم جگر کہ ہمیں خورشید کا جلوہ افروز ہے یعنی سرور رنگ انگلیا
(۳) ترجمہ - اچھا اسلمی شکر جلی (شیریں لب) کا ایک قطرہ اور آٹا کا فروق کرنا تابان مشوق کو پیر کا ایک عکس ہے -
یعنی ہمارے مشوق کو لب الکیا یاد نگاہ و خواہش نہیں کہ چشمہ آبیابی اس کے مقابلہ میں ایک قطرہ کا چشمہ ہوا و دروس
خورشید ہمارے مشوق کے چاند جیسے حیرہ کا ایک عکس ہے

وگرفت و راست یک قطره غایت

اگر آفتاب است یک ذره غمیت

(۴) ترجمہ۔ جو قوت میں ہے "لَفَتْحِ فِیْهِ مِنْ رُوحِی" سنائی یقین ہو گیا ہے کہ اسباب پر کہ ہم اس میں اور وہ تھا۔ اے۔
خلقت آدم کے متعلق قرآن شریف میں۔ اِنِّیْ خَلَقْتُ بَشَرًا مِنْ طِیْنٍ کَاذَا سَوَّیْنَاهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُوحِیْ۔
(میں پیدا کر آیا ہوں انسان کو۔ پس جو قوت میں ہے اسے راست کر دیا۔ میں نے اس میں اپنی روح پھونکا)۔
جسے ثابت ہوتا کہ انسانی روح روح الہی ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَدَمَ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوحِیْ۔
خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) پس انسان کا اور خدا کا صوری اور نوعی تعلق اظہر من الشمس ہے۔ ایک بار
کہ صَعْرَةً مِّنْ نَّجْمٍ عَلَیْہِ رُوحٌ رَّبِّہِ (جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا خدا کو پہچان لیا) انہی ہمنوں میں عرف نفس کا تعارف
دک (اے جان کو پہچان خدا کو پہچان لیا)

صدقہ کرام اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان فی الحقیقت انوار الہی کا ایک پرتو ہے اور ذات خدا اس کا ایک خاتمہ ہے۔

جس تعلق کو اگر آدمی کا حق سمجھے تو خدا اور انسان کو درمیان پر دمن تو جو حامل نہیں رہتا خواجہ صاحب کی یہی تھی مومن کی طرف اشارہ کیا ہے۔

درہم آئینہ روی دیگر گو ن	مے مناند جمال او ہر دم
گہ بر آید بکسوت	گہ بر آید بصورت آدم

(۱۵) ترجمہ۔ ہر ایک ل کو غیب کو اسرار سے اظہار نہیں۔ اس لئے مومن کو انہی کی مجسمہ بنانی چاہی ہے۔
اسرار غیب سے یہاں ل کی ترکیف اشارہ ہے۔ جو کچھ شعر میں بیان ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ یہ راز بہت بلند معانی رکھتا ہے۔ اس سے ہر آدمی واقف نہیں ہو سکتا۔ یہ روحانی نکات ہیں۔ صرف جان اور روح ہی اس سے واقف ہو سکتے ہیں۔
ترجمہ۔ یہ دو الفاظ تو دین کی شرح حکیمان کر گیا۔ خاموش ہو۔ دو دو جہانوں میں تیار نہ ہو پائی معشوق کا جمال مگر۔ بھیم و فتح ذال۔ و کسر کاف مشدد۔ یا و زائین والا۔ سمجھائیو والا۔ نصیحت دین والا۔ مولانا دم فرما رہے ہیں۔

ملت عشق از ہمہ دین باجہر است	عاشقان را از مہرب ملت خدا است
عاشقان را ہم نفس سوزید غیبت	برہدہ ویران خراج و عشرت نیست

(۱۶) ترجمہ۔ اے حافظ! خیر دین تک اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا رہ۔ کہ وہ معشوق معذول ہو ہمارے ہی ان گنی کار کا دروازہ
درمان (۱) علاج۔ دوا دارو (۲) لاچار۔ درماندہ۔ از درماندن۔
اگر دوا مان کو کبھی درماندگی استعمال نہ کیا جائے۔ تو دارو در مان پڑھنا چاہئے۔ یعنی ہمارا دارو اور علاج ہے۔
از روز اول۔ تا روز آخر کا مقابلہ ظالم۔

غزل (۸۷)

۱	امروز شاہ انجمن دلبران کسیت	۱	دلہ اگر ہنسزار بود دلبران کسیت
۲	من بہر آن کہی دل زین دواہ ام بباد	۲	عیدیم مکن کہ حاصل ہر دو جہاں کسیت
۳	بود ایمان عالم پندار را بگری	۳	سہرا یم کنند کہ سودوز یاں کسیت
۴	خلفے زبان بدخوی شش کشاہ اند	۴	ای من علام آنکہ دلش باز باں کسیت

(۵) حافظ بر آستانہ دولت نہادہ سر (۵)
دولت در آن سرست کہ باستان کسیت

(۱) ترجمہ - آج مشفقوں کی انجمن کا بادشاہ ایک ہے۔ دلبرانہ ہر بھی ہے۔ تو دلبر ہی ایک ہے۔ یا دلبر ہی ایک ہے۔
یعنی تمام مشفقوں کا بادشاہ اور تمام دلبروں کا دلبر ہی ایک محبوب حقیقی ہے۔

زردیش روی خود آر است لے	بہر پوشش زہنجوں غاست میلے
لبشیریں شکر ریز بختاد	دل اند پر دیز بردو جان زفر باد
جال دوست ہر جا جسدہ کردہ	ز مشفقان عالم بستہ پردہ
سرا ز جیب نہ کنعان بر آورد	ز لیخا را دار از جان بر آورد
ہر پردہ کہ بینی پردگی دوست	قضا جلیان ہر دل بردگی دوست
دلے کو عاشق خوبان دلجو ست	اگر داند دگرے - عاشق دوست
بعشق دوست دل را زندگانی	لشوق دوست جاں را کامرانی

(۲) ترجمہ - میں انس ایک کیلے دل و دین بر باد کیا ہے۔ میری عیبتی نہ کر کہ دو لہجہ انوکھ حاصل کیا ہے

لے طالب دنیا تو لے مغروری	وے مائل عقبے تو کیے مزدوری
وے آنکہ زمیل ہر دو عالم دوری	تو طالب نور بلکہ عین نوری

ترجمہ - ترجمہ - عالم بندہ کہ سودا شوق کا ہے۔ کہ سودا غم بردیں کہ سود و زیاں ایک ہی چیز ہے۔

پندار - تصور - تحسب - خیال -

عالم بندہ اور دنیا ہے۔ جو ایک ضایع عالم ہے اور ہر جگہ ہے۔ سورہ حدید میں ہے۔ انما النجیۃ الایمانیۃ لعب و لیس و
زینہ و تفاخر منکم و تکاثر فی الاموال والا ولاد کمثل غیث اعجب اللغات مبناتہ کثر
یہیج فتراہ مصفر کیون حطاماً دنیا کی زندگانی ایک کھیل ہے۔ اور ایک ہر وہی ہے اور خود ستانی ہے
ایکد سر کو ساتھ۔ اور غریب زیادتی مال و اولاد پر۔ بارش کی مثال ہے جسکی پیداوار کسانوں کو حیرت میں ڈالتی ہے۔
اور ہر شک ہو جاتی ہے اور نہ شکستہ ہو جاتی ہے۔

دنیا جہاں ہے طالبوں کے لیے کھیل و خوش کن ہے۔ مگر متاع دنیا کی حقیقت کچھ نہیں اور اسکا نفع و نقصان بیان نہ کرنا پڑا ہے۔

بازیہ الیت طغی فریب این متاع دہر	بے غل مروان کہ بدین مستبہا تموندا
----------------------------------	-----------------------------------

دنیا کے عاشقوں کو دنیا کو سراہنے پر غور نہیں چاہیے۔ اور طالب حق ہونا چاہیے۔ وہ انجیو اللہ دنیا و متاع
الغور و دنیا کی زندگی ایک فریب ہے والا ملے ہے۔ دنیا عالم بندہ اور اسکی متاع ہے۔ سراہنے پڑا ہے۔ جو صرف اپنے طالب کے

از بی بی بی - اور باقی نہیں تھی -

خواجہ بندار کے دار و حاکم	حاصل خواجہ بھینڈ پند انیسرت
<p>لفظ سودا بمعنی حقوق - جنوں اور عشق اور زبان ترکی بمعنی تجارت استعمال ہوتا ہے لہذا لفظ سودا اور سربہ کی رعایتاً ہر رسم (ترجمہ) ہر ایک کی اس کے عشق کی دعویٰ میں زبان کھولی اور مخاطب - میں سکاٹلا ہوں جس کا دل اور زبان ایک بمعنی عشق الہی کا دعویٰ میں تو کتب میں لکھیں کہ کونتا ہوں جس کا دل اور زبان ہر زبان میں بمعنی عشق الہی ہو لہذا یہی عاشق (ترجمہ) حافظہ آستان دولت پر سر رکھا ہوا ہے - دولت اس سر پر ہے جو آستان ساتھ ایک ہو جائے یعنی سرور آستان میں فرق نہ رہے اس کے ساتھ ایک ہو جائے - گویا فنا فی المخلوق ہو جائے -</p>	

غزل (۸۸)

۱	المستہ لہ کہ در سیکدہ باز است	۱	ز اس رو کہ مرا پرور و رولی نیاز است
۲	خمہا ہمہ در جوش و خروش بندہ شتی	۲	و اس کے دور آنجا است حقیقت نہ نیاز است
۳	از وی بچہ شتی و غور دست و تکبر	۳	وز ما ہمہ بچارگی و عجز و نوب نیاز است
۴	شرح شکن زلف خم اندر خم جانان	۴	کو تہ نتوان کرد کہ اس قصہ دراز است
۵	بار دل مجنوں و خم طرہ لیلی است	۵	رخسارہ محمود کف پائی ایاست
۶	بر و ختہ ام دیدہ جو باز از عمہ عالم	۶	تا دیدہ من رخ زیبائی تو باز است
۷	راز کہ بر خلق پنهانیستیم بختیم	۷	با دوست بچویم کہ بچرم راز است
۸	در کعبہ گونی تو ہر آنکس کہ در آید	۸	از قبلہ ابروی تو در عین نماز است

ای مجلسیاں سوز دل حفظ مسکین (۹)

(۹)

از شمع پیر سید کہ در سوز و گداز است

(۱) ترجمہ - خدا کا احسان ہے کہ شمع خانہ کا دروازہ کھلا ہے اس واسطے کہ مجھ کو دروازہ پر در نیاز ہے - جو کہ درمیان دنیا میں نہ کر جاتا ہوں اور شمع خانہ کے دروازے میں اس واسطے کہ میں اس کی حقیقت سے آشنا ہوں میری تادینگی -

(۱۲) ترجمہ۔ منکے تمام سستی کی وجہ سے خوش و خوش میں نہیں اور وہ شراب اس جگہ پر جھپتی ہو۔ مجازی نہیں۔
یعنی شراب محبت ہو۔ شراب انگور نہیں۔ (آپ چاہیں تو بالعکس تعبیر بھی کر لیں۔
(۱۳) ترجمہ۔ اس کی طرف سے برستی۔ غور اور تکبر سے اور ہماری طرف سے عرف چاکلی۔ عجز اور نیاز ہے۔
مے کاٹا ڈال دیا ساقی ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ معشوق کی خم و زلف کی مشک کی تعریف۔ کوتاہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ قصہ لمبا ہو۔
معشوق کی زلف کو بہت لمبا بتاتے ہیں۔ اس لئے اس کی مشک کی تعریف بھی طویل ہو گئی۔

بہشتی عبادت و دار و نہ سحر ہی سخن بیاں
بہشتی شہسوار و دریا چہ بیاں باقی

(۱۵) ترجمہ۔ مجنوں کا بار دل ہو اور اس کا خم زلف۔ محمود کا چہرہ ہو اور ایاز کی کف پا۔
یعنی ایاز کا خم زلف مجنوں کے دل کی پریشانی کا سبب ہے اور محمود کیلئے ایاز کی کف پا اپنی خصلت سے ہی عزیز تر ہو گیا اور برائش ہے
اور اوپر پریشانی۔ اُدھر ناز ہو اور اُدھر نیاز۔

(۱۶) ترجمہ۔ باز کی طرح تمام جہاں سے آنکھیں کر دی ہیں۔ جس سے میری آنکھیں تیری خوبصورت چہرے پر کھلی ہو۔
باز اور باز میں صنعت خفیس ہے

باز۔ مشہور شکاری پرندہ۔ ابتدا میں اس کی آنکھیں بند رکھتی جاتی ہیں۔ جب وحشت ہو جاتی ہے کھول دی
جاتی ہیں شکار کی وقت بھی جب سے باہر لجاتی ہیں۔ تو پہلے اس کی آنکھیں بند رکھی جاتی ہیں کہ چوڑے بڑے پرندے پر
حملہ آور نہ ہو جب کہ ٹی پرندہ جو شکار کے لائق ہو دکھائی دے تو باز کی آنکھیں کھول دیتی ہیں اور اس پر حملہ آور ہو کر لیتا ہے۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیرا عاشق ہوا ہوں تمام عالم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں تاکہ اپنی ہمت کو باز کو دنیا کی ناپائیدار
خواہشات پر نہیں ہونے دوں۔ میرا طبع نظر صرف تو ہی تو ہوں اور تیری سوا میں کسی کا طالب نہیں۔

(۱۷) ترجمہ۔ وہ راز جو ہم نے خلقت سے چھپایا اور نہ کہا۔ معشوق سے کہتی ہیں کہ وہ محرم راز ہو۔ یعنی راز دان ہو۔

(۱۸) ترجمہ۔ تیری کوچہ کے گھیرے شخص آتا ہو۔ تیری قبلہ بردہ میں عین نماز کے اندھ ہو۔

یعنی جو شخص تیری کوچہ پر آگیا اور تیری محراب پر کود دیکھ لیا۔ وہ گویا عین نماز میں ہو۔ فی الحقیقت حضور سے ہر جھک
اور کوئی عبادت نہیں ہو سکتی۔ کتبہ قبلہ اور نماز میں مراعات النظیر ہے۔

(۱۹) ترجمہ۔ اے ہم مجلس۔ حافظ مسکین کے سوز دل کا حال۔ شمع ہو چو کہ وہ بی سوز دگدا نہیں ہے۔
یعنی دوسرے کو سوز دل کا حال وہی جانتا ہو۔ چو کہ دل میں سوز رکھتا ہو۔

غزل (۸۹)

۱	میر منجوش میر می کا ندر سر اپا میریت	۱	ترک منجوش می خرامی بشریت
۲	گفتہ بودی کی میری شمع این تحمل حسیت	۲	خوش تقاضا میکنی پیش تقاضا میریت
۳	عاشق مجبور محروم بت ساقی کجاست	۳	گو خراماں شو کہ پیش قدر عنا میریت
۴	ای کہ عمری شد کہ تا یارم از مگر کالت	۴	تو نگاہی کن کہ پیش چشم شہلا میریت
۵	گفتہ لعل منت ہم درد بخند ہم شفا	۵	گاہ پیش درد و گہ پیش مداوا میریت
۶	خوش خراماں میر می چشم بد از روی خود	۶	دارم اندر سر خیال آنکہ دریا میریت

(۶) گرچہ جامی حفظ اندر خلوت وصل تو نیست
(۶) ای ہمہ جامی تو خوش پیش تو میر جا میریت

(۱) ترجمہ - آسیری سزا تو اچھا چلتی ہے۔ کہ میں تیری سراپا پر قربان ہو جاؤں اسے میر ترک خوش خرامی کہتا ہوں
میں تیرے قد کے سامنے مر جاؤں۔

سراپا - مجنی خلعت تمام ادا دل تا آخر معشوق کے تمام انداموں کی تعریف مطلب یہ ہے کہ اے
معشوق میں تیری کبک رفتاری خوش خرامی - تیرے سراپا اور تیری قدر بالا پر قربان ہو جاؤں۔

(۲) ترجمہ - تو نے کہا تھا کہ تو کب میری سامنے مر گیا۔ اتنی جلدی کیوں تو اچھا تقاضا کرتا ہے میں تیری تقاضا
سے پہلے مرتا ہوں۔ یا تیرے تقاضا پر مرتا ہوں۔

(۳) ترجمہ - میں مجبور عاشق ہوں معشوق ساقی کہاں کہو کہ خراماں ہو کہ میں تیرے قدر عنا کے سامنے مروں۔
رعنا - زیبا - خوشنما - چالاک - مستکبر۔

(۴) ترجمہ - اے معشوق و مت ہوئی کہ میں تیری مگر گل کا بیاد ہو تو ایک نظر کر کہ تیری نگاہ میں کہ سامنے مر جاؤں۔
شہلا - زکس کی ایک قسم جسمیں بجا زردی کو سیاہی ہوتی اور چشم انسان کے مشابہ یہی زکس ہے۔

زکس زرد کو عبور کہتے ہیں۔ شہلا سیاہ سمرخی مائل آنکہ کوہی کہتے ہیں۔
(۵) ترجمہ - تو نے کہا کہ میر لعل (لعل لب) درد ہی دیتا ہے۔ اور دوا ہی۔ میں کبھی تیری درد اور کبھی علاج کو سہتا ہوں۔

یعنی میں تیرے لبعل کی درد بخشی اور دردمان بخشی دو تو پرستار ہوں۔
(۱۶) ترجمہ۔ تیری کیا اچھی رفتار ہو۔ تیری چہرہ کی چشم بدود میرا خیال ہو کہ تیری پاؤں میں جاں دوں۔
یعنی تیری رفتار نہایت اچھی ہے۔ میں اس خوش فکری پر جان قربان کرتا ہوں۔

چشم بدہ را ز دروے تو در درجہ دعائیہ ہے
(۱۷) ترجمہ۔ اگرچہ تیرا دل مجھ پر کھل کر کھنکھاتا ہے مگر میں نہیں۔ اے کہ تیری تمام مقام اچھے ہیں مگر میں تجھ کو نہیں پہنچتا۔
یعنی تیرا حیم دماغ نہ ہو۔ جہاں تو ہو وہی جگہ اچھی ہو اور میں ہاں ہی ستر کو تیار ہوں۔
ہمہ جلتے تو خوش ہو یہ مراد یہی ہو سکتی ہے۔ کہ تو سرتاپا خوبصورت ہے۔

غزل (۹۰)

۱	کون کہ مید باز بوستان بہشت	۱	میں شراب فرج بخش دیا جو در بہشت
۲	چمن حکایت اردی بہشت میگوید	۲	بے حال است کہ تیرے خرید و نقد بہشت
۳	مے عمارت دل کن کہ ایں جہاں اب	۳	دراں بہشت کہ از خاک نابازدشت
۴	وفاجوی ز دشمن کہ پیر تو می بندد	۴	چو جمع صومعہ افرزدی از چران کشت
۵	مکن بنامہ سیما ہی طاعت من بہشت	۵	کہ آگہ بہشت کہ تقدیر بر سرش صومعہ کشت
۶	کہ چرا نرزد از سلطنت امروز	۶	کہ خمیہ سایہ ابر بہشت بیک لبت کشت

قدم درخ مدار از جنازہ حرق

(۷)

(۸) کہ گرچہ غرق گناہ است میر و ہم بہشت

(۱۸) ترجمہ۔ اب کہ باغ ہم بہشت کی ہوا چل رہی ہے۔ میں ہوں اور شراب فرحت بخش اور مشتوق جو در بہشت
موسم بہار ہو اور خواجہ صاحب شراب وسعتی کے خواست گار۔

نوروز روزگار شاد است و ایمنی	پوشیدہ ابرو دشت بہ دیا ارمنی
خمس بہار خمیہ بھر ابرو دشت	واجب کند کہ خمیہ بھر ابرو دشت
بر گل ہم نشینی و بر گل ہی خوری	برخم مجھے خرامی و بر دشت مجھ دنی

(۴) ترجمہ۔ باغ اردی بہشت کی باتیں کرتا ہے۔ وہ شخص اقل نہیں جس نے تسبیح خیر اور تہجد چھوڑا۔
اردی بہشت۔ بہم اول ویا بچول۔ ماہ شمس کا نام جو ہندو ماہ چھیٹھ کو مطابق ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے اردی۔
بہجی مانند و نظیر۔ اور بہشت ہے۔ یا کثر افاضت کو اشباع سے پیدا ہوتی یعنی مانند بہشت چونکہ ایران و ایران میں
اس مہینہ میں بہار کا شباب ہوتا ہے۔ اسلئے اس نام سے موسوم ہوا۔

مطلب یہ کہ کہ موسم بہار ہے اور باغ رشک فردوس بنام ہے اس موقع کو غنیمت جانو۔ بہشت کی باتیں چھوڑ دو۔
نقد و نسبیہ کیلئے دیکھو شعر الف ۹ ت ۱۲

ایک شیشہ شراب لیو دل کشت	ایک جگہ مر نقد و تر نسبیہ بہشت
تو سے یہ بہشت دوزخ اندر گروند	کہ رفت بدوزخ و کہ آمد نہ بہشت

اسی مضمون پر ہے

حکیم شکوہ ہرگز سر نقد و نسبیہ زابد	تو بکیر باغ جنت بجز آر کشت مارا
زابد گوید بہشت باغ خوش است	من گویم شراب انگور خوش است
ابن نقد گوید در ست زان نسبیہ دار	آواز دل شنیدن از دوزخ خوش است

(۵) ترجمہ۔ شراب پسندوں کی تہذیب کہ یہ دیرین ہیں اس خیالی میں کہ ہماری خاک کے پتھریں بنائے۔
یعنی مے عشق سے دائمی خوشی اور حیات جاوید حاصل کر۔ زندگی دنیا کا کچھ اعتبار نہیں۔

خوش باش کہ دہر بیکراں خواہد بود	بر چرخ قرآن اختران خواہد بود
خستہ کہ ز قالب تو خواہد بود	ایوان دہرے دگر ان خواہد بود

(۴) ترجمہ۔ دشمن سے وفا کی امید نہ رکھ کہ رخصتی نہیں دیتی۔ اگر تو عبادت خانہ کی شمع کو چراغ کشت سے روشن کر لیا۔
یعنی چراغ کشت سے شمع مسجد روشن نہیں ہو سکتی یا کفر سے اسلام کو نور نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح دشمن سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۵) ترجمہ۔ مجاہد کو سیاہ اعمال (اعمالنا کو سیاہ ہونی) پر ملامت کر۔ کون جانتا ہے کہ تقدیر اس کو سر پر کیا لکھا ہے۔
یعنی مجاہد کو سیاہ اعمال اور بد بختیوں کا طعنہ نہ۔ تجھ کو کیا معلوم کہ میری قسمت میں خدا کیا لکھا اور غارتوں کا فائدہ میں سے کیا ہے۔

(۶) ترجمہ۔ گداگر کی سلطنت کی لاف کیوں نہ مارے۔ جب اس کا خیمہ ابر کا ساہ اور اس کی بڑی نگاہ کشت ہے۔
خیمہ اور بڑی نگاہ لازم سلطنت ہیں اسلئے جب گداگر کی پاس ابر کا خیمہ اور لب کشت کی بڑی نگاہ موجود ہو تو وہ ہی بادشاہ
اور بادشاہی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۱۶) ترجمہ۔ حافظ کے جنازے پر قدم بڑھنا تو نہ دینے نہ کر کیونکہ اگرچہ وہ گناہوں پر غرور تھا لیکن منید یا ہشت

کو جا رہا ہے۔

روایت۔ منہرہ کے خلیفہ صاحب کا انتقال ہوا۔ تو بعض علماء و ان کی نماز جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا چونکہ خلیفہ صاحب تمام عمر اہل ان یا کار اور عابدان کا ہر ایک کی پرورش اور پڑ کلام میں جا بجا ان کی کوتاہ آستین اور دست ہنوی پر حملہ کرتے رہے اسلئے اکثر مولوی اور فقیہ ان کے برخلاف رہے تھے۔ شاہ منصور بھی جنازے میں شریک تھا۔ اس نے نماز جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ پوچھی۔ تو ان لوگوں نے جواب دیا۔ کہ اس شخص کا تمام کلام زندانہ اور زندانہ پڑ شاہ منصور نے کہا کہ کیا ثبوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسی حافظ کا کلام منگایا جائے اس سے ثابت کر دینگے۔ کہ اس کا کلام بلند ہے کہتی ہیں۔ کہ اسی وقت شاہ منصور کے حکم سے خواجہ صاحب کی غزلوں کے مسودے منگوائے گئے۔ جب پہلا ہی ورق اٹھا تو اس پر لکھا تھا۔

قدم درلغ مدار از جنازہ حافظ

کہ گریہ غرق گناہ است میر و دیہشت

اس نیک غیبی کو دیکھ کر تمام لوگ شوش ہو گئے اور خواجہ صاحب کی مہر و کلمہ نماز جنازہ ادا کی گئی اور اسی منہرہ خواجہ صاحب کا نام لسان الغیب رکھا گیا۔ اور لوگ اس کے بعد خواجہ صاحب کے دیوان سے تقاضا کرنے لگے۔ شعر کا مطلب صاف ہے اور شعر (۵) کو ساتھ تسلسل مضمون نظر آتا ہے۔

ردیف ث

غزل (۱)

۱	ہجر مارا نیست در مان الغیاث	ہجر مارا نیست پایاں الغیاث
۲	دین و دل بردند و قصد جان کنند	الغیاث از جو زخوباں الغیاث
۳	در بہائے بوسہ جانی طلب	مسکنند این دلتاناں الغیاث
۴	خون مانور دند این کافر دلاں	ای مسلماناں چہ در مان الغیاث
۵	داو سکیناں بدہ ای روز و صل	از شرب یلدا ی ہجر اں الغیاث
۶	ہر زمانم درد و دیکر مسہر	زیں حلیقاں بردل جان الغیاث

ایچو حفظ روز و شب بخوشتن
(۱) گشته لم سوز ان و گریاں الغیث

(۲)

(۱)

- (۱) ترجمہ۔ فریاد کہ ہمارے درد کا کوئی علاج نہیں۔ فریاد کہ ہمارے بحر کی کوئی انتہا نہیں۔
الغیث۔ بحرِ غم، دامنِ چاہتا ہوں در لعلِ اطلالِ غیث تھا۔ غمِ کلاںِ اطلال کو جو فصلِ ہر خدشہ
اور الغیث جو غمِ ہر باقی رہا۔ عام اصطلاح میں الغیث بمعنی فریاد استعمال ہوتا ہے۔
- (۲) ترجمہ۔ دل و دین لے چکے ہیں ارجانِ لیل کی کارادہ کر رہے ہیں معشوقوں کو ظلم ہو فریاد، فریاد!!
ترجمہ۔ ایک بوسہ کی قیمت میں دستان (دلبر) جانِ طلب کرتے ہیں۔ فریاد ہو۔ !
طلب مکنند۔ ضرورتِ شعری کیلئے طلب پہلو مصرع میں اور مسکنند دوسرے مصرع میں آیا ہے۔
(۳) ترجمہ۔ ان کا فرد لوس (معشوق) کی ہمارے خون پی لیا۔ فریاد! اے کاناو اسکا کیا علاج ہے۔
کا فرد لیل یعنی سنگدل مسلمان و کافر کا مقابلہ ظاہر۔
- (۴) ترجمہ۔ اے وصال کو دن مسکینوں کی داد دو۔ فراق کی سیاہ لمبی رات ہو فریاد!
یلیلہ اے۔ لیل۔ سیاہ لمبی رات۔ جو آخرین درجہ قس میں واقع ہوتی ہے تمام سال میں سب سے بڑی رات
ہوتی ہے۔ اور ساتھ کا دن سب سے چھوٹا دن ہوتا ہے۔ اس رات کو بخش کہتے ہیں۔ ۲۲ دسمبر کی رات
شبِ ہجران چونکہ سختی کی رات ہوتی ہے اور مشکل تمام گزرتی ہے اسلئے لمبی ہوتی ہے۔ اور عاشقِ شبِ ہجر کو خوا
وہ ۲۲ جون کو واقع ہو۔ شبِ یلیل کہتے ہیں۔
- مطلب یہ ہے کہ شبِ ہجر جو سخت تکلیف دہی ہے۔ اسی روز وصال آوے گا۔ اسی مدد کر۔
- (۵) ترجمہ۔ ان جریوں کو دل جان کو بخت نیا دے پتہ چاہے فریاد ہو!
جرین سو رقیب مراد اسکا ہے دوست دشمن دو نوعوں میں آتا ہے اس بابت کی کتاب ہر باقیہوں کے جو فریاد
- (۶) ترجمہ۔ حافظِ کیر و دین رات بچو ہو کر۔ جل رہا ہوں اور دریا ہوں۔ فریاد!

ردیف - ج -

غزل (۱)

۱	سزد که از بگی دلبران ستانی باج	چرا کہ بر سر خواباں عالمے چوں تاج
۲	دو چشم سوخ تو بر ہم زده خطا و ختن	پچین زلف تو ماچین و ہند دودہ حراج
۳	بیاض روی تو روشن چو عارض خورشید	سواد زلف تو تاریک تر ز ظلمت حراج
۴	لب تو خضر و دہان تو آب حیوان است	قد تو سر و میان تو موسی و گون عراج
۵	از بس مرض حقیقت کجا شفا یا بھ	کہ از تو درد دل من نہ سر سد بلج
۶	دہان تنگ تو دودہ آب خضر قبا	لب جو قند تو برد از نبات محرواج
۷	چرا ہی شکستہ جان من نہ سنگدلی	دل ضعیف کہ بہست و دہان کی جو زجاج

(۸) قتادہ در دل حفظ ہو ای حق تو شہی (۹)

کمینہ بندہ خاک در تو بودی کاج

(۱) ترجمہ - چاہو کہ تو تمام مشوقوں سے فرج لے۔ کیونکہ تو مشوقان جہان کے سر پرست و تاج کو ہے۔

ہنگی - یقین - تمام - ہمہ - مروجہ سنوں میں ہمہ دلبران ہے۔

یعنی تو تمام سینوں کا شہنشاہ ہے ماتی حسینوں سے بھر خراج لینا چاہو۔

(۲) ترجمہ - تیری دو سوخ آنکھوں نے خطا و ختن کو برہم کر دیا۔ تیری زلف کو خم پر پین اور ہند خراج دیا ہے۔

خطا - ترکستان چین اور توران کو در میان ایک حسن خیر شہر ہے۔ خلق بھی چینی نامہ میں ایک مشہور شہر ہے خطا و

ختن کو تازی اور آرمین شہر ہیں۔ ماچین چین کے جنوبیہ رمندوستان کا مشرق میں ایک شہر ہے۔

مطلب یہ کہ خدا و خلق کو تیری آنکھوں سے برہم نہ کیا۔ چونکہ خطا و ختن کو آہوش و دہان کے پتہ آہو کو چشم مشوق کو

و بجائی ہے اسلئے کہا ہے کہ تیری سوخ آنکھوں سے آہو ان خلق کو برہم نہ کیا ہے۔

ای دلیغ نرالی از غم خال تو لالہ را شہرہ ساخت آہو نے چشم غزالہ را

ای طرح ہند اور چین پر جو کہ گرم ملک ہیں اور گرم ملکوں کی باشندوں کو بال نہایت سیاہ اور چہرہ اور
گہو کر یا ہونٹ ہیں سیاہ کیا کہ تیری لطف کی سیاہی اور پیچ قباب کے اگر ہندو یا چین کا سر ہی غم ہے۔

چین ملک کا نام بھی ہے اور صنعت الہام چین و یاجین میں بھی ہے۔

(۳) ترجمہ۔ تیری چہرہ کا بیاض نور رشید کی چہرہ کی طرح روشن ہے تیری لطف کی سیاہی اندھیری کی تاریکی سے
زیادہ (یا عین تاریکی کی نی زیادہ تاریک ہے)۔ بیاض۔ برتیر کی سفیدی سفید کاغذ جیسے لکھا ہے۔ سفید کاغذ
کی کتاب جیسے پرچہ لکھا ہے۔ اور تفرقا لکھو کیڑا ہے۔ سو اور سیاہی سو (کتاب) قلاب۔ تاریکی تاریک
نہایت تاریک۔ مجازاً اندھیری رات۔ بیاض اور سواد کی رعایت لطیف ہے۔

(۴) ترجمہ۔ تیرا لب خضر اور تیرا لب احمر۔ تیرا لب سرخ۔ تیرا لب کرم یا لال اور تیری گردن لعلی انت (کلیں سفید) ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اس مرض کی حقیقت میں میں کب شفا پا سکتا ہوں۔ کہ تجھے میرے دل میں علاج کو نہیں پہنچتا۔
یعنی تو میرے دل کا علاج نہیں کر سکتا۔ اس طرح شفا حاصل ہو سکتی ہے دو ستر مصرع کے معنی اس طرح ہے کہ جو کہ میرا
درد دل علاج کی طرف جانے نہیں یعنی میرے دل کو تیرے دس اتنی محبت کہ وہ اب کی طرح شوق ہو تا ہی نہیں اس طرح اس طرح

(۶) ترجمہ۔ تیرے دہانے کی آب خضر (آبی) کو بقا دے۔ تیری شکر و قد جیسی اسے قد مصری کا رواج دور کر دیا۔
یعنی آبیہ کو جو بقا حاصل آیا آبیہ میں زندگی جاوید کا خاصہ وہ تیرا ہی یا تو آدمین مشوق کو آبیہ کا چشمہ کہتے ہیں۔

نبات مصری ہو اور کوڑہ ہاوی مصری مصر کی شکر۔ مصری۔ جو نہایت لطیف اور شیریں بوٹی ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تو سسکلی ہو میری جان کو تو تیرا ہی میرے کھینچنے کے دل کو جو زکات میں شیشہ کی طرح ہے۔
(۸) ترجمہ۔ تجھے جیسے بادشاہ کا شوق جاننے کے دل پہنچا۔ کاش کہ وہ تیرے دروازہ کی خاک کمتر میں ملا ہو تا۔

کلیج۔ کاش۔ افسوس۔ افسوس کہ ایسا ہوتا۔

روایف ح
غزل (۱۱)

۱	اگر بزم بے خون عاشق مست ح	۱	صلح ماہمہ آنست ن تراست صلا ح
۲	سواد موی تو قفسہ جاعل الطلا ح	۲	بیاض موی تو تیان فائق الاصبا ح
۳	ندیدہ ام شدہ صد چشمہ در کنار دواں	۳	کہ خود شنا کنند در میان آن ملا ح

۴	لب بواب حیات تو هست قوت روح	و خود خاکی بار از دست قوت روح
۵	ز جنگ لطف کنست کسی نیافت خلاص	نه از کمانچه ابرو و ترغمنه خنجر
۶	بیان که خون دل خویش تن جل کدوم	اگر بمزد مہب تو خون عاشق مستی
۷	نداد بوسه لعل لبش لب لیس	نیافت کام دل من از دلدل جاح
۸	صلح و توبہ تقوی و یا تجوز ابد	ز رند و عاشق و مجنون کسی مستی
۹	پیالہ حسیت کہ بریاد تو کشیم طام	و سخن شرب شراب کد لک لاف اقداح

(۱۰) دعای جان تو در زبان جافط باد
(۱۱) مدام تا کہ بود گردش مساو صبح

(۱) ترجمہ - اگر تیری نہ مہربان عاشق کا خون جان نہ دے - تو چارہ ہی صلاح باکلی ہی ہے جوتیری صلاح ہے
یعنی ہم تیری رضا پر راضی ہیں - تسلیم خم ہے -

مرزا غالب تو گناہ قتل بھی اپنی سر پر لہز کو تیار ہیں اور معشوق کو کہتے ہیں قتل کو جادو -

اسد سہل کو کس انداز کا قاتل سو کہتا ہے کہ مشق ناز کر خون عالم سیری گردن پر

اسی مضمون پر ہے

منظور گر قتل مراعیر سے نہ ہو چھ ہے تو صلح نیک میں کیا پوچھتا سلا (رذوق)

(۲) ترجمہ - تیرے باغوں کی سیاہی جاعل الظلمات کی تفسیر ہے - اور تیری چہرہ کا سیاہی قاتل از صلیح کا بیان ہے -
سواد و بیاض کیلئے دیکھو شعر جلی

جاعل الظلمات - جاعل کبیر عین - کرنیوالا - پیدا کرنیوالا - بنانا بیوالا - ظلمات یعنی ظلمت

نظم میں ضرورت شعر کی کدو سکون لام سے ہی جائز ہے - قرآنی الفاظ ہیں سورہ النعام کی شروع میں ہے -

الحمد لله الذی خلق السموات والارض وجعل الظلمات والنور (سب تعریف خدا کو ہے -

جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور پیدا کیا اندھیرا اور ادجالا - اتنا کہی کا پیدا کرنیوالا - یعنی خدا تعالیٰ -

فالق الا صباح - بکسر حرف ہنتم - رات کی سیاہی ہون کی سفیدی کو پھاڑ کر نکالنے والا یعنی خدا تعالیٰ

(فالق شکاف کرنیوالا - باہر نکالنے والا)

قرآنی الفاظ پر سورۃ النامہ میں آیا ہے۔ فَاُولَٰئِكَ نَسْجَحُ وَنَكْهُنَّ اَنْتُمْ لَسْكُنَا۔ الخ و ہذا نوالا صبح کا اور کیا ہے انکو کرنا کی چیزیں تبیان۔ بکسر مصد زبنا تفعیل۔ معانی کا بیان ہے ہویدا ہونا۔ ظاہر کرنا۔ مطلب یہ کہ تیری باتوں کی جامل الظلمات کی تفسیر ہے یعنی خدا کی عین تاریکی (تاریکی مجسم) جو پیدا کی ہے وہ تیری لفت کی سیاحت ہے۔ اگر محبوب حقیقی کو محو طلب کیا جائے تو مطلب ہوگا کہ تاریکی جو اپنے پیدا کی ہے وہ گویا اس کی لفت ہے یعنی لفت محبوب حقیقی سے مراد وہ تاریکی اور سیاحت ہے۔ جو اس نے دنیا میں پیدا کی اسی لٹو اصطلاحات تصوف میں بعض دفعہ زلف و مراد عالم کثرت عالم اعتناء اور ظلمت کفر وغیرہ بھی لی جاتی ہے

دوسرے مصرع کا مطلب یہ ہے کہ اس مشوق تیری چہرہ کا بیاض فائق الاصباح کی تشریح ہے یعنی عین نور اور سفیدی جو خدا پیدا کی ہے وہ تیرا چہرہ ہے یا بصورت خطاب محبوب حقیقی یہ مطلب ہوگا کہ روشنی جو اپنے پیدا کی ہے وہ گویا اس کے چہرہ یعنی رخ اور رخسار سے مراد وہ روشنی اور نور ہے۔ جو محبوب حقیقی نے دنیا میں پیدا کیا اصطلاح تصوف میں رخ اور رخسار سے مراد ہی نور ایمان۔ نور مطلق۔ شان جمالی وغیرہ لیا جاتی ہے۔

سودا۔ تفسیر بیاض تبیان کی یہ اصطلاح سورۃ النامہ میں قرآنی الفاظ کے ساتھ لفظ تفسیر تبیان کی لطافت بل تحسیر اس ترجمہ۔ میر کی کہوں سے سوچو دامن میں جاسی ہیں۔ کہ خود طالع ہی ان کے اندر نہیں تیر سکتا۔ کثرت گر یہ ظاہر کی ہے۔ کنار معنی بغل اور کنار معنی کنارہ دریا و نہر لہذا صحت ایہام۔

ہوا دو دو آنکھوں سے یہ جو شرمشک	کہ گنگا کی جنت مفت بل ہوئی (امیر)
---------------------------------	-----------------------------------

(۴) ترجمہ۔ تیرا تجا حبیب دل کی قوت ہے۔ اور ہمارا خلک وجود کیلئے وہی غذا کثام ہے۔ رواج۔ بفتح۔ عصر و مغرب کے درمیان کا وقت۔ بعض کہتے ہیں شام شبانگاہ۔ وقت طلوع کے بعد اور وقت یعنی تیری لب ہمارے نور و حانی قوت میں اور تیری بول کا بوسہ ہماری شام کی غذا کہ قوت۔ قوت اور روح۔ رواج میں صنعت تجنیس ہے۔

(۵) ترجمہ۔ تیری کمند جیسی لفت کی بچہ کو کسی خلاص نہ پائی۔ اور نہ کمان ابرو اور تیر غمزہ سے رہائی۔

نجاح۔ بفتح۔ رستگاری۔ فتح مندی۔ حاجت روانی۔

(۶) ترجمہ۔ اگر میں اپنے دل کا خون تجھ پر طالع کر دیا۔ اگر تیری مذہب میں عاشق کا خون مباح ہو۔

جل۔ بکسر تن۔ جرم بخشی کرنا۔ گناہ معاف کرنا۔ معاذ اللہ یہ لفظ عربی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کا خفی فانی میں نہیں ملے گی عربی لغات میں یہ لفظ نہیں ملے گا۔ اسد و مراد نے غیا لغات کی رائے ہے کہ یہ لفظ اصل سے لٹا ہے نیز اسد و مراد نے

(۸) ترجمہ - کاتبوں کی غلطی اور اہل علم و تعلیم کی بے التفاتی سے محل کہاجا نا شروع ہو گیا۔ والدہ اہم بالصواب۔
یعنی اگر تیری نزدیک خون عاشق سناؤ تو مجھ کوئی عذر نہیں۔ آؤد فخر آزمائی کر۔ اچھی صورت ہے۔ جو مطلع غزل کا ہے۔
راہ ترجمہ - سو فریب ہے ہاں سزا پہ لعل کا بوسہ دیا۔ میر دل نے سو منت و زاری سے یہی اس کے اپنا مقصد نہ پایا۔
تلبیس - کپڑے پہنا۔ مجازاً مکر و فریب۔ کیونکہ مکر و فریب کے وقت آدمی اپنا ارادہ کو لباس ظاہری سے پوشیدہ کرتا ہے۔
الحاح - بکسر۔ زاری کرنا۔ درخواست کرنا کسی کام میں مبالغہ کرنا۔

(۸) ترجمہ - اے زہد ہم مصلح - توبہ اور تقویٰ نہ ڈھونڈ۔ رند عاشق اور دیوانہ کی کوئی مصلح نہیں ڈھونڈتا۔
مصلح - نیکی (ضد فساد) مصلح - دیکھو شعر الف ۵
چہ نسبت است بر ندی مصلح و تقویٰ سماع و عطف کی نعمت رباب کجا

(۹) ترجمہ - پیالہ کیا چیز کہ تیری یاد میں ہمیشہ پیو میں۔ پیو میں (پینا) اس طرح قلع پر قلع۔
قلمح - بڑی پیالہ کو کہتے ہیں۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ تیری یاد میں ہمیشہ پیانوں پر چاہے کبھی پیو میں۔
ایک پیالہ کا تذکرہ ہی کیا ہے۔

(۱۰) ترجمہ - تیری جان کی حفاظت کی زبان کا درد ہو ہمیشہ جب تک کہ شام و صبح کی گردش جاری ہے۔
یعنی جب تک کہ اند میں گردش روز و شب ہے۔ جب تک زمانہ قائم ہے۔ حافظ تیری جان کی یاد دہا کرتا ہے۔

غزل (۲)

۱	بہیں ہلال محرم بخواہ ساغر راج	کہ ماہ امین باستان سال مصلح و مصلح
۲	عزیز دار زمان وصال را کاندم	مقابل قریب دست و روز اسفند
۳	نزع بر سر دنیا ی دول کسی نکند	بہ آشتی تیرای تو دیدہ گوئی مصلح
۴	ولا تو فارغی از کار خویش و می ترسم	کہ گشت تکفاید جو کم کنی مفتاح
۵	بیار بادہ کہ روزش خیر ابد بود	ہر آنکہ جام صبوحش نہد چہ رنج صباح
۶	کہ ام طاعتش لیتہ آید از من بست	کہ رنگ صبح نہ اتم ز فائق الاصباح
۷	زمانہ شجاع ست و دور حکمت شرع	براحت امی دل جان کوش در صبا
۸	بوی صبح جو حافظش بہر بود	کہ بشافد کل عیثیت دشمن مصلح

از ترجمہ۔ ہلال محرم کا دیکھو اور شراب کا پیالہ مانگ۔ کیونکہ یہ امن و امان کا مہینہ ہے اور صلح اور صلاح کا سال ہے۔
 محرم۔ بنیم اول و فتح حاورا کمتد مفتوح صیفہ اسم مفتول ہے۔ حرام کیا گیا۔ عرام کہا گیا۔ عربی مہینہ کا نام ہے۔
 چونکہ ماہ جاہلیت میں اس مہینہ میں قتل و دغا و دغا تھا۔ اسلئے یہ نام ہوا۔ عربی سال اس مہینہ سے شروع ہوتا ہے۔
 شیعوں کے طریقت خواجہ نظر پر اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ شعر انہوں نے کیا کیوں کہ شیعوں کے نزدیک محرم گناہ اور ماتم کا مہینہ ہے
 کیونکہ امام حسین علیہ السلام اس مہینہ میں شہید ہوئے۔ خواجہ صاحب اس مہینہ کو امن و امان کا مہینہ کہتے ہیں اور ان کے حرم میں شہید ہوئے۔
 حقیقت یہ کہ خواجہ صاحب نے اد خیال آدمی تھے۔ اور رسوم و توہمات کی ان دل میں کل وقعت تھی۔ جس طرح طالب
 خواجہ صاحب ہیں اگر اس کا پیکار کیا تو اس کیلئے محرم صفر برابر ہو جاتا کیونکہ مہینوں کی نسبت محرم میں اتنا زیادہ گناہ نہیں ہے۔
 اور اگر یہ تو بقول شاعر۔

ہرگز نہ کہی در شب آد سہ کن
 کہ نہ کہی در شب آد سہ کن
 اسلام کے سال کی مہینوں میں آد سہ کن کی کوئی خوش و سعادت وغیرہ کی تمیز نہیں کی اور یہ نیز جو غیر مذکور ہے کہ
 تعلق قائم ہو گیا اہل اسلام میں ہی رواج پا گیا ہے۔ محض بے اصول ہے۔ عمر خیام کہتا ہے۔ کہ ماہ شعبان جو رسول کا مہینہ
 اسلئے اس میں شراب پینی ناجائز ہے۔ اور جب خاص اکام مہینہ ہے اسلئے اس میں بھی نوشی نہیں ہو سکتی۔ باقی رمضان جو ہمارا اپنا
 مہینہ ہے۔ چلو اسی میں سو۔

گوئیہ کہ جو پاک و شعبان نہ رہا است	نہ تر جب کہ اس مد خاص خدا است
شعبان در جب ماہ خداوند و رسول	ماہ بہ رمضان خرمیکہ کال خاصہ ست

اس قسم کے اشعار و مطالب کو کافر یہ ہوتا کہ مہینوں اور دنوں کی تمیز بے اصول ہے اور قواعد اسلام کے خلاف۔ صرف تیر ان الفاظ
 میں معانی کو بیان کیا جاتا ہے کہ مضمون سمجھ آ جائے۔ خواجہ صاحب نے بھی حرف یہی بتایا کہ تمام مہینہ برابر ہے اور اس میں تمیز
 کو جو لوگوں نے مہینہ و وقت پائی ہے۔ منقول ہے۔
 اور اگر خواجہ صاحب کی شراب کو برا نہ کہا جائے اور اس کو وہی معنی لے جائیں جو خواجہ صاحب تمام کلام مطالعہ سے ثابت ہو چکیں۔
 تو ماہ محرم بیشک اس میں سب سے زیادہ موزون مہینہ ہے۔ قول خدا اور نواز رسول کے مطابق شہید کی نہیں دے دہ کشینہ نہ
 ہوتے ہیں۔ اور یہ شہادت (شہادت) جسکو نصیب نہ نہایت ہی خوش نصیب ہے جو اس کیلئے شہادت شہی کل تمام ہے۔
 نہ رخ و اہم کا شراب عشق کیلئے کیا اس مہینہ میں موزون تر کوئی اور مہینہ ہو سکتا ہے جس میں اگر ملائی جائے شہادت پیا ہو۔ ۹
 محرم کو امن و امان کا مہینہ کہا گیا کہ اس میں قتل و دغا نہیں ہو سکتا۔ نہ کہ اس میں قتل و دغا نہیں ہو سکتا۔ نہ کہ اس میں قتل و دغا نہیں ہو سکتا۔

دین ایمین میں جی بچہ بچہ حرام تو - ذیقعدہ - ذی الحجہ - محرم - جب کہ ان میں طہر نام حرام تھا۔ ملک عرب میں اس وقت تھا کہ لوگ درخیز کر جوج و عمرو کر سکیں (موضع القرآن)
اور اگر ایک خاص محرم اور ایک خاص سال میں گاہے جنگ عبد الکریم ہا ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ تمام محرم مہینہ قتل و قتال اور فساد کی بجائیں جسبہ محرم کا تو صاحب کے کرشمہ پر وہ ماہ محرم بیٹھ گیا جو کمال امن و امان کا مہینہ تھا۔ اور وہ سال ہی بچاؤ کا صلح و صلح کا سال تھا۔ اسلئے کہ اس ماہ امن و امان سے سال صلح و صلح یعنی اس محرم تو قتل و قتل مہینہ نہیں سمجھ کر تھی کرو۔
(۲) آخر جمہ - زمانہ صلح و غنیمت جانو کہ وہ وقت - شنبہ - راور روز استقلال کی رات ہوتا ہے۔

شب قدر - لیلة القدر تحقیق کیلئے دیکھو شعر باب ۱۰ -
روز استقلال - یار روز افتخار - ہا جب کی بندہ ہو تیل و بخ - و چہ سبب اگر محنت الہی در آواز و برکت در آواز میں کھتی ہیں۔
اسی کی یاد روز و رات میں آئے کہ یہ سبب ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کو بارہ میں اسی دن باقی تھی۔
مطلب یہ کہ تاوصال کے بعد کہ وقت شنبہ اور روز استقلال کی رات برکت کھتا - شنبہ ہی صبح اٹھنا - لیلا و شنبہ اور روز استقلال ہی در رحمت کھاتی گاؤں ہے۔ اسلیئے کہ تاوصال کو تاوصال کے شنبہ اور روز استقلال صبح اٹھنا کو کون کو روز استقلال اور صلح کی رات کو شنبہ سمجھو۔

(۳) آخر جمہ - دنیا و دوسرے کی شخص لڑائی نہ کرتا - اے نور چشم صلح کو ساتھ گونے فلاح لیا۔

فلاح - بقیہ - تنگداری - فیروزی - بقائے یحییٰ اور فیروز مرغا۔

یعنی دنیا و دوسرے کوئی عادل جنگ نہیں کرتا۔ یہ اس قیمت کی نہیں۔ صلح و آشتی سے میدان بہاد و فلاح میں فتح حاصل کر۔
اور ترجمہ - اے دل نوایہ کام ہو فارغ ہو۔ اور میں نہا ہوں کہ کوئی تیر اور ازانہ (یا تیری اور ازانہ) نہیں گناہ اگر تو کہیں ہو
خواصا یہ کہ کوئی اگر کہتے ہو کہ تو کام ہو غافل معلوم ہوتا یعنی معادار و حصول ملک و شان نہیں۔ یاد کہ تیری کشائش کا اسی
میں کہ تو راہ مشق میں سعی کر۔ کہ جو مجھ کو حرم یا بہشت کی کئی مہر ہے کہ تو راہ طلب میں تہہ کر۔ کہ اس کی غنیمت کوئی مردانہ نہیں
کھل سکیگا۔ - شانہ علی سر ہندی کا لکھ اور ہی خیال دیکھتا ہو کہ

در فیض شمع شائش ز امیدار جا	بہشت از قتل و قتل و قتل و قتل
منہاج ایک کا ہی نام ہے جو خواہ ما کا اکثر زیر طالعہ یعنی تھی۔ یہ کتاب علم معانی میں سکا کی تصنیف ہے۔	
(۵) ترجمہ - شرب لکھ اس شخص کو دن حیرت گذریگا جس کی صبح جام صبح ہو۔	
جراغ صباح - صبح - شمع صباح - شمع صبح - شمع عالم تاب ہی کہتے ہیں (فخائل اللغات) صبح - وہ سر صبح ہی جا	

مطلب پر کہ جس کی کو طوع افنا کیجے قیام ہو، یعنی خود تمام دن خیر و آرام کو گذارتا ہو جام صبح کو مصباح ہی کہتا
ہو اور مصباح کو معی چراغ بھی ہوتے ہیں۔ لہذا جام صبح اور چراغ مصباح کی رعایت ظاہر۔
اور اگر ترجمہ۔ مجھ سے کتنی پسندیدہ طاقت ہو سکتی ہو جس کی مرنگ صبح اور فالق الاصلاح غفرتی فرما جاتا۔
فالق الاصلاح۔ کیل و دیگھو ج۔ مطلب یہ کہ میں سیاست رکھتا ہوں کہ مجھ کو صبح اور صبح پیرا کرنا اور حق پر معلوم نہیں۔ مجھ کو کسی
شائستہ بتا دی کیا امید ہو سکتی ہے یعنی میں ترکتی ہوں کہ میں گناہوں کو بھول کر خالق مخلوق اور عاشق معشوق و دریا و چھ فرق
ہی نظر نہیں آتا ورنہ میں کوئی ہمدان میں حائل معلوم نہیں ہوتا تا رب میں علالت کیا کر سکتا ہوں۔

یہ سب کچھ بلکہ ہر شے کی	میں ان کی عظمت و کھٹا جی
میں ان کے جاننے بامیں تو میں	میں رنگ دوئی بار ندر دینجا

اور اگر ترجمہ۔ شاہ تجار کا وقت پر اور کھتہ شروع کا وقت سے دل میں صبح و شام غرض ہر شے کی کوکب ش کر۔
شاہ تجار۔ امیر مبارز الدین محمد مظفر کا بیٹا اور شیراز کا بادشاہ تھا۔ وہ خود عالم تھا علم و سیاست و راز اور دنیا و عطا
اور کچھ۔ بامیں بہت قدر تھی۔ خواہ کتنے کے اکثر غلو نہیں اس کا نام کیا تفصیل کیل و دیگھو جلد اول سوانح عمری خواجہ حافظ
اور اگر ترجمہ۔ صبح کی امید یہ جانتا کہ میرا ساری اہل جاگتا۔ تاکہ تیری عیش کا پہل چراغ کی شعلہ کو کھل جائے۔
شب بروز اور۔ جی رات بھی جاگتا رہے۔ صبح تک جاگتا رہے۔ خواجہ صاحب خود شہرت آ رہے۔ اور عزیز۔ یہاں مخاطب کو
بہت شب بیدار کی کھوندیں آگاہ کرتے ہیں اور فرما رہے کہ اس امید پر کبھی صبح وصال کا طوع ہوگا۔ تاہم بہت ناخوش ہیں
جاگتا رہے۔ جس طرح صبح کی روشنی اور رات پہلو کو کھٹکتی رہتی ہے۔ اسی طرح چراغ کا شعلہ ہی تیرے گل مقصود کو کھٹکتی رہتی ہے
مصباح ایک کتاب کا نام ہے جو خواجہ صاحب کے زیر مطالعہ رہتی تھی۔ دیکھو جلد اول (سوانح عمری خواجہ صاحب)

رہیف خ

غزل (۱)

دل میں نہ ہو امی روے فرخ	۱	بود آشفتمہمچوں موے فرخ
بجز ہندوی زلفش سبکس نیست	۲	کہ بر خود وار شد از روے فرخ
سیاہ نیک بخت است آنکہ دالم	۳	بود ہزار و ہزار نوے فرخ

۴	شود چوں سید لرزان سرو آزاد	۱	اگر سبب قد و چوے فرخ
۵	بدہ ساقی شراب ارغوانی	۲	سیاد بر کس جادوے فرخ
۶	دو تاشد قامت همچو گلستان	۳	زخم پیوسته چو آن برے فرخ
۷	نسیم مشک تا تازی جسل کرد	۴	شمیم موے عنبر بوے فرخ
۸	اگر سیل دل هر کس بجای نیست	۵	بو میل دل من سوئے فرخ

خلاصہ طرہ آنم کہ باشد

(۹)

چو حافظ جاکر بندوے فرخ

(۹)

اس غزل میں لفظ فرخ بطور اسم علم استعمال ہوا ہے۔ لفظ اول ضم کے مشدود یعنی مبارک۔ بجایوں زیر بارخ مرکب ہے۔ فرادرج سے فرم یعنی زنیائی۔ شکوہ۔ سرخ۔ یعنی چہرہ عاشقینوں اور شاعر فرخ کے مقابل تمام معشوق خواجہ حافظ لکھنوی نے فرادرج سے فرادرج کے معنی میں فرادرج کی کوئی اور خانہ تشبیہ نہیں کی۔

(۱۱) ترجمہ۔ میرادل فرخ کی چہرہ کا اشتیاق میں زلف فرخ کی طرح اشفتہ و پریشان رہتا ہے۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس کی زلف سیاہ کی بغیر اور کوئی ایسا نہیں۔ جو فرخ کی چہرہ سے بہرہ اندوز ہوا ہو۔

ظاہر ہے کہ زلف تو ہمیشہ رخسار پر پڑی رہتی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ وہ سیاہ (زلف) نیک بخت ہے۔ جو ہمیشہ فرخ کے ہزاروں اور ہزار رہتی ہے۔

زلف کا ہزاروں ہزاروں کی درازی پر دل ہے۔

(۱۴) ترجمہ۔ سرو آزاد و مید لرزان کی طرح ہو جائے (یا سید کی طرح لرزان ہو جائے) اگر فرخ کا دل سپندہ قد و کیٹے ہے

سرو آزاد۔ سر کی ایک قسم ہے جو سیدھا اور اونچا چلا جاتا ہے۔ سو کہنی کی قد سے آزاد ہے عین آزادہ و سر نہرتا ہے۔ اس طرح سرو آزاد کہلاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سرو آزاد ہی اس قدر مقابلہ میں لرزان کی حیثیت رکھتا ہے کہ سرو آزاد کہان کی طرح جھکا رہتا ہے۔ لہذا مقابلہ ظاہر۔

(۱۵) ترجمہ۔ لے لے ساقی شراب۔ سرخ دے۔ فرخ کی نگہ کی داکی یادیں۔

یعنی فرخ کی چشم مست کی یادیں شراب سرخ دے۔

(۱) ترجمہ - میر قدکمان کی طرح دوتا ہو گیا ہمیشہ غم کو چھوڑا بروی فرخ کی طرح - ابرو کو بی کمان کہتے ہیں
(۲) ترجمہ - شک تاناری کی خوشبو کو شرمندہ کر دیا - فرخ کی غنبر کی خوشبو والی زینت خوشبو نے
پہلے منور علی لفظ تاناری کے بعد را محذوف ہے - حضرت شمری کیلئے جائزہ مشک تاناری تاناری کی کسوٹی - تاؤ تانار
(۳) ترجمہ - اگر ہر ایک می کو دل کی غربت کسی طرف ہے - تو میری دل کی رغبت فرخ کی طرف ہے -
ای نیت کی جگہ اگر کیا نیت پڑھا جائے تو یہ معنی ہونے لگے اگر کیا آدمی کا دل ہی جان (معتوق) کی طرف مائل ہوتا تو...

ابرقوم است را دینے و تہہ گاہی | اس قید راست کردم در طرز بچکلا ہے

(۴) ترجمہ - میں اس کو دل کا غلام ہوں - جو حافظہ کی طرح فرخ کی زینت کا غلام ہو -

ردیف (د) غزل (۱)

۱	دورنی تو اہم و مغرب کہ مسیحا کو یہ سید	۱	ابرار آری مرا کہ دور دوری را زید
۲	ای فلک میں شمری تا کی باد کشید	۲	شادمان در جلوہ و من شمر سیکہ ام
۳	بادہ و گل از بہای حرقہ می باید خرید	۳	خطا جو دست آبروی خود منی باید فروخت
۴	من بیکروم دعا و صبح آمین می دمید	۴	عالم با خواہد کشود از دولتہم کاریکیم و دوش
۵	از گرمی کوئی از گوشہ بونی شنید	۵	بادوں با ہزاران خندہ گل آمد بیاغ
۶	جامہ در شکنامی نیزے باید برید	۶	انہم گر خاک شد در عالم رندی چہاک
۷	دانایا دل گز شرف تو من دیدم کہ دید	۷	از لاف کرب اصل تو من گفتہ گفت
۸	گوشہ گیران از آسائش طبع باید برید	۸	عدل سلطان گز پر سد سال مظلومان عاشق

تیر عاشق کش ندا ہم بر دل جاؤا کہ زد

(۹)

(۹)

اے قدر و اہم کہ از شعر تریش خوش محکم

(۱۰) ترجمہ - ابرار آری ادا دور دوری ہو چکی - میری شرب چاہتا ہوں و مغرب جو گاتا ہے - کیا -

آؤار۔ ایک رومی ہمدیہ کا نام ہے۔ مطابق بیت داسیریاں۔	
نوروز۔ ماہ فروردین کی پہلی تاریخ۔ جلیقہ کی پہلی چاندی کے نقطہ اول کی پہلی چاندی مطابق ۲۲ یا ۲۳ مارچ۔ یکم فروردین کو نوروز عام یا نوروز چک کہتے ہیں۔ طبعی سپہلی مرتبہ یکم فروردین کو تخت پر بیٹھا اور چھٹی فروردین کو نوروز خاصہ کہتے ہیں۔	
جھنڈیہ میر اسحاق کو تخت پر بیٹھا اور دہرہ عام کیا۔ مطلب ہے کہ اس پر آریا اور بارہا چلے گئے۔ مطربی جو دھڑکے سے آواز دے گا اور بادہ اور موم ہارے گا۔ دیکھو شعرات (پتا)۔ روز ابر بادہ لوتنی کیلئے موزوں دن ہوتا ہے۔ اور توبہ شکن۔	
انخاب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی	پیتا ہوں دہرہ دشب ماہتاب میں
دع موعوم کا شعر ہے	
میکشونزدہ گھگور گھٹائیں آئیں	تم یہ رحمت ہوئی توبہ یہ بلائیں آئیں
جہانگیر کا شعر ہے	
ساغے برین گلزارے ماہ کشید	اگر سیار راستے سیاحی پاکشید
(۲) ترجمہ۔ عشق جو نہائی کرے ہر اور میں عیب کے خالی ہو پر فرزند ہوں۔ یہ آسمان پر سرسای کتب کا ٹھکانہ جا لگی۔	
مطلب ہے کہ مشوق جو نہائی کرے ہر میں میرا کوئی چیز ان پر نثار کیلئے لائق نہیں۔ گویا خواجہ صاحب نے قصیدہ لکھا ہے کہ فرماتے ہیں۔	
کہ تیرا جو جھوٹا تو کھنڈ اور محض نیار تھا کہ کچھ میری اس کے دیدار کی استعداد نہیں میری کچھ کچھ تو قابل نہیں اور میرا کمال ایسے نہیں جو مجھ مشاہدہ محبوب کا مستحق بنائیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	
لے تہی دست رفتہ در بازار	ترسمت پریناودی دستار
میر تقی علیہ السلام کا شعر ہے۔	
چہ آنداز من مغل کہ سازم نذر سودا نش	اگر عجم میں سرگشت دانا نشد پیدا
عشق مجازی میں سر کینہ شرت پر کسی استاد کی باعی ہے۔	
خواہی کہ دل دلبر تو نرم شود	از پردہ بیوں آئندہ بے شرم شود
زاری کن وزور کن زر بفرست	زرگر بر سر فولاد بنی نرم شود
اسی مضمون پر ہے۔	
اکلم بوسہ یہ خواہی بایں تہی دستی	ازاں حریت کہ دشنام را نگاہ نہ بد
رسول ترجمہ۔ جو درد کم کا قحط ہے۔ اپنی آبرو نہیں بچھتی چاہے شراب گل خرقہ کی قیمت میں خرید۔ نے چاہئیں	

یعنی دست سوال موجب برداری ہے۔ کیونکہ جو درجہ انبیاء و ائمہ علیہم السلام پر خیریت ہے وہی حکم پر خیریت ہے چنانچہ مطلب یہ کہ خیریت کو ہرگز عیش و عشرت اختیار نہ کرنا چاہئے۔ اور خیریت زندہ کو رہن کے کرنا چاہئے۔
(۱۴) ترجمہ۔ غالباً میری نصیب میں کشائش کا رہے کیونکہ کل۔ وید کا لکھا تھا۔ اور صبح آمین بھوکتی تھی۔
آمین۔ اسم فعل ہے بمعنی دعا قبول کر۔ ایسا ہی ہو۔ دعا سحر مقبول ہوتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید میری نصیب میں ہو کہ اور ہر کشائش کا حاصل ہوگی کیونکہ کل جب میں دعا کر رہا تھا صبح آمین آمین ہوئی تھی بوقت صبح علم خاموشی بدل گیا خاموشی وار ہوا چلنے سے پیدا ہوتی ہے جب کہ خواجہ صاحب نے آمین سمجھا۔ دعا صبح یوں بھی مقبول ہوتی ہے اور جب صبح آمین یوں بھی سمجھا جائے گی۔
ایک میرا لے قلمی دیوان میں شعر اس طرح ہے۔

غالباً خواب کشود از دو تہم کاری کہ دوش	من بھیک دم دعا صبح صادق می دید
--	--------------------------------

یعنی میں دعا مانگتا تھا۔ کہ صبح صادق ہوتی آتی ہے۔
(۱۵) ترجمہ۔ صبح ہزار غمی کے ساتھ بھول باغ میں آیا۔ گویا کسی گوشہ کی کریم کی خوشبو سونگھی۔
مطلب یہ کہ صبح باغ میں بھول شگفتہ تھا اور ہمہ تن غرق تھا گویا مجھ میں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی خوشبو سونگھی ہے کہ شگفتہ شاد ہے خواجہ صاحب غنہ گل کو کریم مطلق کہ کریم منسوب کرتے ہیں اور حقیقت یہی ہے کہ بھول کی کہنسی اور کسی خوشبودار شے کی کہنسی مل گئی۔
کاتجہ ہے۔

ہر گل نو کہ شہد چمن آرا	اثر رنگش بوی صحبت و سرور
-------------------------	--------------------------

پہلا مصرعہ مردہ دیوان میں اس طرح ہے۔ صد ہزار غنہ گل آمد باغ ہم نچو نسخہ اختیار کیا وہ ایک قلمی دیوان کا ہے۔
(۱۶) ترجمہ۔ عالم زندگی میں اگر میرا دامن چاک نہ ہو تو کیا ڈر ہے نیکنامی میں ہی ایک عالم ہو نہ تھا چاہے (قطع کرنا چاہے)۔
دامن چاک۔ یا دامن چاک شدن۔ بچپن میں اگر لڑکی کا منسوب اور تعین و تقرر بر بچہ ہوتا۔ وجہ تسمیہ یہ کہ ایران میں ہم تہی کہ بچہ اطمینان میں تھیں نکاح ہوتا تھا تو لڑکے اور لڑکی کا دامن چاک یا جاتا تھا اور فیصلہ عمل کو کی علامت ہوتا تھا۔
سراج الدین علیخان (آرزو)۔ مطلب یہ کہ اگر عالم اطمینان میں یعنی نواز دل ہو ہی زندگی ابدانی کے ساتھ منسوب چکا ہوں۔ تاچہ ہم ڈر نہیں نیکنامی کا کیا ہے۔ آپ قطع کر لیتا ہو۔ یعنی میری قسمت میں تو بدنامی ملے گی۔ مگر لو نیکنامی نہ چکی کو کشش ہی کر لیں۔
اکثر نسخوں میں ہے باید بیدار نہیں بلکہ بے باوند و بیدار ہے۔ اگر نسخہ اختیار کیا جا تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر عالم زندگی میں بیدار دامن چاک ہے یعنی ہم ہمہ تن بیدار ہو کر نیکنامی کا چاہے ہی افہمیت ہے جاتا ہے یا عالم زندگی میں بیدار دامن چاک ہے تو کیا مضاہقہ نہیں کہ نیکنامی میں ہی بچا جاتا ہے۔ یعنی نیکنامی ہی ایک ایسے سونے کو کشش کر لینی چاہئے۔

ہوگا اور مرد و عورت کی رعایت نہایت لطیف ہے۔

(۳۰) ترجمہ۔ ہم معشوق کی راہ کی نکتہ چیرہ کیا ہوگا اگر معشوق پہاڑ پہرے تو وہ ہے۔

(۳۱) ترجمہ۔ اشکباری ایک ایسا سیلاب ہے کہ جس پر گزرے گا۔ اگر اس کا دل پتھر کا ہی ہو گا۔ تو جگہ سے مل جائیگا۔

سیلاب پتھر وغیرہ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی سیلاب سیکھ لی کہ وہ کسی کو نرم نہ دیتا اور اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتا ہے۔ یعنی اس کو دل میں جم پیدا کرتا ہے۔ مرزا غالب کثرت کر کے نتائج پر لکھتے ہیں۔

یونی کر دتا ہے غالب تو لے اہل جہاں	دیجہاں آج بیٹیوں تو تم کہ دیر ان عورتیں
------------------------------------	---

اسی مضمون پر ہے

خانہ آب انکوں کی بل بے شرارتیں	بہنیں میں پانی ہو جو کے سنگدلیاں نہیں
--------------------------------	---------------------------------------

ملاحظہ فرمائیے یہی اے کریم جو بحر میں سوراخ کرتے ہیں

بہنگے خنہ شد از لب گریستم بے تو	ز سنگ سخت ترم من کہ ز ستم بے تو
---------------------------------	---------------------------------

(۳۲) ترجمہ۔ جہاں نسوؤں سے دلالت گفتگو ہے۔ اس لیے کہ در معشوق کے کوچہ میں کیوں جاتے ہیں۔

ماجرہ۔ جو حالت گذری ہو سر گذشت۔ احوال ناگزشتہ سہرے چادری شدہ باشد۔ رہ گزشتہ ہمارا ہمارا ہمارا

سبب۔ زیر رہ گذر کہ۔ زیر پاہ کہ۔ زیر کہ۔ یعنی اس سبب سے اس سبب سے مطلب یہ کہ میری آئینہ ہمیشہ ہی گفتگو رہتی ہے۔ کہ وہ کو میرا یہ کیوں رہا تھا۔ ممکن ہے کہ خواجہ صاحب بوجہ غیرت رشتہ اپنی آنسوؤں کو بھی کو سے یا میرے جانے سے منع کرتے ہوں یا اس بات پر تعجب کہ کوئی یا میری گردن داری کی کیا وجہ ہے۔ (لفظ مآرے۔ پانی۔ آب۔ ماجرا۔ رہ گذر۔ سر کوئی۔ کی رعایت ظاہر۔

(۳۳) ترجمہ۔ خورشید مشرق و مغرب سے چاکے لے کر میرے اہل پردہ چاند (معشوق) قبلا پہننے۔

خاور۔ یعنی خاور و زمین مشرق یعنی مغرب سے استعمال ہوتا ہے کہتے ہیں کہ یہ نظارہ اصل خیال و فہم کیونکہ خاور چودہویں صدی کے چاند کو کہتے ہیں جس کا عربی میں نام کچھ ہے کہ وہ مشرق سے ہوتا ہے اس لیے مشرق کو خاور کہا اور غیبت را ٹھہرا خاور ہوا۔ سوچ کو خورشید خاوری۔ آہو سے خاور۔ آئینہ خاوری۔ چشم خاوری۔ خسر خاوری کہتے ہیں۔

قبلا۔ جامہ روتی منہ۔ جابہ شہناز۔ عورتوں کی گوشت و ملتفت کہ اگر میرے معشوق کو آراہو تو شہید ہوں شکستہ جابہ شہناز

خورشید عزت مسلم در شہ	تہاں سر بہ زیب عدم در شہ
کہ گرا آفتاب ست یک زوہ غیرت	وگر ہفت دریا ست یک قطرہ نیست

عجب تحقیقی کے منہ کسی چیز کی ہستی نہیں اور اس کے مقابل میں کائنات کا کوئی وجود نہیں۔	
میں جیسے ہی تمہارے گھر میں پہنچا	جو خود حق پر مٹ جاتا وہ باطل حق میں
ہرگز میں ہر لمحہ محبت نہ مارا اور ہر لمحہ محبت نہ پہنچا۔ چہ چاہے کہ در قیام و در غیاب میں تمام غلطی ہو۔	
(۱) ترجمہ۔ حافظ میکدہ کو جو میری صدق دل سے اس طرح جاتا، جس طرح صوفی خانکعبہ میں جاتا ہیں۔	
صحنہ صحنہ۔ بالضم و تشدیدنا۔ ایوان خانہ و دالان۔ دارالصفاء۔ خانکعبہ (نمایاں اللغات)	
دوسرے مقرر میں رد و بدل مسرع کا ساتھ ہے۔ چون فیاض الصفا علیحدہ ہے۔ شرمشعر اس طرح ہو گا۔ حافظ داعم	
بصدق دل کو جو میکدہ رد۔ چون فیاض الصفا دارالصفاء (بصدق دل و دند)	
مطلب یہ کہ عائدہ ہمیشہ میکدہ میں اسی صحنہ نیت اور ایسا صحنہ الیک جاتا جیسے کہ صوفی خانکعبہ میں کسی اور جگہ جگہ	
میں صدق دل سے جاتا تھا میکدہ میں شرباب عشق کا درخشاں گدھان دل میں تن اور اخلاص اور کعبہ میں نہی یاد کیا ہو	
نوا کر مانی کا شعر جو میکدہ کو بیت الحرام کہا ہے لطیفہ ظاہر ہے۔	
بکج میکدہ آن بہ کہ مشکاف باشد	کسیک ساکن بیت الحرام خواہد بود

غزل (۳)

از سر کوی تو ہر کو بجلالت برود	۱	زود کار کشن و آخر بجلالت برود
سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدوست	۲	کہ بجائی نرسد گر بفضالت برود
گردی آخر عمر از می و معشوق بگیہ	۳	حیف اوقات کہ بکسر یہ بطلالت برود
ای دلیل دل گم گشتہ خدا را مددی	۴	کہ غریب از بند درہ بد لالت برود
حکم ستوری و مستی ہمہ بر خاتمہ است	۵	کنند انست کہ آخر کیم حالت برود
کار وانی کہ بود بدر قہر اش لطف خدا	۶	بہ بخت نشیند بہ جلالت برود

حفظ از چشم حکمت بکفت اور جا

(۷)

(۸)

بوکہ از لوح ولت نقش جہالت برود

اس غزل کا مضمون سلسلہ اور اس عشق میں کہ بخت و بیکاری کی غلطی کا شکار ہو کر فیصلہ الی اللہ علیہ

<p>و السلام کثرت جو سر شہر گھنٹہ چار سو تار ت کوئی ہے۔ (۱) ترجمہ۔ تیر کو کسی شخص حالت ہو (فلو کر) جانا کہ چلے جا کر اپنے گھر پہنچے سو جان (فلو کر) تیر شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے طلب حق کیلئے اپنا رسول کریمؐ کی صورت پر لکھا ہے۔</p>	
<p>ندیں بجز مردہ اسی نہ رفت کس نے گزیرا ہر گشتہ اند غلاف شب سے کہ رہ گزید مینار سعدی کہ راہ اف</p>	<p>گم آن شد کہ۔ خیال را اعی نہ گشت بہتند بسیار گشتہ اند کہ ہرگز بمنزل خود اید رسید توان رفت نزد کسی مستطع</p>
<p>(۲) ترجمہ۔ سر کاشیہ پر ایک مشق کثیرا کثیرا ہو چکا ہے۔ کسی نے نہیں سوچ سکتا کہ تیر ہی میں چہ۔ یعنی راہ راہ عشق کیلئے تو کیا کثیرا کثیرا کسی آدمی کی قریبی ازیم۔ ورنہ مترل مقصود نہیں ممکن نہیں۔ وہن کا محمد با علی اللہ فطرس محمد فی الاوض و لیس لہ حق وہ اولیاء اولیائک فی ضلال عین۔ (۳) ترجمہ۔ یعنی جو شخص خدا کی راہ لایا (محمد) کی بات قبول نہیں کرے گا مدہ عاجز نہیں کر سکتا دین میں (خدا کو تعذیب نہیں روک سکتا) اور اس کیلئے خدا کو سوا کوئی تہ نہ دے گا نہیں۔ وہ گزیدہ (رسول) کی آیت نہ کرے والا) ظاہر گویا میں ہے۔ او کمن کان صیتاً فاحیئینہ وجعلنا لہ نوراً یشی بہ فی الناس کمن مشکاً فی الطلح لکس حاجتہا (یعنی وہ شخص جو کہ جہل یا غفلت میں ہو اور اس کو اس کا علم عظیم آجائے تو نہ کرے اور کوچ۔ براہین اور تیر کا نور دیر اور اس سے لوگوں کو دریاں بہا دے۔ کیا وہ ہوا براہ راہی کے (یعنی نہیں دیکھا) جو کہ تیر کے نور اور اس سے باہر آ (سورۃ النام (۴) ترجمہ۔ آخر تک نفع ہو اور مشوق ہو حاصل کر۔ اس عمر پرانوس میں جو ستر سال گزرے۔ گردہ بفتح۔ بو خوش نفع۔ فائدہ رشادی۔ خوشی۔ بطالت۔ بفتح۔ بیکار و معطل بودن۔ مطلب یہ کہ تو نے تمام عمر بیکار ہی گزاری اور کچھ حاصل نہ کیا ابھی اپنی ہی کچھ بیکار اگر ابھی کچھ نہ کیا تو حیف ایسی گائی ہے</p>	
<p>بہر پیروی کن کہ دروانی دستار دوست</p>	<p>از دم سستہ دور است شمع خالصہ شمع وید</p>
<p>شیخ سعدی علیہ الرحمۃ اسی مضمون کو اپنے اصفا طرز میں اور کرتے ہیں۔</p>	
<p>اے بچہ رفت و دروانی</p>	<p>تا بد اس پنج روز و ریالی</p>
<p>تو ہستی تو۔</p>	
<p>حاصل عمر تلف کردہ و ایام بلبو</p>	<p>گذرانیدہ بجز حیف و پشیمانی نیست</p>

کوتا ہو۔ اور حضرت دہشتہ ہجری میں زید بن حارثہ کے گھر پر۔ اور تیسرے وہ درخت ہوتا ہے اور نہایت بڑا ہے اور اس کے سائبانہ شجر کی
 اسی حد تک کا دوی محل میں ہے۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم ہر دو میں ہی جاتی ہے۔
 نواب صاحب کا یہاں مسموع حدیث کے بعد آخر کا لفظی ترجمہ ہے

شیخ آذری سے اسی مضمون میں ایک حدیث پیدا کی ہے۔ کہ تیرہ

کہ داند تا ہم چون رفت در درو و بول ما	ہم از آتش تر شد و من از آند آتر شدم
---------------------------------------	-------------------------------------

اسی مضمون میں دیکھئے شعر ۱۲ الف

(۱۲) ترجمہ۔ وہ کاروان جس کا رہنا خدا کا لطف ہے۔ وہ شوکت سے بھینٹا ہے اور جادو جھٹلاتا ہے چھپتا ہے۔
 مطابق یہ ہے کہ اگر ملک کا لطف الہی کا فوراً پہنچا کر تو وہ بڑے شان و شوکت اور جادو جھٹلا کر غش کو ط
 کر سکتا ہے۔ عارف جان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

راہ نیست پر اندہ خطر رہ عشق	آں جاہم رہ زناں ہے بے شک
بے بد رفتہ عنایت تو	نہ تو اں شد از سر رہ خطرناک

روایت ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہنچے تو ان کے دل میں جو کچھ تھا وہ نکلتا تھا۔
 حسب طرح لوح (تختی) سے نقش تحریر دور کر کے لکھ دیا کہ یہ لوح دل سے نقش جہالت کو دور کر
 کیلئے آج حکمت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حکمت سے مراد قرآن شریف ہی ہو سکتی ہے۔ والقرآن الحکیم دینی
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشد کثیف ہی اشارہ ہو سکتا ہے
 مطلب یہ ہے کہ دریا حکمت ایک جام تو بھی بھر دے شاید اس کی برکت سے تیری دل سے جہالت دور ہو جائے یعنی قرآن
 حکیم کی تعلیم پڑھ کر۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام کی تعمیل کرنا اپنی مرضی سے نہیں حاصل کر سکتا ہے
 کہ نقش جہالت تیری دل سے دور ہو جائے۔

غبار جہل اڑا دیتا ہے نفیس محبت میں	شعلہ مہر تابان کم نہیں سنا لو سہیر سے
------------------------------------	---------------------------------------

عزل (۱۴)

آپ کے خضر حیات از دیانت	۱	سنا دینی جسم طراعم و ذرا	۲
		در مسکودہ جو کہ جام دارد	

۳	سر رشته جمہور کا شمار	۳	کس پرستہ از نظام دارد
۴	سیردن ز لب تو ساقی نیست	۴	در دور کس کہ کام دارد
۵	ماومی وز ابدان و تقویٰ	۵	تایار سر کہ ام دارد
۶	سینہ ریش و موندن	۶	لعلت نمکے تمام دارد
۷	ز گس خمہ شوہامیستی	۷	از چشم خوشش تو ام دارد
۸	ذکر رخ و زلف تو دلم را	۸	در ولایت کہ صبح و شام دارد

در چاہ ذوق چو خطای جان

(۹)

حسن تو و دوسد سلام دارد

(۹)

(۱) ترجمہ۔ وہ شخص جو ہاتھ میں پیالہ رکھتا ہے۔ جمشید کی بادشاہی ہمیشہ رکھتا ہے۔
یعنی جو شخص جو محبت کا جام پی لے وہ جمشید پر اور اس کی سلطنت عالمی پر جمشید کا جام اور اس کی سلطنت
قانی تہی مے عشق کا جام اور عشق کی سلطنت باقی ہو دیکھو شعر انت لہ۔ جام اور جام کی تحقیق کیلئے دیکھو شعر
انت لہ۔ لفظ دلام۔ (لفظ بمعنی شراب) اور جام میں صنعت ایلام۔
(۲) ترجمہ۔ وہ پانی جس سے خواہ ضررے حیات ابدی حاصل کی شراب نہیں ہو سکتا کہ جام میں ہے۔
یعنی آبِ حیات کی اگر تلاش ہے تو میخانہ میں جا۔ کیونکہ شراب ہی آبِ حیات ہے۔ شراب اور حیات ابدی کیلئے دیکھو شعر (انت لہ)
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

از اسیر خوار خوش نہ خوار

از مہربان بخت بستاند بخت

دوسرے ترجمہ۔ سر رشته جم کو جام پر چور کیونکہ اس رشته کا نظام ایسی ہے۔
سر رشته جمہور اور سلطنت۔ مطلب یہ کہ اگر بادشاہی چاہتا ہے۔ تو باجمہور ہو مانگ کیونکہ حیات بادشاہی
کا نظام اور بندوبست جام پر متعلق ہے۔ نقطہ نظام رگھو و ابستگی وغیرہ۔ اور رشته کی عایت ظاہر
بعض نسخوں میں سر رشته جم کی بجائے سر رشته جان ہے۔ نبض پر اقلی و کثرت میں یہ شعر نہیں دیکھا گیا۔
ممکن ہے۔ الحاقی ہو۔ یا کاتبوں کی فرد گداشت ہو ان قلمی دیوانوں میں درج نہ ہو سکا ہو۔
(۳) ترجمہ۔ لے ساقی تیرے لیے باہر کوئی ایسا آدمی نہیں۔ جو اس دنیا میں مقصد حاصل کر سکے۔

یعنی حصول مقصد کیلئے تیرا لطف درگم کہ میری تیری ہر بات کو بغیر کوئی سناٹا نہ ملتا مقصود پر نہیں پہنچ سکتا
(۸) ترجمہ - (۲) اور دیکھو وغیرہ)

(۸) ترجمہ - ہم میرا شراب - زاد میں پر پرہیز گاری - دیکھئے مشوق کس کی طرف متوجہ ہو -
مطلب یہ کہ ہم کو عشق پر مست ہیں اور زائد اپنی عبادت پر مفرد ہیں - دیکھو محبوب کی نگاہ میں کوئی مقبول نہیں

زاد میں نماز و روزہ ضبط دارد	اساتو بکچہ دوسندہ رطلو دارد
معلوم نہ شد کہ بار مشغول یہ گیت	ہر کس بخمال خویش مشغول دارد

(۹) ترجمہ - درد مندوں کے زخمی سینوں پر - میری زنجیر - نے کافور کی پاشی کی پڑا تیرے جیسے کاغذ کی حرکت
خیر نگاہی کا شعری - حکایت باعشق کی گنگنی کا اعوان بیان کیا ہے -

زہ از لعل خوشکوی تو در عالم حکایت	نمکت سرورہ شورابت حرف و حکایت
خواجہ صاحب کا اپنا شعری - دیکھو (ب) لے	

لب و دندان تو حقوق نمک	داشت بر جان سیدہ ہائے کباب
------------------------	----------------------------

(۱۰) ترجمہ - زنگ کے تمام انداز مستی تیری خوبصورت آنکھوں سے قرض لڑیں -
کھل کر گس چشم مست یا رہی تشبیہ تو ہیں - خواجہ صاحب نے کہا کہ چشم زنگ کی مستی اور اس کے انداز تمام تر چشم مشوق
سے عاریت لے رہی ہیں - اور حقیقت میں تمام حسن محبوب حقیقی کے حسن کا پیو ہے -

آئینہ روضہ مست کا نام ہے میری زنگ	کونست از چشم مستند فدا ہے کی فدا ہے
اسی مضمون پر	

سنبھل تا دل لالہ مست ہو گل ناز	ایں خنکہ زان حبال بگلزار آمد
--------------------------------	------------------------------

(۱۱) ترجمہ - تیری رضا اور زلف کا ذکر میر دل کیلئے ورد ہے - جو وہ صبح و شام کرتا رہتا ہے
یعنی میرا دل صبح و شام تیرے رضا اور زلف کو خیال میں ہی رہتا ہے اور میرا دل کا درد بھی گدہ ہر وقت تیرے زلف کا
ذکر کرتا رہتا ہے - ریح اور جمع - زلف اور شام کی رعایت ظاہر - رخسار کو صبح و شام کے زلف کو شام کی رعایت میں
لف - نقش مرتب ہے -

(۱۲) ترجمہ - اے مشوق حافظ کی طرح چاہ وقت میں - تیرا عشق دہر و غلام رکھتا ہے -
چاہ وقت میں - یاد و نغمان - دو صمد - بیان قند کا تعین منظور نہیں جسے نعت بیان یعنی سینکڑوں غلام غلام
چاہ وقت میں - یاد و نغمان - دو صمد - بیان قند کا تعین منظور نہیں جسے نعت بیان یعنی سینکڑوں غلام غلام

بے تعداد غلام - بیان قصہ ہاروت ماروت کی طرف ہی اشارہ ہے یہ دونوں فرشتے چاہے بابل میں یا غیر میں
ہو یا صاحب فرما میں کہ ہر کوشش و چاہ بابل میں صرف دو عاتق میر تیر حسن چاہ قرین کا شکر و عاتق تیر
کے ہو دیں

غزل (۵)

۱	باز بادل شدگان ناز و عتابی دارد	۱	سنبلیل اور غالیہ تالی دارد
۲	چہ توان کرد کہ عمرت مشتانی دارد	۲	از سر کشتہ خود میگذرد چون باد
۳	آفتابیت کہ در عیش کسبانی دارد	۳	ماہ خورشید نمایش ز پس پرده زلف
۴	روشن ست اینکہ تفتہ نیرانی دارد	۴	آب حیوان اگر نیست کہ دارد لبت را
۵	تاسی سرد و تر تازہ بآبی دارد	۵	چشم من کردہ بہر گوشہ روان سبیل شکر
۶	ز صفتش باد کہ خوش را می صوابی دارد	۶	خمر و مشوخ تو خوم خطا میریزد
۷	ترک مست ست مگر میل کسبانی دارد	۷	چشم مخور تو دارد در دم قصد شکر
۸	ای خوش آن خستہ کہ از دوستی بانی دارد	۸	جان بیمار مرانیت ز تو روی سوال

کی کند سوی دل خستہ حافظانظرے

چشم مست کہ بہر گوشہ خرابی دارد

(۱) ترجمہ - وہ منشوق جس کی سنبلیل (زلف) سے غالیہ بھی تاب میں ہے پھر عاشقوں کو ستا تا زو عتاب کرتا ہے
سنبلیل - ایک گھاس ہے - خوشبودار اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے - کتب طب میں اس کو سنبلیل الطیب کہتے ہیں اور دو
عین الجہر نام ہے جو سیاہی اور خوشبو کے زلف سے تشبیہ ہے یہ صاحب کشف لکھا ہے کہ کوہ ہمتاس میں نواح خان خان
نے سنس دیکھا تھا - اسلم معلوم ہوتا ہے کہ سنبلیل اور بالچتر - دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں سراج الدین علیخان آرزو نے
سراج اللغات میں لکھا ہے کہ ان دونوں سے ایک چولہہ ستان لائی میں کہ سرگس کی طرح ہوتا ہے اور اس کا پھول کنبی
رنگ کا ہوتا ہے - خوشبودار اور غزل - بعض آدمیوں سے ستا گیا ہے کہ سنبلیل بھی اوپر الجھن جو ہندوستان میں سراج
کہتے ہیں اور زلف سے نسبت لکھا ہے اور لوگ سنبلیل کہتے ہیں - یہ لفظ فارسی میں ان معنوں میں نہیں آیا - غالیہ مشہور

خوبی و مشکب غیر کا قدر۔ دہن۔ البان دینے سے کہیں ہے۔
 مطلب یہ کہ وہ معشوق کی زبان غنبر کی خوشبو کو شکب غنبر یہی ہے و تاب میں اب ہم سبیل عاشقوں
 سبب از عقاب کر آئے۔
 (۱۲) ترجمہ۔ اچھا متوکل ہو اگر کی طرح گذرنا۔ کیا کیا جائے کہ عمری اور (اسلمی) جلدی کرتا ہے۔
 کشتہ۔ متوکل یعنی عاشق مطلب یہ کہ معشوق کو شنگارنا کی اس سے ہو کہ بہت جلدی (ہو کی طرح)
 گذرنا اور جلدی کرکے گزرے۔ معشوق عاشق کو نزدیک جان کر برابر ہو۔ عمر عزیز کو برابر ہو اور کشتہ نہایت جلدی
 کر گذر جاتی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ اس کا نور شدید نما چاند (چہرہ) زلف پرہ کیچے۔ آفتاب کی طرح جس کا سامنے بادل ہو۔
 ماہ نور شدید نما۔ یعنی معشوق کا چاند جیسا چہرہ جو آفتاب کی طرح روشن ہے۔ خواجہ صاحب فرماتی ہیں۔
 کہ معشوق کا چہرہ پرین کا پیرہ ہے ایک نور شدید ہے جس کا سامنے بادل ہو۔ چہرہ کو سورج اور زلف کو بادل کہہ کر۔
 اگر زلف سے سر پر عالم اہل کثرت کیجا تو مطلق ہو گا۔ کہ محبوب بیقی کا نور پرہ کثرت اندہ ہے۔ یعنی دولت
 پرہ کثرت سے اس کا کائنات کے تمام نقش و نگار اسی چہرہ کی شگنائیں میں چہرہ کی شکل کرنا ہوتی ہیں اس چہرہ کی طرح

سایست عشق در اعیان علی الدوام	کالبہ فی الدجیہ والشمس فی الغمام
کس جو تاب بطوت دید از خود نیاید	در پردہ سوائل نظر سب کند خرام
مکن ز تنگ نام عدم ناکشید خست	واجب ہو گاہ عیان نہاں گام
در حسید تم کہ ایں نقش و حکایت	بر لوح صورت آمد مشہور خام عام
ہر یک نیتہ لیکن مرآت آن در گہ	برداشتہ رجولہ احکام خویش کام
بادہ نہاں جام نہاں آمدہ بدید	در جام عکس بادہ یادہ رنگ جام
قوی بخت گوئی کہ آغاز ماچہ بود	جمع بخت جوئی کہ انجام ماکدام
جامی معاد و مباد و احد و بس	مادر میانہ کثرت و یوم و السلام

خواجہ صاحب نے صرف ظلمت میں نور کا نقشہ بیان کیا ہے۔ امیر معانی ظلمت میں نور اور نور میں ظلمت کا سبب دیکھ کر کہتے ہیں۔

تھو خال رخ یہ رخ تھائی کیسویا
 ظلمت وہ نور میں تھی یہ ظلمت میں نور تھا

شعر بھی امیر معانی کا ہے۔

گورہ گورہ گال ترے بھیلیاں	کان کان کان کان کان کان
راہ ترقیہ - آج اگر ہی ہے جو معشوق کو اپنے پاس تو ظاہر کہ خضر کا صبر صرف سراب آیا۔	
سراب - تحقیق کیلئے جو شہرت لیا - مطلب یہ کہ حقیقت میں خواہش علیہ السلام کا حصہ نہ رہا تھا۔	
سب احسن معشوق ہے - امیر مہتابی نے اسی کو اپنا پر جان لیوی۔	
بوسہ ملا جو اس لب شیریں کی مر گئے	دی جان جم نے چٹمہ آجیات پر
حیات برونئی تر شوق الہی میں ہے اور جو شخص جو حقیقت کی لطافت و اگر مری ہو تو اس کو دنیا الہ الغیب ہے۔	
وہ ایک دم کہ جس میں ہو وصل یار	بہتر بھتیجی ہم اسے عمر ابد سے ہیں (فوق)
آج اپنی کردار غلطی زندگی حاصل کرنا پسود - اصل بقا وہ جو فنا فی المعشوق ہو کر حاصل ہوتی ہے۔	
کشتگان خمر - سلم	سیرت اس نہ عشق حجازی است
وہ خضر تو بن نہایت خضر و نبات عاشق کا خاندان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں	
بہر کیا تباہی ہم لشیریں محبت میں جو غمزا ملا	نہ ملا میح و خضر کو ہی وہ نشاط و دراز میر
اسی مضمون پر کیسی استاد کا شعر ہے	
مزا جو شو کا عاشق بیان کھو کرتے	میح و خضر ہی ہر نے کی آرزو کرتے
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔	
اگر بدیں جاہ و نغمہ ان ہر دو کو خمر	بے نیاز آمدی از خیمہ حیات و عین
(۵) ترقیہ - میری آنکھوں سے ہر آنسو کے سیلا جاسی ہیں تا تیرے سر پہی رقد کو پانی کو تر و تازہ کیہ نہیں۔	
مطلب یہ کہ میں اپنے قریبا ہوں کہ کشت عشق کو میرا کروں دی مضمون کا جو شہرت لیا - شہرت میں ہے۔	
جسٹم اب گونہ (گوشتہ پیشہ) کی عطا ظاہر - لسا اللہ سریدار حسین صانی دیدار اشکبار و قافیا اس کی ایک مضمون کا کیا م - فرقتی ہے۔	
تصویر کا مجھو کا پر دیدہ تر کہ	طریق عشق میں سر دلچسپ کھلتی ہیں
(۶) ترقیہ - تیرا شوخ غم خطا (غلطی) سے میری غم غریبی کی تیرا ہر سو صفت نصیب ہو کہ اچھی نیک ہے - اگر کھتا ہے۔	
خطا و سوا ایک سر کی ضد میں خواہاں فرما میں کہ اگر معشوق کو غم غریبی میں قتل کر دین تو میں تم ہی کا - کہ انہیں مفت فرصت	
اور سہل نصیب ہو کہ و الیا کر لیں - انہی را بسا بھی ہے اگرچہ عاشق کو معشوق کا فعل میں غلط نظر آتی ہے کہ حقیقت میں حکیم کا غم غایت غالی	
نہیں رہتا۔	

اسد کشتہ پر کس کی ناز کا قاتل ہے کہتا ہے
 اوشق ناز کر نغمہ دو عالم میری گردن پر
 (۱) ترجمہ۔ تیری مست آنکھ میری دل کے بعد میرے جگر کا لارہ کیجی مست کی ہے شائد کباب کی رغبت ہے۔
 شراب کے شاکہ کباب چاہی ہو۔ معشوق کی آنکھوں میں مستی کو کیا انہیں شراب کی اسلام کباب کا شوق کچھ اور کچھ تانے پڑا کر دے
 تاکہ کباب جگر شراب کے لطف کو دہ بالا کر دے۔۔۔ آنکھوں کو مست کی گاہ پر جس نے شراب پی اور کباب کی تلاش میں ہے
 اور ترجمہ۔ میری جان کو تجھ پر سوال کر نیکی طاعتی نہیں وہ خستہ حال عاشق ابھی تیرے ہی معشوق کے جواب ہی حاصل کرے
 یعنی مجھ پر تو طاعت سوال ہی نہیں ہے جواب۔ وہ عاشق فی الحقیقت بہت غرض غیب میں جن میں معشوق سوال کی طاقت ہی ہو لو ان کے
 سوال کا جواب ہی معشوق کو مل جائے۔۔۔ حقیقت میں تو اس سوال کو بغیر اگر گاہ محبوب کے انعام و اکرام کی امید کتنی ہے۔

جو کار ساز ز عاجا آگئی دارد
 بر آستین چیت عاویہ سودہ سوال
 اور عاشق کون و مکان کیلئے ہی سوال نہیں کرتے۔

بخشش و جہاں کی آئی تھی بہت دہر
 لیکن خیالیں باں تک حرف سوال آیا۔
 (۹) ترجمہ۔ جانتا کشتہ دل کی طرف کب تشریف لے کر تیری
 مطلب یہ کہ تیری چشم مست نے ہر طرف لوگوں کو فریاد کیا ہوا ہے اور ہر گوشہ میں اس کو مست اور خرا عاشق موجود ہیں غرض میں ہی
 نہیں ہوں۔ میری طرف اس کی توجہ کس طرح ہو سکتی ہے۔

غزل (۶)

اگر نہ بادہ غم دل زیادہ ببرد
 نہایت دلتہ بنیاد باز جابر د
 و گرنہ عقل مبتی فروخت شد لنگر
 چگونہ کشتہ ازیں و رطہ بلا ببرد
 طبع شوق منہ بادہ خور کہ اس معجون
 فراغت آرد و اندیشہ بلا ببرد
 دل ضعیف از اس میگرد لطیف چمن
 کہ جان زمرگ بدل داری صبا ببرد
 گذار ز ظلمات ست خضر را می جو
 مباد کاتش مخرد می آب با ببرد
 فغان کہ با ہمہ کس نزد کینہ با خنک
 کسی نبود کہ دستے ازیں دعا ببرد

بہت حافظ و کس حال او بیا بخت
 مگر نسیم پیایے خدا ببرد
 (۶)

دی شایہ نسیم ہی خدا کیلئے اس کو میری حال اس کے جانے خودی حقیقت میں غلام مہربان نسیم کی درخواست کو ہی میں
کہہ اس کو مخاطب نہیں کیا

غزل (۷)

۱	اگر دم نہ پیش فتنہا برانگیزند	۱	وہ از طلب بشتنم کج نہ میریزد
۲	وگر میرنگذری یک دم از ہوا داری	۲	چو گرد در ریش افقہ چو باد بکریزد
۳	چو گوشتش کہ چرا باکساں بیامیزی	۳	چنان کند کہ سر کجہر بخون بیامیزی
۴	وگر کجہ طلب نیم بوسہ صد افسوس	۴	ز حقہ دیش جوش کفر و ریزد
۵	من این فرستے در زنگس تو می نیم	۵	بس آبروی کہ بر خاک رہ نہ ریزد
۶	نزار و شب بیابان عشق دامن باست	۶	کجاست شیر دلی گز بلا نہ بر میریزد
۷	تو عمر خواہ و مصبور می کہ چرخ شغوباز	۷	نہ از بازی ازین طرہ تر برانگیزند

بر آستانہ نسیم سہ حافظ (۸)

(۱) ترجمہ۔ اگر میں کچھ چاہوں تو کی دفعہ اٹھاتا ہوں۔ اور اگر اس کی طلب تو کر بیٹھ جائی تو کہہ پیر (کھڑا ہو جاتا ہوں) کہ باندھ لیتا ہوں۔
مطلب یہ ہے کہ اگر اس کی طلب میں کچھ چاہوں تو ہی نہ ہر دفعہ اٹھاتا ہوں۔ جن کا مقابلہ مشکل ہو جاتا ہو اور اگر اس کی طلب چھوڑ کر بیٹھ جاتا ہوں تو وہ ناراض ہوتا ہے۔ یعنی راہ عشق میں سالک اگر قدم کہتا ہے تو ہزار مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور اگر وہ اس سے باز نہ کرے تو بھی عشق ناراض ہوتا ہے کہ عاشق کیوں ادھر ہمارے نہیں جاتا نہ نہ پارتی فتن
وہ ترجمہ ہے۔ اور اگر راستہ پر شکیاق ہو ایک قدم نہ کر دیکھ لے اس کے راہ میں تا ہوں تو وہ ہوا کی طرح بھگتا ہے۔

دم۔ ہوا داری۔ گرد۔ باد کی رعایت ظاہر

آئے بات کھی ہو کر وہ لکھی دینے

جسم گزراہ میں ہم نقش کف یا ہو کر

(۲) ترجمہ۔ میں کیا کہوں کہ تو غیر ہے کیوں ملتا ہے اس طرح کہ تاج میری آنسوؤں کو خون ہو ملا دیتا ہے۔

یعنی معشوق کی گردن پر لپٹا تھا وہ بڑا دلہن پر میں سخن کو آئسور و رہا ہوں میں سو کیا کہوں وہ غیر کی کیونچت کرتا ہے
 محبوب جتنی سو بہر ایک شخص ہی توقع رکھتا ہے کہ وہ غمیری طری تو جہ کی اور غیر در سے تھکتا کرے۔ مگر وہ سب سہیلان ہے۔
 سلوک ہیں تیری سب سے یکساں وہ گہر تر رہا ہوں یا مسلمان (حالی) ان کی کہ تیرا سہیلان نہ کی کہ تیرا سہیلان نہ کیا۔

مولانا شبلی مرحوم کا شعر ہے

ہو دیکھ کر گرم در آسمان بہ غیا	شوق کے بہ باتیر کم آئیں نہ بد است
--------------------------------	-----------------------------------

۱) ترجمہ۔ اگر میں آدابوسہ ہی طلب کروں تو ہزار افسوس اسکو حقہ دہن شک کی طرح نکلتی ہیں۔
 افسوس۔ طنز۔ بازی۔ ظرافت۔ تمسخر۔ دروغ۔ حسرت۔ ظلم۔ حقہ۔ زلف چو بی۔ جسم میں دارید۔ جو اہل عطر وغیرہ
 رکھتے ہیں۔ دہن معشوق کو حقہ اور دانتوں کو موٹی کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ میر ایک بوسہ طلب کرنے پر وہ پڑھتے ہیں
 سہیلان طنز کی باتیں نکالتا ہے۔ عاشق معشوق کی گالیوں کو بھی شکر ریزی اور گل افشانی کرتا ہے اگر صدر افسوس
 کو بخیر و محروم لیا جائے تو یہ مطلب ہو گا کہ میر جو سوال بوسہ معشوق صدر افسوس کہتا ہے

عاشق کے ہاگت پہ تیرا دروں گالیوں دنیا	جو پناہ میری جان کہ وہ دل بڑا بڑا ہے
---------------------------------------	--------------------------------------

امیر مینائی کسی ایسی ہی سلوک پر کہتے ہیں

میں بہت صحت بخ کو تیری ہو کہ ہوا جرم	مسلمان بات دل بوسہ دیا کرتا نہیں آن کو
--------------------------------------	--

مرزا غالب تو حقہ دہن سے دشنام کو بھی عظمت سمجھتے ہیں۔

بوسہ نہیں دیکھو دشنام ہی سہی	آہر زبان بول کر کہتے ہو تم گرد باں نہیں
------------------------------	---

۲) ترجمہ۔ وہ فریب جو میں تیری نرگس میں دیکھتا ہوں۔ بہت آبروؤں کو خاک راہ میں ملا لگا۔

یعنی تیری چشم مسک کر فریب بہت لوگوں کی آبروریزی کرینگے۔ وہی افسوس ہے جو شعر ان کے ہیں نیز دیکھو شہر پہ

من جان روز کہ آں خال بدیدم لغتم	سیم آست بدیں نہ کہ در دام افتم
---------------------------------	--------------------------------

۳) ترجمہ۔ بیان عشق کو تشبہ فراز دام بلامیں الیاس شیر کو دل والا کون ہے۔ جو بلاسو نہ ڈرے۔

تشبہ۔ مخفف تشبہ۔

دیکھ کر میں گیا جو نہ باب نہر دتھا	عشق نہر پیشہ طلب گار دتھا (غالب)
------------------------------------	----------------------------------

مرزا احلام اسیر ہی عشق کو پلنگ غول کہتے ہیں۔

عشق پلنگ نہ شناسد جو ان زیر	گل را بزم شعلہ زخارا قیامت
-----------------------------	----------------------------

(۱۷) ترجمہ۔ تو عمر اور صبر کی طلب کر کیونکہ شہید بازا آسمان۔ اس سے بھی عجیب کنی اور چال چلکا۔
یعنی اپنی خیریت کیلئے دعا کر اور صبر و ظہن کا طلب کر کیونکہ شہید کیونکہ آسمان کو فریب عجیب عجیب طرح کو جو ہیں۔
اور ان نجات حاصل کرنا مشکل ہے۔

(۱۸) ترجمہ۔ ای حافظہ آستانہ تسلیم پر پیر کہہ دی۔ کیونکہ اگر تو چھڑا کر گئے تو نا تجھ ہی پر ہر کار ہو گا۔
مطلب یہ کہ رضا و محبوب پر تسلیم ختم کر دی۔ اور جو کچھ تیری قسمت میں آ رہا ہے کیونکہ تو آسمان پر لڑائی
پہن کر سکتا اور جتنا تو پسند ہو گا اور اپنی مقررہ حصہ زیادہ لپی کی کو ششتر کر گئے اتنا ہی نا تجھ پر تکلیف ہو گا۔

زمانہ بالو تسار د تو باز ماند ساز

ع
رو د کی لئے اسی مضمون پر کہا ہے۔

رفت آنکہ رفت آمد آنکہ آمد	بود آنچه بود خیرہ چه غم داری
ہموار کرد خوابی گیتی را	گیتی است کے بزیں دہواری
مستی مکن نشنود و مستی	زاری مکن کہ نشنود زاری
شنو یا قیامت زاری کن	کے رفتہ را بے اسی باز آئی

مولانا دوم فرما لئے ہیں۔

باقضا پنجہ مزن اے تند و تیز | ہانا گیزد ہم قضا بالو ستیز
حدیث قدسی ہے من لم یصبر علی بلائی ولم یرح فی قضائی۔ طلب باسوا کلین ج من تحت سمائی۔ یعنی جو میری
بیگمچی ہو بلا پر صبر نہ کرے۔ اور میری قضا پر راضی نہ ہو۔ اسی چاہی کہ میرا کوئی دھڑلہ بنا اور میرا آسمان کو پہنچ
نہ ہو۔ اسی مضمون پر ہے۔

کہ من دست قدرت ندارم هیچ	بہر نیچ دست قضا پر هیچ
چون توان بر انداک دست آختن	ضروری ست با گردش دست ساختن
نہ روزی بہ سرچنگی مے خورند	کہ سر چنگان تنگ روزی تر ند
کہ حاصل کنند نیک نجاتی بزور	سیر مہ کہ بسنا کند چشم کو ر
ہمہ سیل سوناں یونان و روم	ندانند کرد انجبین از زقوم

غزل (۸)

۱	آن کسیت کز روی کرم با وفا داری کند	بر جای بد کاری چو من یکدم بگواری کند
۲	اول میانگانی قی گوید من سیاهم دی	و آنکه یک پیمانی با من بواداری کند
۳	و سر که جان فرسواز و کام دلم بخت و دانه	نوسید تو را بود آنو باشد که دل داری کند
۴	گفتم گره بخت و دانه ز این طره تا من بودم	گفتا فلش فرموده ام تا با تو طراری کند
۵	پیشینه پوشش تن خود کز عشق کشید است بو	از سیش مری بگو تا ترش بشیاری کند
۶	چون من گدائی بی نشان بگردی زان	سلطان محرابش نهان بزند بازاری کند
۷	زان طره پریم و خم سبیل است از نیم ستم	از بند و زنجیرش چه غم آنکس که عیاری کند
۸	شد لشکر خم عقیده از کجاست میخوایم	تا خر و بس غدا که بعد باشد که بخوایم

با چشم بریزنگ حاقط کن اینک او

(۹)

کای طره شیرنگ بسیار سکاری کند

(۹)

را اتر حیم - ده کوان بچو از روی کرم مجرب و وفاداری کرم - نهجه حبیب بدکار که کسانا بودی در کیم بگواری کند
مطلب نی که بگین گار و دل در اسکی تقو و مغفرت با ابر - لطف و کرم ای کانه که بچو سیاه کار و کسانا بگری کند

فرمودن لغت لغاتین بین را	که برامون هرگاهش بدوزند
باید دانست که او مرد و ششبار	که نمک آن خود و بزرگ و شک و زند

(۱۰) ترجمه شریف - ای کس که در این طره شیرنگ حاقط کن اینک او - و کیم بگواری کند
نای - بجهنم نای و معنی گلو و حلقوم - بانسی - بانسری - و کیم بگواری کند
من ترجمه - ده معشوق که جان اس می فرسوده و بوی میزد دل کام مقصود اس می حاصل نه هوا اس تا امانی
هو سکتی شاید که ده دل داری کرم -
مطلب بی که عشق می که چه کالین برداشت کی در این طره حال مقصود کونین چو من گدائی بی نشان بگردی زان

الشف محبوب سے کہی نا اس میں نہیں ہوا چاہیے۔	لا تفتنوا من رحمت اللہ
کشتہ کو عشق وار نہ کر دینا	چنانچہ گریبا کی ہزار خواہی آمد
اسی مضمون پر ہے۔	
از کار بستہ میندیش و دل شکستہ ہزار	کہ آہ چشتہ دیوار درون تاجیکیت
<p>راہ ترجمہ۔ میں نے کہا کہ جب میں ہوں اس طرح سو گریہ نہیں کوئی سانس کہا میں نے ہی حکم کیا کہ تیرے ساتھ طراری کہو۔ طرار۔ بانجہ تشریف دار۔ (۱) تیز زبان (۲) چور۔ گروہ بر۔ ماخوذ از طر۔ تیز کرنا۔ کاٹنا۔ مطلب یہ ہے کہ راہ عشق میں حقیقتہً مشکل آتا اور نا کامیوں کا سامنا ہوتا ہے سب مشق کی بھیجی ہوئی ہوتی ہیں۔</p>	
گر زندت رسد ز خلق مرغ	کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ مرغ کہ دل ہر دو در قفوت ادست از کماں دار بسند اہل خرد
<p>طرہ اور طرار۔ گروہ کی رعایت لفظی ظاہر۔ راہ ترجمہ۔ تیرے عشق پرستش جس نے عشق کی بوسی نہیں سو گئی اسکو مستی کی کوئی دھرتیا کہ مشیاری چوڑی۔ یعنی زاپدان خرقہ پوش اور بزرگان صوفی لباس محض ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ مستی عشق سے بھر ہوتی ہے۔ اس لئے تندرست و معصب اندہ غدی ہوتی ہیں ان کو مستی کو اسرار و رموز سے نشانہ کرتا کہ غور و مشیاری و مستوری کو ترک کریں۔</p>	
آہ تیرہ آواز دہا تو ساغر حشم کا فر کو	تا ز اید پاک طوط ہو صوفی و دلکش کیش (ذوق)
یہ مضمون ہے۔	
اچھے سب ز اید پر گاہ مست گراسکی	اگر کسی یادہ انگور اس کے دانہ دانہ سے
یہ شعر بھی اسی مضمون پر ہے۔	
ذوق جو در سہ کے بحر میں طرا	ان کو مینا نہ دے اس کو سنو جانگ
<p>راہ ترجمہ۔ جو یہ جیسا بشتن کہ انہیں کل کرے اسکا دوست ہو بادشاہ دہد بازار کی ساتھ کہ بیش نہیں بیش قبول ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ محبوب کا آستان بند ہے اور میں خرابات دنیا کا ایک بندہ ہوں قرب مشکل نظر آتا ہے۔</p>	

ہوتا و عمل مرہ و نور شہید کیا امیر	چار اسکان الہیہ ہر درمیان رہی
<p>(۸) ترجمہ۔ اس طرح دیکھ زلف ہے اگر ظلم دیکھوں تو آسان ہے جو شخص عیسیٰ مری کی اس بند و بیکر کو شہید کرے عیار۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعرت پہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح عیار شرف کو بند و بیکر کا خطہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشق کو زلف محبوب کی نہ بخیر سوچہ ڈالیں۔ یعنی عاشق مشکلا عشق سوچہ نہیں ڈالتا اور سلسلہ زنجیر سے آزاد زنجیر کی طرح باہر نکل جاتا ہے۔ نامر علی سرہندی کا شعر ہے۔</p>	
آسمان سلسلہ ماسے سکرو حال نیست	ہمچو آواز ازین حلقہ زنجیر برآ
<p>یہ درین خوشترت ہے۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔</p>	
خانہ زلف میں بخیر سوچا کیسے کیوں	میں گرفتار و فائزندان گھر ایگو کیا
<p>(۹) ترجمہ۔ لشکر غم حد شمار ہی بڑھ گیا بخت سود چاہتا ہوں تاکہ فرزدین عبداللہ بخوار ہی کرے۔</p>	
<p>فرزدین عبداللہ مدنی کا نام ہے۔</p>	
<p>(۱۰) ترجمہ۔ اس کی جیر ننگ آنکھ کو ہوتی ہو حلقہ اسکا ارادہ نہ کرے کیونکہ وہ زلف سیاہ بہت مکاری کرے گی۔</p>	
<p>نیرنگ۔ بلکسروای محروں۔ مکر۔ فریب۔ طلسم۔ سحر۔ انصوں مجازاً بمعنی عجائبات۔</p>	
<p>مطلب یہ کہ اس چشم جادو کی سحر اور زلف سیاہ کی مکر سوڈر تارہ۔</p>	
انہا ریشہ دشمنی کی ہوتی ہے	سہرا چال کی وہ ایک چال کر رہیں

نحوں (۹)

۱	ای پستہ تو خندہ زدہ بردہ ان قند	مشتاقم از برای خدا ایک شکر بخند
۲	جائیکہ یار مالشکر خندہ دم زند	ای پستہ کیتی تو خدا ارادہ کر مخند
۳	خواہی کہ بر خیزد از دیدہ رود فخن	دل در خواہی صحبت رود کسان مسند
۴	کہ لطف می نماید و گہ طعنہ میزدنی	ما یستقیم معتقد مرد خود پسند
۵	طوبی از قادت تو نسا رد کہ دم زند	زین قصہ بگذرم کہ سخن عشق بدستند
۶	ز شغلے حال من آگاہ کے شود	آں کہ دل نکشت گرفتار کسند
۷	باز شوق گرم شد آن شمع رخ کجاست	تاجان خود بر آتش رویش کچم ستپند

حفاظت ہو ترک غم نہ خواب منسکے

دلانی کجاست جاؤ تو خوار زم یا خجند

(۱) ترجمہ۔ اے تیری پستہ دہن دہان قند پر خندہ زنی کی میں متعلق ہو خدا کیلئے ایک شکر خندہ کر۔
(۲) دہن معشوق کو پستہ شبنم تیرے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیری پستہ دہن اپنی شیرینی کو غور میں قند و نباتات کا منہ چٹا ہوا ہے براؤ خدا ایک دفعہ میری طرف متوجہ ہو کر مجھے تسلیم کر۔
(۳) اللہ مجھ کی ایک قلمی دیوان میں بجاؤ "برو دہان سند" کو بر حدیث قندہ پستہ دہن کی آمیزش کی شیرینی اور لطافت ظاہر۔

(۴) ترجمہ۔ جہاں ہمارا معشوق شکر خندہ کرے۔ اے پستہ وہاں تیری کیا حقیقت خدا کیلئے پھر نہ ہنس۔
(۵) ترجمہ۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیری آنکھوں سے غول کی نہریں جاری رہیں تو جی آدم کی صحبت کی آرزو میں نہ بند
(۶) رود۔ بالعم (۷) نہر عظیم و جاری (۸) فرزند۔ بیٹا۔ لفظ رود دونوں معنوں میں دو مختلف معنی دے سکتا ہے صنعت بچپن
(۹) ترجمہ۔ کبھی تو لطف کا اظہار کرتا ہے۔ اور کبھی طعنہ زنی کرتا ہے۔ ہم خود پسند آدمی کو مستحق نہیں۔
معشوقوں کی ناز تو دیکھو عاشقانہ ناز ہی دیکھو۔ خواجہ صاحب معشوق کو کون طعنہ پر جھکاؤ نہیں۔

دلع دہوی کا شعر ہے۔

نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی تو قمر
عاشق آتی ہیں تمہاری کہ علام آتی ہیں

مروجہ نسخوں میں بجائے "کہ ظف دہائی" کے "کہ طرہ دہائی" ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ طوبی تیری قد کے مقابلہ کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میل قضی کو طول نہیں دیا کہ بات دور پہنچتی ہے۔
خواجہ صاحب قدیار کے مقابلہ میں طوبی کی ناسازی قائم کا بیان کر رہے ہیں۔ اور بات ٹال ہی کر زیادہ بحث کرنے سے شک بات دور پہنچتی تھی۔ لفظ قامت اور بلند کی رعایت ظاہر۔ دیکھو شعر ہے۔

قد بلند اور سخن بلند بر قاسم کا شعر ہے۔

سخن بلند اندکوں بلند ہو گئے
کہ خاطر ہم جو آبلند والا محبت

(۱۱) ترجمہ۔ میرے حال کی پریشان سوزہ شخص کے افس ہو سکتا جس کا دل اس بلند میں کبھی گرفتار نہ ہوا ہو۔
یعنی راہ عشق کی مشکلات کا اس شخص کو ہرگز علم نہیں ہو سکتا۔ جسے اس راستہ پر کبھی سفر نہ کیا ہو۔

بے تر خاطر و پائش مستعدان کی کہ چیت

عاشق شیریں شکر شیریں با بر سر خوردند

(۱۷) ترجمہ۔ شوق کا بازار گرم ہو گیا وہ شمع رخ نہاں جو تالوں کی جان کو اس چہرہ کی آفت سینہ کی طرح زبان پر دے
سیند۔ ایک مشہور بیچ (برہن) کا نام ہے۔ جو چشم زخم وغیرہ لکھو جلایا جاتا ہے آفت کر تو ہی زور سوزا کر تالوں پر جلایا
(۱۸) ترجمہ۔ اے حافظ جب تو حسنین کے گھر کو نہیں چھوڑتا۔ تو جاتا ہے کہ تیری جگہ کونسی ہے۔ خوارزم باغچہ۔
خوارزم۔ ترکستان کا ایک حصہ جو اب خیو کہتے ہیں۔ عجیب۔ مادر النہر یعنی ایک شہر کا نام ہے ان دونوں مقاموں کے فوار
ستریہ مشہور ہیں مطلب یہ کہ تو عشق خواب سے بیدار نہ ہوتا۔ یاد رکھ کہ حشوقی عالم اور شکر ہوتے ہیں اور شکرانہ عالم

غزل (۱۰)

۱	اگر ز کوئی تو جونی بن	۱	اگر ز کوئی تو جونی بن
۲	اگرچہ گرد و برا بھنجی نہ مہستی من	۲	اگرچہ گرد و برا بھنجی نہ مہستی من
۳	تو تا بروی من امی نور و دیدہ در بستی	۳	تو تا بروی من امی نور و دیدہ در بستی
۴	خیال ردی تو احم دیدہ میکند بر خوں	۴	خیال ردی تو احم دیدہ میکند بر خوں
۵	نہ در برار چشمی نہ غائب از نظر منی	۵	نہ در برار چشمی نہ غائب از نظر منی
	بجای طعنہ اگر تیغ بسیند و دشمن		بجای طعنہ اگر تیغ بسیند و دشمن

ز دست عشق تو جان ز شیریں جاقظا

(۱۶) کہ جان ز محنت شیریں نمیشیر ز فراق

(۱) ترجمہ۔ اگر ہوائیر کو کچھ کی خوشبو مجھے تک پہنچاؤ۔ تو میرا اس لذت پر اپنی جان چھوڑ دے (قربان) کیا
جان جہاں۔ زندگی مستعار۔ دنیا کی زندگی۔ دیکھو اشعار ص ۱۱۱-۱۱۲
(۲) ترجمہ۔ اگرچہ تو کی میری ہستی کو گردا ڈھائی۔ مجھے خلک کی طرف سے غبار ہی تیرے دامن پر نہ پڑے۔
مگر دیر اٹھیں گے۔ از سکے۔ یا گرد و بار و دن از چہیز۔ پائال کرنا۔ تباہ اور برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگرچہ تو نے میری ہستی کو برباد کر دیا تاہم میری دعا یہی ہے کہ تیری دامن پر میری
جانب سے غبار ہی نہ پڑے۔ یعنی تجھ کوئی بابرس نہ ہو۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔ کوئی کدورت نہ ہو۔

یاد مہیکنی و نیا و مہیکنی روی

عمر درانیڈ : آموزشگار سن

ذوق کا شعر ہے۔

مجموعہ کربلہ کی یادیں کرتی ہو غضب

ہم کو تمہاری یاد میں سب سے پہلے رکھو

رواۃ ترجمہ۔ اگر دشمن کی خدمت کو تلواری پہنچے۔ تو یہ ہم مشفق و دوست برادر نہیں بلکہ خونخوار و غارتگر ہے۔
مطلب یہ کہ دشمنوں کی خدمت میں ہم ترک عشق نہیں کر سکتے۔ طعنہ کیا اگر تلواری میں تو ہم اپنی مشفق کو نہیں پہنچا
(۲) ترجمہ۔ تیرے عشق کو اتنے ہی عافیا جان رہے ہیں جو سکتا۔ کیونکہ فریاد شیریں کو آتش کی محنت سے جان نہیں
بچا سکتا۔ فریاد۔ فادس کو ایک مشہور سنگ آتش کا نام ہے۔ جو ہزاروں شیریں پر عاشق ہو گیا تھا۔ مگر
شیریں کی شادی ضرور دیر ہی ہو گئی۔ وعدہ وصل کی امید پر فریاد کو وہ بے ستون سے ایک نہر کو در شیریں کے
مکمل لایا۔ شیریں کو دردہ سے بہت رغبت تھی۔ اور اس نے بہت سی بحیریاں کو وہ بے ستون پر پہنچا تھیں۔ جنکا فائدہ
روزانہ شیریں سے ہوتا تھا۔ یہ نہر اسلو کا ٹکالی گئی۔ کہ دردہ بذریعہ نہر شیریں کو محل تک پہنچ جائے اور یہاں
تک کہ خانہ کی سطح تک پہنچا ہوا ہو۔ فریاد مدت تک ان رات پہاڑ کاٹ کاٹ کر نہر بناتا رہا اور راہ میں جابجا
شیریں کی مورچیں ڈال پرتا رہا۔ آخر کار جب نہر کو محل تک لایا۔ خسر کو خیال ہوا کہ اب فریاد اپنا
وعدہ پورا کر چکا ہے شیریں کو الیاف و وعدہ پر ضرور اصرار کر گیا۔ اس پر اس نے یہ مشہور کر دیا۔ کہ رات شیریں کا انتقال
ہو گیا۔ فریاد یہ سنا کہ جو ہم یاں صحران کا مقابلہ کر سکا اور ایک تیشہ اپنے سر میں لے کر جان بحق ہوا۔ فریاد کو مرنے کی خبر
سنکر شیریں بھی مکان سے گر کر گر گئی۔ اور اس طرح عاشق و مشوق کا خاتمہ ہو گیا۔ مولانا حالی عشق کو مخاطب کرتے ہوئے

فرز اکوہن کی لی تو لی جان شیریں

اور قلعہ عامری کو محبوس بنا کر چھوڑا

غزل (۱۱)

بابی در متن می عارفی طهارت کرد
 عین که ساغر زریں خورشیدان کرد
 خوشا نماز و نیاز کسی که از سر در
 بهای بادیه چون نعل چیت چرخ
 بیابیکده و وضع قرب جابم عین

علی الصباح که میخانه را زیارت کرد
 بلال ابروی ساقی بجی اشارت کرد
 آب دیده و خون چکر طهارت کرد
 سیه سودگسی بر دکانس تبارت کرد
 اگر چشم پیا و اعظ از حقارت کرد

جان زتن سیدی و در جانی هنوز	ورد مالدوی و در مانی هنوز
ملک ل کردی خراب از تنی ناز	اندیس دیرانه سلطانی هنوز
در اندر دوی کا سحر	
ستان با پیش اطمینان می ترس	که خبر کی عین جانی بر آسوی دل من است
<p>(ما) که حکم - اگر جانی کا نام ز جامی طای - توامی که در حافظه شراب سحر بخوریا جو - یعنی حافظه است جو چکا و آب که در غار طبعی کو قابل نیست - امام محمد غزالی رحمة الله علیه صفت کیمیای سعادت و احیای علوم کا شعر -</p>	
ما جامه نغزی سیر شمر کریم	و در خاک خرابات تمیم کریم
<p>عزل (۱۲)</p>	
بسر با هم بسیم آنکه نظر توانی کرد	که خاست یکده کحل لبس توانی کرد
گدا نی در میخانه طرفه اکسیر لیت	گرین عمل کنی خاک زر توانی کرد
مباش بی می و مطرب بنیر جریج بود	کزیس ترانه غم از دل بد توانی کرد
بمزم مر حله عشق پیش نه قدمی	که بود با بری از این سفر توانی کرد
سیاکه حاره ذوق محفوظ و نظم امور	به نفس بخشی اهل نظر توانی کرد
گل مر او توانی که نقاب بکشاید	که خدش جویم سحر توانی کرد
تو که سر اسی طبیعت نمیردی بیرون	کجا جوی حقیقت گذر توانی کرد
جمال یار ندارد نقاب پرده دلی	غبار ره نمیشناس تا نظر توانی کرد
دلاز نور ریاضت گر آگهی یابے	چو شمع خنده زمان ترک سر توانی کرد
دے تو تائب معشوق و جام می غای	طبع مار که کار و گر توانی کرد
<p>اگر این نصیحت شنایانه بشنوی حافظ</p>	
<p>بشماره طریقت گذر توانی کرد</p>	

جان زتن بر دمی و در جانی هنوز	ورد دادای و در دانی هنوز
ملک دل کردی خراب از تیغ ناز	اندیس دیرانه سلطانی هنوز
وینا در دمی کا شعر می	
ستان باهوش لطیفی موی متزلزل ترین	که جس کی جان عانی بر اسی دل میں نہیں
(حاکم) کہ جبکہ اگر جماعت کا نام آج ہی ملای تو اس کہد کہ تھو کا نر سب سے دھکیا ہو۔ یعنی حافظہ است جو چکا کر آپ کو کچھ نماز پڑھنے کی قابل نہیں رہا۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ معنفت کیمیائے سعادت و احیائے علوم کا شعر ہے۔	
ما جامہ تمیزی بسر شرم کر دیم	وہ خاک بر خرابات تیم کر دیم
غزل (۱۲)	
بسر جامہ شرم آنکہ نظر توانی کرد	کہ خاکسب کی کھل بصر توانی کرد
گدائی در مخیانہ طرفہ اکسر نیست	گریں عمل بکجی خاک زر توانی کرد
مباشیلی می و مطرب بنیر چرخ گبود	کزین ترانہ تم از دل بد توانی کرد
بغیرم مرحلہ عشق پیش قدمی	کہ ہوو ہا بری ار این سفر توانی کرد
بیانکہ چارہ ذوق محفوظ و نظم امور	بہ فیض بخشی اہل منتظر توانی کرد
گل مراد توانکہ نقاب کشاید	کہ خدش جو شرم سر توانی کرد
تو کز سرانی طبعیت نمیردی بیرون	کجا بکوی حقیقت گذر توانی کرد
جمال یار ندارد نقاب پرده قلبی	غبار رہمیشاں تا نظر توانی کرد
ولا ز نور ریاضت گر آگہی یابے	چو شمع خندہ زمان ترک سر توانی کرد
وے تو تائب معشوق و جام می خواہی	طمع مار کہ کار و گر توانی کرد
گر این نصیحت شامانہ بشنوی حافظ	
بشمار اہل طہارت گذر توانی کرد	

(۱۱) ترجمہ - تو چاہے کہ اسرار کو صرف اسی ہی سے دیکھ سکیگا۔ کہ شراب خانہ کی مٹی کو انھوں نے سرسبز بنا دیا۔
 سرسبز مٹی بصرہ کا اچھا نشتر ہے۔ تشریح کیلئے دیکھو شعر تفسیر ص ۱۵۰
 (۱۲) ترجمہ - درمیانہ مٹی گدا کی بجائے کسیر ہے۔ اگر تو یہ عمل کرے تو مٹی کو سونا بنا سکتا ہے۔
 اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ص ۱۴۰

ہنگام گدستی درد عیش کو شش درستی	کس کیمیائی ہستی قادر و کس قدر
---------------------------------	-------------------------------

لفظ غل - کسیر (کیمیائی) کی رعایت سے لائی ہیں۔
 (۱۳) ترجمہ - نیلگوں سمان کی طرح شراب اور مطرب کی بغیر نہ رہے کیونکہ تو اس کے ذریعہ اپنے دل غم نکال سکیگا۔
 مرزا غالب کے زمانہ میں شاید یہ مطرب ہی غم ربا نہیں رہتے تھے۔ فراتوی ہیں۔

اگر دفتوں کو چاہے لوگ نہیں ٹیٹھ کہو	جو جو دھم کو اندر رہا ہوتا ہے جس
-------------------------------------	----------------------------------

(۱۴) ترجمہ - مرعلہ عشق (کو دوسرا) کو ارادہ سے قدم آگے بڑھایا کیونکہ یہ سفر احمق کے لئے تو بہت آسان ہے۔
 کرگا۔

(۱۵) ترجمہ - آگہ ذوق حضور اور نظم کا چارہ - تو اہل نظر کی فینہ بنی ہے کہ سیکھا۔
 یعنی حضور محبوب کا ذوق اندام و عشق کا نظم و نسق تجربہ صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے کہ تو اہل نظر کی فینہ بنی ہے۔
 تشریح کیلئے دیکھو شعر (ا غزل ۱۳ - الف) ردیف ہذا

(۱۶) ترجمہ - تیری مراد کا پھول اس وقت نقاب اٹھا لے گا۔ جب تو نسیم سحر کی طرح اس کی خدمت کرے گا۔
 پھول نسیم سحر کی کہلتی ہے نہ توڑیں۔ کہ اسی طرح مراد کا پھول ہی دعا سحر کی کہلتی ہے خواہ شربت یا چاؤ سحر خیزی کی تعلیم نہ پڑاؤ ہیں۔

(۱۷) ترجمہ - تو جو طبیعت کی سر اسو باہر نہیں نکلتا۔ حقیقت کو جو چہ میں تیرا گندہ کس طرح ہو سیکھا۔
 یعنی خودی جوڑی بغیر خدا نہیں ملتا۔

درد را بگاہی نہ گزرت نہ دیں	ایک کام دہ خودیوں نہ وراہ بہیں
ای جان جهان تو راہ اسلام گزین	بابا ر سبہ بنشین با خود نشین

اسی مضمون پر ہے۔

کامان طبعیت ما ز زبان دلسیروں کن	ہمایان سعادت را بدام امتحان و دشمن
----------------------------------	------------------------------------

(۸) ترجمہ - معشوق کا جمال پرورد اور نقاب نہیں رکھتا۔ رستہ کا غبار بٹھا دی تاکہ اس کو دیکھ سکی۔
یعنی معشوق پر نقاب نہیں۔ غبار من و دل و درمیان حاصل ہے۔ پروردہ خودی بٹھا دی۔ اور اس کو دیکھ لے۔
شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ معجب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان نیست بلکہ پندار منی و قوی است۔
چوں از خود گذشتی۔ بخدا پیوستی۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ترا با حق آشنائی دہد۔	کہ از دست خویشست رہائی دہد۔
کہ تا با خودی تا خدا راہ نیست	وزین کلمہ جز بخود آگاہ نیست

شاہزادہ دارا شکوہ قادری برادر عالمگیر بادشاہ کا شعر ہے۔

باد و سرست بسیدیم چو از خویش بچشم	از خویش بچشم بدین چه مبارک سحر بود
-----------------------------------	------------------------------------

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر د ۳۹

(۹) ترجمہ - اے دل اگر تو زور ریاضت سے واقف حاصل کر۔ تو شمع کی طرح ہلتے ہوئے توڑکے سر کر سکتا ہے۔
ریاضت - ریج کشی۔ سرفرازی۔ نفس کشی۔
بہاں خواہ صاحبِ منت یا اور مجاہدہ کی تلقین کرتے ہیں۔ ذوق عمل کی تعلیم فرماتے ہیں۔ اور اشار کامل کی ترغیب دیتے ہیں۔
شمع کو بی سرگٹوانی سے نور حاصل ہوتا ہے۔

(۱۰) ترجمہ - لیکن اگر بے معشوق اور جامہ کو کا طالب ہے گا۔ تو یہ امید نہ رکھ کہ کوئی اور کام کر سکیگا۔
یعنی ہمہ تن ہو معشوق میں مشغول اور مصروف ہونا پڑیگا۔

جو دل قمارخانہ میں بت سے لگا جا چکی	وہ کھینچ چوڑے کچھ کو جا چکی
-------------------------------------	-----------------------------

(۱۱) ترجمہ - اے حافظ اگر اس شاہانہ بصیرت کو تو سنیگا تو شام اہ طریقت پر تیرا گذر ہو سکیگا۔
طریقت - تزکیہ باطن۔ اصطلاح سالکان ہے۔ تزکیہ ظاہر کو شریعت کہتے ہیں۔

غزل الف

آنا کچھ خاک را نظر کمی یا کنت	۱	آیا بود کہ گوشتہ چشم با کنت
در دم ہفتہ بہ ز طیبان مدعی	۲	باشد کہ از خزانہ غنیم دو آنکنت
چوں حسن عاقبت نہ برندی ذرا ہدایت	۳	آں بہ کہ کار خود و بنیادت رہا کنت

معتشوق چون نقاب ز رخ بر نمی کشد	۴	ہر کس حکایتی بھور پر آنکس
مے خور کہ صد گناہ ز انخوار در حجاب	۵	بہتر ز طاعتی کہ بروی وریا کنند
حالے دروں پر وہ بے قنہ می شود	۶	تا آن زمان کہ پرده برافتہ چاکسند

حافظ دوام وصل میر نمی شود

شاہان کم التفات بحال گدا کنند

یہ غزل مردہ بخون عین نہیں ہے۔ لیکن پورا ان قلمی دیوانوں میں موجود ہے۔ اور خواجہ صاحب کی یہ چنانچہ دیکھو ہوا ہے
 (لسان الغیب جلد اول) یہ غزل ایک قلمی دیوان میں ملے گی جاتی ہے۔ بعض نسخوں میں اشعار زیادہ ہیں۔ بعض میں کم۔ مثلاً
 اشعار کو چھوڑ کر باقی غزل لکھی گئی ہے۔ اور کئی نسخوں کا مقابلہ کیا گیا ہے۔

(۱) ترجمہ۔ وہ لوگ جو مٹی کو نظر سے کیا کر دیتے ہیں خدا کرے کہ وہ ایک گشتہ چشم ہماری طرف ہی کریں۔ - قلب
 یعنی وہ بابرکت لوگ جسکی نظر میں تاثیر ہے کہ خاک کیجھا کر دیتے ہیں ہماری دعا کا کہ وہ ہم پر ہی ایک نظر فرما کر ہماری
 کو تیر خالص کر دیں۔ ضرورت مرشد کا بیان ہے۔ دیکھو شعر ۱۲ اور غزل (۳) ردیف ہذا۔

اصل اللہ لوگوں کی تاثیر روحانی جو دوسرے آدمی کو اندر اثر کرتی ہے۔ اور جب اصطلاح اہل علمیت میں جو کہتے ہیں کہ قنوی
 ۱۔ تاثیر انعکاسی۔ یہ عارضی تاثیر ہوتی ہے۔ جو وقت تک آدمی اس پر رنگ کی صحبت میں بیٹھا ہے اسکی شخصیت کا
 اثر دل پر رہ گیا۔ اور اس کے آئینہ دل پر اس پر رنگ کے نور ایمان کا عکس ہوتا رہے گا۔ اگر جب اس شخصیت سے محروم ہو جائے گا تو اثر

بہ محدود ہو جائیگا۔ جسطرح آئینہ کو کسی چہرے کی عکس ہو جاتی ہے۔ اگر چہ چہرے کو دور کر دیں تو عکس ہی باقی نہیں رہتا۔
 یا یہ سمجھو کہ ایک آدمی عطر لگا کر مجلس میں آتا ہے۔ حاضرین مجلس کو مایہ کو وہ خوشبو معطر کرتی ہے مگر یہ اثر صرف محبت کے قیام تک رہتا ہے
 ۲۔ تاثیر القای۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو پاس رہا ہو۔ جس میں تہی و تدبیر موجود ہو۔ مگر روشن ہو ایک آدمی کے پاس

آج اسے دیار روشن کر دیا۔ اور چراغ تیار ہو گیا۔ اسی طرح ایک انسان کو اندر استعداد موجود ہے۔ اور وہ فیض کو قابل ہے۔
 ایک بل شخص اگر اسکی طرف توجہ کرے تو اس کے چراغ دل کو صبر و شکی کا تمام سالن ہو جائے۔ اور نور و روشن کر دے گا۔ اسکی تاثیر
 کہتی ہیں۔ مگر یہ تاثیر اگرچہ تاثیر انعکاسی سے زیادہ دیر پا اور مستقل فیض کی صحت میں تہی ہے تاہم اعلیٰ مرتبہ تہی اور درجات کا اسکی

اثر ہو سکتا ہے۔ جسطرح چراغ طوفان باد و باران کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایسے شخص کا دل بھی کسی یا حاد کی تاثیر
 لاسکتا۔ بعض واقعات ایسی پیش آ جاتی ہیں۔ کہ وہ نور جہاں تار سارے اور اس کا دیار باوجود تیرال دلتی کے موجود ہو کر رہ جائے۔

جانی۔ گویا تاثیر القوی پر مخالفت اور تقاضا تاثیرات بعین دفعہ غالب جاتی ہیں۔

۳۔ تاثیر اصلاحی۔ کی مثال سطح ہے۔ کہ پانی کو نیلیں یا دیاسی لا کر ایک خزانہ پرینڈو اثر میں جمع کر دیا جائے۔ اور اس خزانہ آب کے متعلق ایک فوارہ بنائیں خزانہ سے لیکر فوارہ تک سستہ یا بک صاف کر دیں اور پھر خزانہ سے پانی بہو نہیں۔ اور پانی فونے سے فوارہ سے نکلتی گنگائی۔ ظاہر ہے کہ فوارہ کا زور دریا یا کنوئیں پر منحصر نہیں بلکہ خزانہ پر اور فوارہ و خزانہ کی درمیانی فاصلہ پر منحصر ہے اور خزانہ یا خزانہ دفعہ فوارہ کی درمیانی راہ پر کسی آفت آئے یا فتور واقع ہو غیر فوارہ کو بھی نقصان ہو گا یہ قسم پہلی دونوں قسموں سے زیادہ طاقتور ہے۔ مگر نقصان ناخلف و کم و بیش موجود ہے۔ تاثیر اصلاحی میں بھی گہرے ترکیب نفس حاصل ہوتا ہے مگر خزانہ کی استعداد اور مسافت پر منحصر ہے۔ ۴۔ تاثیر اتحادی۔ یہ تاثیر سب تاثیروں سے زیادہ قوی ہے۔ مگر اثر اذنی و اس کی مثالیں پانی جاتی ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ مرشد طالب کے روح کو ساتھ اپنی روح اندر دے دے اور لٹک کر مرشد کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے۔ حتیٰ کہ دونوں روح قریباً اکیتہ کی ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عابد باقی باقی قدس سرہ کو مکان پر بھی مہمان آگئے۔ اس روز آپ کے پاس مہمانوں کو کھانا کھینڈو کچہرہ تھا سخت خوشی ہوئی۔ آپ کے مکان کو نزدیک ہی ایک نانابائی رہتا تھا۔ اسکو خبر ہوئی۔ تمام مہمانوں کیلئے مکلف کھانا تیار کر کے حاضر کیا۔ آپ یہ کہہ کر بہت خوش ہوئے فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے۔ نانابائی نے کہا۔ کہ مجھے اپنی جیسا کہ دیکھو۔ لائوس نے فرمایا کہ تو اس حالت کا کھانا نہ کر سکا اس نے پھر اصرار کیا۔ انہوں نے بھی کبھی بار مجھایا۔ مگر آخر کار وہ نہایت عاجزی کر کے لنگا۔ خواجہ صاحب مجبور ہو کر اس کو چھوٹے لکڑی اور استر تیار کیا دی کی۔ جب خبر دی ہو باہر نکلی تو ظاہر و باطن خواجہ اور نانابائی میں کچھ فرق نظر نہ آتا تھا۔ تاثیر اتنی زبردست تھی۔ کہ دونوں کی صورتوں میں بھی کچھ فرق باقی نہ رہا اور لوگ انکو بڑی مشکل سے ایکٹہ سر سے تمیز کر سکتے تھے۔ البتہ یہ فرق تھا۔ کہ خواجہ صاحب ہوش میں تھے اور نانابائی ہوش۔ اسوقت تین روز کے بعد نانابائی نے اسی ہوش اور سرشاری میں وفات پائی۔ مولانا دوم فرماتے ہیں۔

کالم گر خاک گیرد ز رستود	ناقص از زربود خاکستر شود
چون قبول حق بود آن مرد است	دست او در کار ہا دست خداست
چیل آسپیش او دانش شود	چیل شد ملے کہ در ناقص رود
ہر چہ گیرد عالمی علت شود	لکھ گیرد کالمی علت شود

خاقانی کا شعر ہے۔

مجلوئی تن اندر دیکھتے تھے کہ زخمی ہو کر	سفر حل رکتے تھے اول کہ آخر گفت بانی
عارف جامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔	
بگذر ایک نظارہ در آن رود کہ اہل دل	گیرند گیمیا نظر پاک باز را
اسی مضمون پر ہے۔	
غبار چل را دیتا ہے فیض صحبت کامل	شعاع مہر تاباں کہ نہیں سایہ کشہ پیر
نیاز بہ نیاز کا شعر ہے۔	
آن چشم اشفاق کہ بر حال دیگر انست	آیا بود کہ عشرت شیریں پاک کنند
<p>۱۲) ترجمہ۔ میرا درد طبعان مدعی پوشیدہ رہی تو اچھا ہے۔ خدا کرے۔ گنہگار غیب سے میری دعا کریں۔</p> <p>حس طرح جسمانی بیماریوں کے طبیب دقت مگر ہو تو ہیں۔ ایک جونی الحقیقت باہر فرمیں اور ہمارا پیارا ان کو</p> <p>فینین ہو صحت یاب ہو رہی ہیں۔ مگر وہ اپنے علم و فضل کا دعویٰ نہیں کرتے۔ دوسرے جو صرف اشتہاری حکیم ہیں۔</p> <p>طبیب جو کا دعویٰ ہو مگر تحقیق میں طبیب نہیں۔ اور انکی علاج سے کجائی صحت یابی کو نقصان کا احتمال ہے۔</p> <p>امراض روحانی کو طبیبوں کی بہی دقت تو ہیں ایک راست باز اور دوسرے مدعی۔ خواجہ صاحب مطلع غزل میں ارشد کی</p> <p>نظر عنایت کدو دعا کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کسی الہی بزرگ کی صحبت حاصل ہو جائے۔ جو قلب تیرہ کو اکسیر کر دے۔</p> <p>تو زہر قہر تسمت۔ مگر ساتھ ہی اس شعر میں یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ بچہ طبیب مدعی کی طرف نہیں۔ کیونکہ بقول سعدی۔</p>	
اس مدعیان در طلبش بخت بر اند	کان را کہ ضرر شد خیرش باز نیاند
جو تحقیق سے آشنا ہو جائے وہ دعویٰ نہیں کرتا۔ مولانا دم محقق اور مدعی سطل کے فرق میں فرماتے ہیں۔	
<p>چون بسو ابلیس آدم رد ہست</p> <p>زانکہ صیاد اور دبانگ عنفر</p> <p>بشنود آن مرغ بانگ جنس خویش</p> <p>حرف درویشان بزد و مرد دوس</p> <p>کار مردان روشنی و گرمی است</p> <p>بیشعین از برائے کد کنند</p> <p>بوسلیم رالقب کذاب ماند</p>	<p>پس ہر دستے نشاند داد دست</p> <p>تا فریب مرغ را آن مرغ گیر</p> <p>از ہوا آید بیاد دام و نیش</p> <p>تا بخواند بر سلمے زان فنون</p> <p>کار دنان صید و شتر می است</p> <p>بوسلیم رالقب احمد کنند</p> <p>مر محمد را اولی اللالباب ماند</p>

(۳) ترجمہ - جب حسن عاقبت رندی دزدانی پر پھرنے لگا تو یہی بہتر ہے کہ اپنی کام کو خدائی غنایت پر چھوڑ دے
تشبیح کیلئے بیکھر شہر دے - امیر غنائی کا شعر ہے -

حسن اکرام پر اسلام کا ہر دار و مدار	مجھے مسلمان رہ جو دنیا سے مسلمان گئی
-------------------------------------	--------------------------------------

(۴) ترجمہ - مستثنیٰ جب چہرہ سے نقاب نہیں اٹھاتا تو ہر شخص اپنی اپنی خیالی شکل پر عجبہ عجبہ کا متنازعہ بن جاتا
مجبوزی الحقیقت پردہ میں ہے اور اس کے متعلق چند حکایتیں بیان کی جاتی ہیں کہ وہ صرف عقل و فہم کی حد تک بیان
کیا جاتی ہیں جس طرح کسی سمجھا کہ یا عیسیٰ کیپہ در کہتی ہیں ہندو کہہ اور مسلمانوں نے ایک امتہ اختیار کیا ہے -
یہودیوں نے دوسرا حتیٰ کہ ہر قوم کا ہر فرد بشر محبوب حق کی حقیقت کے متعلق اپنی علیحدہ رائے رکھتی ہے -

آج کل کے دھنست حسن تو شہر سے کھینچ	خواب بند رہا ہمہ تعب سے کھینچ
------------------------------------	-------------------------------

(۵) ترجمہ - شہر سے ہٹ کر رہنے والے لوگ سب سے بہتر نہیں جو لوگ ریا کاری سے بڑے ہیں -
یعنی وہ عبادت جو رومی و ریاضی کی گئی ہے سب سے بڑا گناہ ہے اور ریا کاری سے بڑا اور کوئی گناہ نہیں -

تھیں انہیں ہرگز نہ آئے	بڑے بڑے شہر میں ہرگز نہ آئے
------------------------	-----------------------------

فولین المسکین - انہیں ہرگز نہ آئے ہرگز نہ آئے ہرگز نہ آئے ہرگز نہ آئے (دوسرے مانعوں)
یعنی عذاب کی سختی ان ریاکاروں کے گناہوں سے بڑا ہے جو نماز کی صرف اسی صورت میں پڑھتے ہیں کہ جب لوگوں کے
سامنے ہوں اور خلوت میں نماز کا خیال نہیں کرتے اور لوگوں سے صلہ مستائش حاصل کرنے کیلئے اپنی انحال اعمال میں
دیا کرتے ہیں - "طاقت کہ براہی خلق کردی - بنامی کہنہ دلق کردی - حقا کہ حاضی و گنگہا بہتر عبادت یا کار،"

پارسیاں روئے در مخلوق	پشت بر قبلے کشت نماز (سعدی)
-----------------------	-----------------------------

احمدیہ و مطلع الانوار میں فرماتے ہیں -

جامہ اسلام بر اصحاب رلو	پر فرشتہ است گسراں دیو
ابن نہ لباس است کہ تلبیس است	وین نہ خیال است کہ ابلیس است
زشت نمازے کہ ریا نشان است	فریل دیو و ارکان است

یہی شعر ہندی و ضروری لغت و تبدل کے ساتھ ردیف م غزل (۳) میں بھی درج ہے اور وہ تمام غزل کلیات
سعدی میں بھی درج ہے جس کے لئے دیکھو جلد اول سولہ نمبر ص ۱۵۵ (صفحہ ۱۵۵) دیکھو (۵)
(۶) ترجمہ - ابھی بچہ ہے کہ اندر ہے اور اس قدر فتنہ برپا ہے - جو قسمت پر وہ اٹھ جائیگا - دیکھو کیا کہیں گے -

مطلب یہ کہ محبوب اپنی توہید کو اندر ہی اور عاشقوں کا یہ حال ہے اگر پردہ سے باہر آیا تو خدا جلے کیا کیفیت ہوگی۔ پردہ کیلئے دیکھو شعرت ۹۷

پردہ میں تو اس پر یہ عالم ہے حسن کا پردہ سے باہر آؤ تو کیا جلے کیا کر دے

خواجہ صاحب کے اس سوال کا جواب ایک حدیث میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اِنَّ رَبَّكَ مُبْعِثُ الْاَنْفِ حِجَابٍ مِّنْ لُّوْكَشْفِهَا اَمَّا خُرُوقُ سُبْحَاتٍ وَجْهٍ كُلِّ مِّنْ اَذْرَاكَ لَصْرَاً
یعنی خدا تعالیٰ ستر ہر لوکر پر دوں گے اگر ان پر دوں کو کہو کہ تو اس کی رخسار کی روشنی تمام دیکھو والوں کو جلانے کی (۵) ترجمہ۔ اے حافظ ہمیشہ کا وصل حاصل نہیں ہو سکتا۔ بادشاہ فقیروں کے حال پر تھوڑی توجہ کیا کر تو کہیں کم۔ بمعنی معروف ہو بمعنی نفی مطلق۔ تھوڑا یا بالکل نہیں۔

غزل (۱۳)

۱	بلا کہ ترک فلک خان روزہ غارت کرد	۱	بلا کہ ترک فلک خان روزہ غارت کرد
۲	تو اب روزہ و حج قبول آنکس برد	۲	تو اب روزہ و حج قبول آنکس برد
۳	مقام اصلے ماگوشتہ خرابات ست	۳	مقام اصلے ماگوشتہ خرابات ست
۴	نماز و نماں ابرو اں محراب	۴	نماز و نماں ابرو اں محراب
۵	امام شہر کہ سجادہ کشید بدوش	۵	امام شہر کہ سجادہ کشید بدوش
۶	فغان کہ ترکس جاش شہر مرد	۶	فغان کہ ترکس جاش شہر مرد

حدیث عشق ز حافظ ششونہ از حافظ (۶)

اگرچہ عشق سے بسیار در عبارت کرد

(۱) ترجمہ۔ اگر ترک فلک نے روزہ کو غارت کر دیا ہلال عبید نے در قلع کی طرف اشارہ کیا۔ ترک فلک۔ سستارہ مرتجح اور بعض کہتے ہیں کہ آفتاب سے مراد ہے۔

ماہ رمضان کو غارت کیا اور ابراہیم فلکی کو ترکوں کا لشکر کہا ہے سال میں ایک بار ایک عام دعوت ہوتی تھی جس کو غارت

انگوٹھ اور ترکہ کی کمائی پر مشہور فقہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ گروہ شرعاً حرام فلکی ہوا ہوا اور طہال عید
نمودار ہوا۔ طہال چوکیہ سیالہ کی شکل کا ہوتا ہے اسلک کہا ہے کہ وہ جامہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے
کہ ماہ صیام گزر گیا ہے۔ چلو اب شراب پیئیں۔ حقیقی معانی کو شائق ترکہ فلک و سلطان عشق خوان روزہ سو
سامان نہ بد و رخ اور طہال عید سے جذبہ عشق اور دور قلعہ سوستی محبت مراد لیکر اپنا شوق پورا کریں۔

ابن نہ بند کر رہ میخانہ محاسب	نکلا پر چاند عید کا سونے سما تو دیکھ
-------------------------------	--------------------------------------

عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ماہ نو تبریکل جام آمد کار تمام عید	یعنی از جام طرب خالی مباد ایام عید
کر دیکبار دگر عید از مہ نو جام دور	مے پرستان سرخ و خندان مشرب و دور جام عید

ایک اور غزل میں فرمائی ہیں۔

قفلہ کہ روزہ بردیش و نشانازد	شکل طہال عید ز ر ساقش کلید
من بعد ما و عید و لعل و عیش نقد	لے شاناز مان و عہد و مخالف از و عید

اسی مضمون پر نیاز نے کہا ہے۔

عیدست ساقیاد و رخاہ باز کن	پیمان تو بہ بشکن و پیمانہ ساز کن
ہنگام زہد تو بہ و تقویٰ گذشت و رفت	دور حقیقت است و مزاج مجاز کن

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعرت ۴

(۲) ترجمہ۔ روزہ کا ثواب در مقبول حج وہ شخص حاصل کر سکتا ہے جس نے تہجد عیش کی ناک کی زیارت کی۔
قبول۔ فتح اول یعنی پذیرفتن۔ مصدقہ قبولیت غلط ہے قبول استعمال فارسی پر اکثر معنی قبول آتا ہے (غیاث اللغات)
مطلب یہ کہ عبادت اسی شخص کی مفید ہو سکتی ہے جسکو دل میں درویش ہو۔ پیار خواجہ صاحب نے پھر اپنے ترجمہ تراجم
کی کیفیت واضح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ”میکدہ عشق“ میں شراب انگوٹھ نہیں کچتی۔

ایک پرانے قلمی نسخہ میں حج قبول، کی بجائے ”حج قبول“ ہے اور زیادہ فصیح ہے۔

(۳) ترجمہ۔ ہمارا اصلی مقام گوشہ خرابات ہے۔ خدا اس کو جزاؤ فیروزے۔ جس نے یہ عمارت بنائی۔

اس عمارت سے مراد خرابات۔ خواب و عمارت کا مقابلہ لطیف ہے۔ خرابات کیلئے دیکھو الف بیک

(۴) ترجمہ۔ ان حیرانی ابروؤں کو خم میں نماز صرف وہی شخص پڑھ سکتا ہے جو خون جگر سے طہارت کرے۔

مسجد کے شراب میں نماز اور کمرے کیلئے تو بیشک پانی سے وضو کر لینا کافی ہے مگر حضور محبوب میں نماز نہ کرنے کیلئے حقیقت میں خون جگر سے طہارت ضروری ہے۔ کیونکہ درد عشق میں جگر کو فون کی بغیر ضروری حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ امیر علیؑ تو مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے بھی صرف پانی سے وضو کر لینا کافی نہیں سمجھتے شراب ناب سے وضو کرنا ضروری بتا رہے ہیں۔

زادہ شراب سے جیب تک وضو نہ ہو	قابل نماز پڑھنے کے مسجد میں تو نہ ہو
اس صورت میں شراب ابرو میں نماز پڑھنے کیلئے بیشک خون جگر سے طہارت لازم ہے۔	
زادہ اگر وضو بخون جگر	در سرت گرسر نماز من ست نیاز

(۵) ترجمہ نہ شہر کا نام جو بھلے گندے پر لپی پڑتا تھا۔ دختر رز کی خون سے اس نے بھی اپنا خرقہ دھو لیا ہے۔
 قصارت - بفتح - کڑی دھونا۔ پیشہ گذاری۔ دہویوں کا پیشہ۔
 سجادہ گندے پر لپی پڑتا تھا۔ یعنی اپنی زہد و ورع کی نمائش کیا کرتا تھا۔ دختر رز یعنی شراب۔ زادہ ان ظاہر کے شراب ایسود (چمپ کے پتے) کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ خرقہ تو شراب سے آلودہ تھا اسلئے سجادہ (جائے نماز) کو گندہ ہونے لگا۔
 کر حل پڑے۔

(۶) ترجمہ۔ فریاد کہ شہر کی شوخ آنکھ نے درد کشوں کی طرقتات کی نظر کی۔
 یعنی زادہ نے عاشقوں کو بنظر حقارت دیکھا۔
 ایک پرانے قلمی نسخہ میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے ”فغانکہ نرگس جاش شوخ شہر آشوب“
 (۷) ترجمہ۔ عشق باقیں حافظ سے سن نہ کہ واط سے۔ اگرچہ واط نے اپنی عبارت میں بہت صنعت کی۔
 یعنی واط۔ اگرچہ اپنی واط کو صنائع لفظی معنوی اور رنگین بیانی وغیرہ سے دلچسپ بنانے کی کوشش کرتا ہے اور تصنیع سے کام لیتا ہے۔ لیکن اس کی کلام میں اثر بالکل نہیں۔ کیونکہ جب ل میں نہ ہو کلام میں زور نہ آتا اور اثر نہیں ہوتا۔ اور جب تک عشق نہ ہو دل میں درد نہیں ہوتا۔ حافظ عاشق ہے۔ اسلئے اس کے کلام میں اثر ہے۔ لہذا عشق کے حقائق اور معارف حافظ کی زبان سے ہی سننے چاہئیں۔

حسن فروغ سمع سخن دور ہے اسد	ایسے دل گداخته پیدا کرے کوئی
مرزا جلال سیر کا شعر ہے	
ناثیر نالہ از دل اسودہ ہے مد	در کشورے کو درد بانہ طیب

غزل (۱۴)

۱	بادِ غیرت بصدنش حال پریشان دل کرد	۱	بلبلِ خونِ جگر خورد و گلِ حاصل کرد
۲	گہشِ سسلِ فنا نقشِ اہل باطل کرد	۲	طوطی را بھوایِ شکریے دل خوش کرد
۳	کہ خود آتشاں بشد و کار مرا مشکل کرد	۳	قرۃ العین من آن میوہ دل یادش یاد
۴	کہ امید کریم مہرہ اس محسّل کرد	۴	ساربان بامرین افتاد خدا زاد کرد
۵	حجّ فیروزہ طرِجائے ازین کسکل کرد	۵	رودی خاکی و غمِ شہرِ افکارِ دہرہ
۶	دُرِ لحدِ ماہِ کمانِ ابروی تنِ مترل کرد	۶	آہ و فز یاد کہ نہ چشمِ سودہ و مہرہ

(۴) نزدی شاہ رخ و فوت شد مکانِ جاف
(۵) چہ کچھ بازی ایامِ مرغانِ فاسل کرد

یہ غزل خواجہ صاحب نے اپنے ایک لڑکے کی وفات پر لکھی۔ جو اوائل عمر ہی فوت ہو گیا تھا۔
(۱) ترجمہ۔ ایک بلبل نے خونِ جگر پیا اور پھول حاصل کیا بادِ غیرت نے اسکو سو طرح سے پریشان دل کیا۔

پھول سے مراد فرزند اور بلبل سے والدین اور بادِ غیرت سے رشک و دراز۔
(۲) ترجمہ۔ طوطی کا دل شکریے کی آرزو میں خوش تھا۔ ناگاہ سیلابِ فنا نے لہجہ امید کو باطل کر دیا۔

طوطی سے مراد والدین شکریے سے مراد فرزند اور سیلابِ فنا سے مراد موت۔

(۳) ترجمہ۔ میر النور چشم (لڑکا) کہ اس کی یاد میر دل کی غذا (میوہ) ہو۔ خود تو آہام میں ہو گیا لیکن میر کسکل کر دیا۔ قرۃ العین۔ قرۃ معنی ٹھکی۔ سردی۔ روشنی۔ عین آنکھ۔ مجازاً فرزند۔ میوہ دل یادش یادِ جملہ دعائیہ ہے۔ اسکی یاد میر دل کی غذا ہو۔

(۴) ترجمہ۔ ساربان (شتربان) میرا بوجہ گر گیا۔ خدا کیلئے مدد کر۔ کیونکہ امید کریم مجھ اس حمل کو مہرہ کیا۔ بارِ افتاد۔ بوجہ کا گزنا مسافر کیلئے باعث تکلیف ہوتا ہے۔ کہ دوبارہ اسکو لا دنا پڑتا ہے۔

خواجہ صاحب اپنے مخاطب (مرشد وغیرہ) سے اپنی تکلیف کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے یہ کہہ کر امداد کی درخواست کرتے ہیں

کہ میں تیری محال کہ ہمراہ اسی واسطہ ہوا ہوں۔ یعنی تیری سرمدی سی واسطہ اختیار کر کے جو تو تجھ پر بہرمان ہو گا اور
مجدد دنیا کی ستر من تکلیف کیوقت مدد نہ مانگا۔ غالباً صبر اعلیٰ ان اور تسلیم کی حصول کی درخواست ہے۔
(۱۵) ترجمہ۔ میر خاکی چہرہ اور چشم کو نہ لیل نہ بھیجے۔ کیونکہ سبز (نیلے) ہا سمان نے اسی گارہ سے طرب بنایا ہے۔
کہگل۔ مرکبہ اور گل سے۔ گارہ چونکہ گاہ (بوسا) اور گل (گوندی ہوئی مٹی) سے بنتا ہے اسلئے کہگل کہتے ہیں
روئے خاک کی اور خیم سے مٹی اور پانی لکڑی گار بنایا ہے۔ مطلب یہ کہ طربانہ عالم اسی گار سے بنا ہے۔
اور تحقیق میں مصیبت کیوقت کنوہا لینا موجب کین ہوتا ہے اور گونہ صدمہ کا بار دل سے ہلکا ہو جاتا ہے اسلئے
مصیبت کیوقت مصیبت دہ شخص کو روئے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔

(۱۶) ترجمہ۔ آہ و فزاید ہے۔ کہ چاند اور سورج کی چشم حاسد سے۔ میر کمان ابرو چاندنی قبر میں خنرل بنائی۔
ماہ کمان ابرو سے مراد فرزند۔ مطلب یہ کہ چاند میر کمان کی ابرو والی چاند (فرزند) کو دیکھ کر حسد کرنے لگا
اور اس کی چشم بد کو اثر سے میر چاند جان سربہ ہو سکا۔ چشم دایرہ۔ مدد مہر اور خنرل (سرج) کی عایت ظاہر
(۱۷) ترجمہ۔ اے حافظ تو نے شاہ رخ نہ مارا اور امکان مانہ سے جاتا ہلکیا کر دل کی بازی کھوٹا کر دیا
شاہ رخ۔ (۱) نام شاہزادہ (۲) شطرنج بازی میں جو شطرنج ہو (۳) شطرنج میں شہ رخ اکشت کو کہتے ہیں۔
جو اس طرز میں دی جائے کہ حریف کو رخ پر ہی اسکی ضرب واقع ہو۔ مطلب یہ کہ اے حافظ بازی ایام
یعنی زمانہ کو ساتھ بازی کر نیویر تو غفلت سے کام لیا اور جو چال تو چل سکتا تھا نہ چلا۔ اسلئے امکان فوت ہو یعنی
جو کچھ تو کر سکتا تھا۔ نہ کیا۔ اور زمانہ بازی لگیا۔ فی الحقیقت زمانہ بڑا شاطر ہے اور ذرا سی غفلت سے انسان بات
ہو جاتا ہے۔ اس شعر کو واقعہ مذکورہ بالا سے خدا تعالیٰ نہیں۔ ناسمجھانہ انداز میں ہے۔

مزل (۱۵)

۱۔ بخت از دہان یار شام مہید	۱۔ دولت خیر را ز نہال مہید
۲۔ از بہر بولیش جان مہید	۲۔ اینم نمی ستاند و آنم مہید
۳۔ مردم را انتظار دین مہید	۳۔ یا بہت پردہ دار شام مہید
۴۔ شکر نصرت دہد عاقبت مہید	۴۔ بد محمدی زمانہ اما کچھ مہید
۵۔ زلفش نشید باد صبا رخ سفلیلی	۵۔ کاجا بجال باد ز انم مہید

چند ہفتہ بر کنار چور کا میر و یکم ۶ دوران چوتھہ راہ بمیان تمسید ہ

(۷) گفتہ روم بخواب کہ یہ ستم حال یار (۷)
حافظ زآہ و نالہ اما تمسید ہ

(۱) ترجمہ۔ بخت مجھ دہان یار کا نشان نہیں دیتا۔ دولت مجھ پوشیدہ راز کی خبر نہیں دیتی۔
بخت و دولت۔ سیراد خوش نصیبی۔ نصیب۔ مطلب یہ کہ میر کی نصیبی ایسی نہیں کہ مجھ محبوب
کی لطافت و اکرام سے پہرہ دور کریں اور اس کی بارگاہ کا سرار سے مطلع کریں۔
(۲) ترجمہ۔ اس کے لب بوسہ محض میں جان دیتا ہوں (معتشوق) مجھے یہ بھی نہیں لیتا اور وہ بھی نہیں دیتا۔
ایتم میں تم اضافت کا ہر اور آتم میں مفعول۔ یعنی نہ جان لیتا ہر نہ بوسہ دیتا ہر۔
برائے نام یہی ہوں کہ وصل سے نفرت شرر وصال کا ہی سرے وہ طال کرتا ہیں
ایتم اور آتم کی بجائے اس ہم اور آں ہم ہی پڑھا جاسکتا ہے۔
(۳) ترجمہ۔ میں انتظار میں گر گیا اور اس پردہ میں جانی کاراستہ نہیں پاتا ہوں۔ لیکن پردہ دار اس کا چہرہ نہیں دیتا۔
پردہ سے مراد پردہ اسرار معرفت۔ پردہ دار سے مراد حاجب۔ دربان۔
(۴) ترجمہ۔ شکر صبر سے آخر کار ہاتھ آتی ہے۔ لیکن زمانہ کی سیوفانی مجھ آرام نہیں دیتی۔
شکر۔ بختین شکر یا بقیع اول و تشدید ثانی شکر۔ یہاں شکر ہے۔ مطلب یہ کہ صبر کا نتیجہ شکر
اور صابر آدمی ہمیشہ عافیت کا کامیاب ہوتا ہے۔ بحول سعادی سع
صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد
مولانا روم فرماتے ہیں۔

گر سخن خواہی کہ گوئی چون شکر	صبر کن از حصص و این حلوہ مخور
صبر باشد شستہ ہائے زیر کاں	ہست حلوا آرزوے کو دکان
ہر کہ صبر آید و گدگدوں بر رود	ہر کہ حلوا خورد و الہی تر رود

خواجہ صاحب زاد ہیں کہ بیشک صبر کا نتیجہ اچھا ہوتا ہے مگر ہم صبر کہاں تک کریں مانہ کی سیوفانی امن نہیں دیتی۔
یعنی زندگی کا بہرہ نہیں۔ آج میں شاید کل نہ ہوں گا۔ اسلام و صل کیلئے بقیہ راہ سے ہیں۔

تیر و عدد سترگ را بی اور صحر کرنے | عین نئی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا

ایک قلمی نسخہ میں پہلا مصرعہ اس طرح ہے: "کفتم لبصر دست و چراقبت و لے"،
(۵) ترجمہ۔ اس کی زلف کو باد صبا نے بچیرا۔ مکینہ آسمان کو دیکھ کہ کجنگہ مچ چلتی ہوا کی برابر ہی مجال نہیں دیتا
یعنی سفید پرور آسمان باد صبا کو تو زلفِ معشوق کی پریشان کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ مگر عین باد صبا کی برابر وقت
بھی نہیں دیتا۔ کہ ہم ہی زلفِ معشوق کو بچیر سکیں۔

(۶) ترجمہ۔ یہ حالت ہے کہ جب تک کہ ہم کنارہ پر پرکار کی طرح چل رہے ہیں زمانہ نقطہ کی طرح ہلکودریان میں نہ چلتا
یعنی پرکار کی بیرونی شاخ کی طرح ہم دائرہ گرد حکم لگا رہے ہیں۔ لیکن دوسری شاخ کی طرح زمانہ ہلکومرکز کی طرف
نہیں لے دیتا۔ مطلب یہ کہ پریشان اور گسرتے ہو رہے ہیں۔ اطمینان اور سکین حاصل نہیں۔ یا حرمِ سرا میں
بھرنے میں نہیں۔

(۷) ترجمہ۔ عین نے کہا (میرا ارادہ تھا) کہ سو جاؤں تاکہ خواب میں جمالِ معشوق دیکھوں مگر حافظہ میرا نہ تھا جس نے
یعنی اس قدر آہ و نالہ کر رہا ہوں کہ نیند بھی حرام ہو گئی ہے۔ ورنہ کبھی خواب میں تو ضرور محبوب کا دیدار نصیب ہوتا

غزل (۱۶)

۱	بود آیا کہ در سیکد با بکشايند	۱	گرہ از کار فرو بستہ ما بکشايند
۲	اگر از بہر دل زاپہ خود عین بستند	۲	دل قوی دار کہ از بہر خدا بکشايند
۳	در سخنانہ بہ بستند خدا یا پسند	۳	کہ در خانہ ترمز و رور با بکشايند
۴	گیسوی چوگ تیرید مرگ می ناب	۴	تا ہمہ بچگان زلف و تا بکشايند
۵	بہ صفائی دل زندان صنوبری زدگان	۵	بس در بستہ بمفتاح دعا بکشايند
۶	نامہ تعزیت و خزر ز بنو سید	۶	تا حریفان ہمہ خون از شہ بکشايند

حافظاين خرقہ شیعہ بیینی فردا
(۷) کہ خزر نار ز زہریش کجا بکشايند

محمد بن ظفر مبارک اللہ بہ۔ بادشاہ شیرازی میحالی بند کرانے تو کہتی ہیں۔ کہ غزل ہی اچھا قسم کو متعلق ہے۔ دیکھو

(ت) غزل (۳۸) اور سوانح ص ۱۴-۱۵ (جلد اول)

استقامت ہو مجھ سے کیا مسکند قرق | بھڑا دیانیرہ زہیر افراست بر

(۱) ترجمہ - کیا کبھی ایسا ہو گا - کہ میخانوں کو دروازہ کھولیں - چار دیو کو بھی کام سرگرم کھولیں -

حقیقت شناس لوگ میکہ عشق کا دروازہ بند ہونے سے حالت قیاض اور دروازہ کھلی سے حالت لسطم لسطم لیں -

(۲) ترجمہ - اگر زہر خود میں - غمزدار کی دلاری کیلئے (شراب) بند کر دیں تو دل مضبوط کر کے بند کر کے کھولیں گے -
ظاہر ہے کہ میخانے زہر میں اور مفتوں کی دلاری کیلئے بند کر دیں گے - خود اور خدا کی رعایت ظاہر بستند و کشاید کا مقابلہ
(۳) ترجمہ - میخانہ کا دروازہ تو بند کر دیا اے خدایہ نہ پسند کرنا کہ تیرے دریا کی گھر کا دروازہ کھول لیں -

یہاں خواجہ صاحب پر زہر ان ریاض کارندانہ میخانوں کا مقابلہ کرنا ہے اور ہمیشہ اس قسم کا اشتعال خواجہ صاحب کو
اور دوسرے گناہوں کا مقابلہ منظور ہوتا ہے سفر باقی میں کہ شراب میخانوں کو دروازہ کھول دے - مگر اے خدا کہہ لیں ایسا ہو کہ یہ
زہر اور مفتی ریاض کا دروازہ کھولیں مطلب یہ کہ میخانے بند کر لیں خاتمہ تیرے دروازہ بند کرنا زیادہ ضروری ہے - تیرے مزاج
دروغ گوئی - خریب - مکر - حیلہ وغیرہ -

(۴) ترجمہ - چمک کے گیسو شراب خالص کو ماتم عریکات دو - تاکہ تمام منہج زلف دو تاکہ کھولیں -

ماتم کی وقت بالوں کو نوچنا مشہور - زلف چمک بریدیں - یعنی چمک کی تاریں کاٹنا اسی بیکار کرنا -

مطلب یہ کہ میخانوں کو بند ہو کر ماتم میں زلف چمک کو بی کات ڈالو - منہج (میز و خوراک) میں اسی قسم میں زلف کھولیں گے
(۵) ترجمہ - صبحی پیر والی رندوں کے دل کی صفائی کی قسم (یا صفائی کی برکت ہے) کہ بہت جلد زہر کا گنجی کھول
صبحی - شراب صبح رندوں کے دل کی صفائی مشہور ہے -

(۶) ترجمہ - دختر ز کا تعزیت نامہ لکھو تاکہ تمام حریف (دوست) ٹپکوں و خون جاری کریں -

دختر ز یعنی شراب - شراب میخانوں کو بند ہونے کے ماتم میں تعزیت نامہ لکھو تاکہ دوست انکو پڑھ کر خون آنسو بہا لیں

(۷) ترجمہ - اے حافظا تو دیکھ گیا کہ کل (روز قیامت) اس خرقہ پوش شیعینہ کو نیچے سے کھینچ کر زہر زور سے کھینچ کر
نکار جائینگے

مطلب یہ کہ تیرے دروغ و خرقہ پوش زہر جو تجھ نظر آ رہا ہے یہ محض ریاض کار میں ان کے دل ناپاک ہیں ان کی عبادت
میں خلوص نہیں لباس مسلمانوں کا ہے - مگر دل کافروں کا گویا خرقہ کو نیچے زہر زور سے کھینچ کر قیامت کو دن ان کو
نکار دے اور تیرے دروغ و ریاض ایک ایک کر کے نکال دے - زہر نامہ یعنی جہنم -

بوتل شراب کی تی تو پہنیں سر میں ہے

دعوت کتاب و عطا ہو ہے تو گیا ہوا

غزل (۱۷)

۱	بعد ازین دست مرچ و امن آن سر بلند	۱	کہ بیالای چاں ازین دنجیم برکت
۲	حاجت مطرب دے نیست تو برقع بکشی	۲	کہ رقص آرزوم آتش رویت پوسینہ
۳	تیرچ روئی لغو و آئینہ چہرہ بخت	۳	مگر آن روی کہ الوند براں ہم نمند
۴	گھٹیم اسرار غمت ہر چہ بود گومی باش	۴	صبر ازین پیش ندرم چہ کہ تم کی دینہ
۵	کشتن آن ہوی مشکین مرا ای صیاد	۵	شرم از آن چشم سیدار بلندش بستہ
۶	من خاکی کہ ازین در تو انم برخواست	۶	از کجا بوسہ زخم بر لب آن تھر بلند
۷	جز بزلت تو نثار دل عاشق میلیے	۷	آہ ازین دل کہ بعد بند میگرد پسند
۸	شب و روزت بدعا عاشق بیدل گوید	۸	کہ مبینا دسہی قامتت از دہر گز نذر

(۹) بازستان دل از ان گیشکین حافظ

از انکہ دیوانہ ہماں بہ کہ بماند در بند

(۱) ترجمہ۔ ایک بعد میرا آنہ ہو گا اور اس سر بلند کا امن۔ جس کے قدر امان مجھ پر ہو گیا اور اسے دیا۔

دینی اس کے دامن کو کچھ نہ چھوڑے گا۔ سر بلند۔ بالائے جان۔ بن و بیچ کی رعایت نہ ہو۔

(۲) ترجمہ۔ مطرب دے کی صاحب نہیں تو برقع کھول کیونکہ تیری چہرہ کی آگ پسند نہیں مجھ پر قصص لائی ہو

جس طرح انہ پسند آگ میں گریں زرد کا آواز کرتا، اور اٹھتا ہی اسطرح میں تیر چہرہ کو کو دیکھ کر مت ہو جانا ہوا

اور رقص کر لیتے ہوں۔

(۳) ترجمہ کوئی چہرہ خوش نصیبی کی چہرہ کا آئینہ مطلوب نہیں ہو سکتا، اس چہرہ کے بیچ مشرق کے کچھ ہوا

یعنی شادی و عشق خوش نصیب ہے جو مشرق کے رہے ہیں گر پڑا ہوا مشرق کا گھوڑا اس چہرہ پر قدم رکھ کر گزرا ہو

چہرہ پر ہونے لگا چہرہ صاف ہو کر آئینہ کی طرح ہو گیا مطلب یہ کہ راہ عشق میں ریاضت اور مجاہدہ

لغزش کشی اور بشارت کو بغیر مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔
 (۸) ترجمہ۔ میں نے تیرے غم (عشق) کو اسرار بیان کر دیا جو کہ ہوتا ہے کہ جو اس زیادہ صبر کرے گا وہ کتب اللہ میں لکھا
 یعنی ہر چہ باد اباد میں تیرے عشق کو اسرار بیان کر دیا۔ طاعت اختلاقی و ضبط نہیں رہی۔ فی الواقع اختلاقی
 راز بہت ضبط کا کام ہے اور ضروری ہے۔ افشاخ راز کا نتیجہ دار ہے۔ قصہ منہو حلاجی حضرت امیر خسرو شاعر الفنا

عبد بسیار کردم کہ نحو غم دل	عاقبت جان پیرمان و طاعت بریں
-----------------------------	------------------------------

(۵) ترجمہ۔ میں نے شکاری سے پیرا شکار کیا اور اسے ہر گونہ باندھ دیا۔ اس سے پہلے کہ شرم کرے اور اسے کہنے میں ہنر ہے
 کٹس۔ نہ کش از مصد کشیدن۔ یعنی (۱) کھینچنا (۲) حجاب کرنا (۳) چھپنا (۴) کرنا (۵) پھرتا رہنا (۶) نکالنا۔
 (۷) باندھنا۔ یہاں بی معنی ہے (۸) بنا کرنا (۹) اونچا کرنا۔ (۱۰) کھڑا کرنا۔ (۱۱) اٹھا کرنا (۱۲) ترتیب دینا۔ (۱۳) سستہ
 کرنا (۱۴) اکھاڑنا۔ (۱۵) رنگ کرنا۔ (۱۶) دراز ہونا۔ (۱۷) دراز کرنا (۱۸) پیدا کرنا۔ (۱۹) چھوڑنا (۲۰) مگر کرنا۔
 (۲۱) بانگنا (۲۲) بھلانا وغیرہ حسب اقتضائے مقام کی معنی دیتا ہے۔

(۹) ترجمہ۔ میں نے خاک کی جو ارض واڑہ سے نہیں اٹھ سکتا۔ اس میں بھل کر کٹارہ لپیٹا، پر کسی طرح بوسہ دوں۔
 یعنی میں نے خاک سے اور خاک نشین ہوں۔ نہ خاک سے اٹھنے کی طاقت ہے اور نہ ارض واڑہ کی خاک سے اٹھنا منظور ہے۔
 اس لئے لب بام بردینا محال ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر وہ ذات ممکن نہیں۔ وہ درگاہ بلند ہے۔ اور زمین پر
 رہنے والی خاکی انسان کی طاقت اور رسائی کی حد سے بالا تر ہے۔

(۱۰) ترجمہ۔ سو گئی تیری لفت کو عاشق کو دل کی کسی طرف رغبت نہیں فوسے اس لیے جو جو گرفتاریوں کے باوجود بھی
 نصیحت نہیں کرنا۔

یعنی تیری زلف ایک نام ہے اور دل کی ایک زندان ہے۔ مگر باوجود اس کے دل پھر اسی طرف جاتا اور غبار نصیحت
 حاصل نہیں کرتا۔

(۱۱) ترجمہ۔ دن رات عاشق بیدل تیرے لڑو کا کرتا ہے کہ تیرا قد ہی زمانہ سے کچھ تکلیف نہ دیکھو۔
 (۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ اس زلف مخکیر بول دالے۔ کیونکہ یہی بہتر ہے کہ دیوار قید میں ہے۔

دل جا کے تری زلف گر نیر میں الہیا	
چہا ہوا دیوانہ تھا تجسیر میں الہیا	

سرگراں - اسے ہر شے میں ملے - یعنی جہاں کہ شے ہو غرض کہ ساتھ بھولتا ہے اور سرگراں نہیں کرتا ہر
(۱۷) ترجمہ - جہاں کہ وہ شے ہو گریز و ہرجا تو ہر حال میں وہاں کو کہتا ہے کہ میرا زبوشیدہ رہے۔

دام زلف میں عاشق اسیر ہوتا ہے - تب گرد و لباغ شوق و زلف میں کو جہاں جہاں تو خرد ہے کہ باد صبا زلف عزیزین کی
خوشبو اور خاطر عاشق کی گرد کو لاتی ہے گئی اور انکار از عشق کر گئی - اس کے نماز صبا کو یہ کہتا کہ زلف شوق کو پوشیدہ رکھا محض
ایک ناز مشوقانہ ہے - باد صبا کی غازی کینہ و کچھ شہرت سے دو تپا۔

(۱۸) ترجمہ - بچہ خوف ہر خوفہ کو ہے - اگر تو اس کی امید رکھتا ہے کہ بداندیشوں کی حشم بد سے خدایت مخفوظ رہے۔

کار در دیش ستم نہ برآ - کہ ترا نیز کار نامہ باشد

ششیں کی گوی و کچھ شہرت شے

(۱۹) ترجمہ - اس راہ میں کیا رہا ہے - کہ ہر بادشاہ معنی کو - اس درگاہ میں میری دیکھتا ہوں کہ آستان پر سر رکھا ہے۔
یعنی درگاہ محبوب کا آستان پر تمام عارف جو سلطنت یعنی کہ بادشاہ میں ہر جہاں میں خدا جہاں میں کہ ہر جہاں عارف
بیشہ بعض پرانی تعلیمی دوانوں میں نہیں دیکھا گیا - ممکن ہو لگاتی ہو۔

(۲۰) ترجمہ - اگر نراک ہی باندہ ہے تو نہ کیلئے مجھ جلد ہی شکار کرے کیونکہ تاخیر میری آفتیں ہیں اور طے کیلئے باورث دین ہیں۔
نراک - وہ قسم ہے جو کہ دوسری کی بین کو دانیں بانیں سکھار باندہ کیلئے لگاتی ہیں۔
راہ غلب میں تاخیر بیشک سب زیان ہے - اور سالک طالب کیلئے درگاہ ہلک ہے - اس لئے فرماتا ہے کہ مجھ جلد شکار کرنا کہ غیر
جو جائز تیرے عشق میں ہے پر قربان ہو جاؤں اور فنا فی المحبوب ہو کر بقا بالمحبوب حاصل کروں۔

(۲۱) ترجمہ - میری آنکھ کو اپنے قہر دل جو کہ نرسو محروم نہ کرے - اس جہر چشمہ پر ہی لگا کہ بہت اچھا آئینہ رکھتا ہے۔
سرعمو آئینہ کے کنارہ پر ہوتا ہے - خواجہ صاحب صاحب کہ میری آنکھوں میں جو چشمہ آفتاب ہے تو پانچ تیرہ ہونڈوں کو سر دھو دھان لگا۔

نصرت قامت محبوب کا یہ دیدہ ترکو - روکے | طریق عشق میں سب زلب جو اسکو کہتے ہیں

(۲۲) ترجمہ - تیری آنکھ سے جان نہیں چھپا سکتی - کیونکہ ہر طرف سے دیکھتا ہوں کہ گونہ گونہ گھٹا لگا ہے اور گمان میں تیرے رطبی ہے
تیرے ہر ادب و ترنگان اور گمان ہو گمان اب رہے گونہ گونہ چشمہ چشمہ مطلب ہے کہ معشوق کی تیرے ہی نگر و ادب و ترنگان سے جان بچانا
مشکل ہے - کہ چاروں طرف اُن کی زد ہے۔

(۲۳) ترجمہ - تیرے شری (شراب) خاک پر گرا - اور ابل شوکت کا حال دیکھ - کہ غریبہ اور کجسوی کی ہزار ہا داستانیں میں ہیں
مشاورہ - ہم کہ نرسو تیرے وقت تیرے ہی نہیں پر گراؤ میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ تیرے ہی خراب پی اور تیرے ہی سی نکات گئی

۱۰۰
 کہ کچھ محبتیں دیکھ کر بڑا باہر ہو گیا تھا کہ وہاں کا حال معلوم ہو جو وزیر نے نہیں دیکھا تھا۔ اور پھر
 فی الحقیقت زمین کو بڑی عریض و باخوشک بادشاہوں کے قہر سے یاد میں رہا تھا کہ کیا داری اور شہنشاہی کے پھر نہایت
 عبرت انگیز ہو۔

این گفته دیبانه را که عالم ندانم است بنیم سست که وامانده عهد جانشید است	(نسیام)	آرام نه این حق بجمع و شام است خضر سست که تیرگاه صد بهرام است
دی کوزه گری بیدم اندر بازار وان گل بزبان حال بااد میگفت	(نسیام)	بزناده گله نکر هر نزد بسیا من بچ تو بوده ام مرا نسکودار
شنیدم که یک بار در دجله که من خضر فرمانده ای داشتم	(نسیام)	سخن گفت با عابدی سست به سر بر کلاه می داشتم
خاک را که بر پایش بر تپه است هر خشت که برنگه ایوان است	(نسیام)	زست سست رخسار غل جفانی است انگشت وزیر دسر سلطان است
پیش از من و تو لیل نهائے بده است زینار قدم نجاک آبسته بند	(نسیام)	مردنه فلک بر آس کمارے بده است نیر بر دمک چشم لگاے بده است
این کوزه چو من علقه ترا سست بده است این دست که برگردن اومی مینی	(نسیام)	داند رعبد رو سست لگاے بده است دسته است که در گردن یار بده است
برنگ زدم دوش سبے کاشی با من بزبان حال میگفت سبے		سرخوش بودم که کردم این اد باشی من چو تو بدم تو نرسو من باشی

وَكَلَّمَ اٰمِلُنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قُرْبٍ - هَلْ تَحْنُ مِنْهُمْ مَنْ اَحَدٌ اَوْ شَيْءٍ لَّهُمْ رِكَزًا
 (اردان سے پہلے جو ہم نے کسی طبقات آدم کو ہلاک کیا ہے۔ کیا ان میں سے کسی کو دیکھتا ہو یا نہ ہو اور از منی کی سنتا ہو تو ہم
 اسے نہیں کیا جو دیگر قرآن بہتر پارہ ۱۵ رکوع (۱) پارہ ۱۶ رکوع (۲) پارہ ۱۷ رکوع (۳) پارہ ۱۸ رکوع (۴)

کونشان از سروران تا عیدار	کواتر از سروران تا پنج بخش
غناک شد تخت بلوک کام گار	سویخت و سیم شد همان کام جوی

۱۲۸۰ هجری قمری میں جب کہ اس نے اپنے تہذیبی و علمی خدمات کے لیے انعام و اکرام سے نوازا گیا تھا۔

بہی عجیبات پر کنگو دہن جو کہ ساتوں کوئی نرمان ستوں تہا ہر تشریح سید ویکو شہر (ت) (۹) اڈتھر (ی) (۱۵)
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتی ہیں۔

انہی گنج نوشتار و خبر نگار نظر کن
مرہم بہت دمارا مجروح کیلزاری

غزل (۱۹)

۱	چہ حسن خلیق و وفا کس بیار مانرسد	۱	ترا درین سخن انکار کار مانرسد
۲	اگر چہ حسن نزدشان بیکوہ آید اند	۲	کسی بس و لطافت بیار مانرسد
۳	بحق صحبت دیریں کہ ہیچ محرم اند	۳	بیار ہیبت حق گذار مانرسد
۴	ہزار نشہ بیازار کائنات آرد	۴	نہیجہ بیکہ صاحب عیار مانرسد
۵	در بیغ قافلہ عمر آن چنان رفتند	۵	کہ گردشان ہوا ی دیار مانرسد
۶	ہزار نقش بر آید ز کلک صنع و یکی	۶	بد لہزیری تشنگا مانرسد
۷	ولا ز طعن جنوداں مرغ و امین باش	۷	کہ بد بخاطر اسیدوار مانرسد
۸	چنان بزی کہ اگر خاک شوی کس را	۸	غبار خاطر از لہزار مانرسد

بسوخت حافظ و ترسم کہ شرح قتلہ (۹)
بسمع باد شہر کامنگار مانرسد (۹)

یہ غزل نسیہ معلوم ہوئی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن اخلاق و حسن بیعت بہی عجیب و غریب علی غایت شاندار ہے۔
بہی بڑھی جاسکتی ہے۔

را انتر جمہ۔ حسن خلق اور دفاع میں کوئی ہماری جو بیک مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو اس بات پر ہماری بات رکاوٹ کا انکار نہیں
ہو سکتا۔

قرآن کریم میں ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (مورما ذاب یعنی تمہاری لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دی۔ اقتداء اور متابعت کیلئے ایک نہایت اعلیٰ اور بہت نیک نمونہ ہیں۔ ان کے اخلاق تمہارے
لئے مشعل ہوں گا کام دینے میں سیکو قلم میرے دانہ لکلی تمہاری عظیمہ۔ یعنی تو فی الحقیقت نہایت بزرگ خلق پر ہے۔

<p>گوهرش کمال فصلتہ القرآن خلق رافت ادبہ اسکان است</p>	<p>چونکہ کرمیت ہم کار وضع خلق کسیکہ قرآن است</p>
<p>بعض نسخوں میں یہ مصرعہ اس طرح لکھا ہے کہ جس نے رافت بیا رہا نہ رسد۔ صاحب مظاہر الحق نے شرح مشکوٰۃ میں جہاں یہ شعر لکھا ہے یہاں مصرعہ اسی طرح لکھا ہے۔ (۲) ترجمہ۔ اگرچہ دشمن فرشتوں نے بھی جوہر نمائی کی ہے۔ لیکن حسن دلالت میں کوئی ایسا مشوق کو نہیں دیکھ سکتا دیکھو ردیف ت غزل (۹)</p>	
<p>تمام مہیوں کا حق بچنا ہے تمکو لباب کیسا شمیم زلفِ خضر لعلی بل اسکو گلاب کیسا</p>	<p>آکھڑی دم سبھا درویش کو کو کر کیجا کہاں کہہ کہیں کی بجاں کا غیبی کہاں کی سنبھل</p>
<p>اسی مضمون پر ہے</p>	
<p>سرکشا تو ہیں تیری نام پر مردان جہاں</p>	<p>اشن یوسف پہ کپڑے مصر میں نکشت زناں</p>
<p>دوسرے مصرعہ میں لفظ دلالت کی جگہ بعض نسخوں میں یہ لفظ ملاحت ہے اور زیادہ موزون ہے۔ (۳) ترجمہ۔ حق صحبت دیرینہ کی قسم ہے کہ کوئی مجھ پر ہزار ہا ایک جہت اور حق گداز مشوق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک جہت۔ جبکہ تو ان فعل میں ایک ہی قصد نظر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام عمر یہی تلقین حق میں گزری۔ اور اس دعا کا بغیر اور کسی طرف توجہ نہ فرمائی۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حرم پران کے رازدان تھے۔ مگر سوال اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تو اسرار بتائی گئی۔ اور کسی نبی کو نہیں بتائی گئی۔ حق سمجھتے ہیں اس لیے کہا ہے کہ صحبت دیرینہ (یعنی صحبت روز میناق) ہی راز و اسرار کی صحبت تھی۔ معراج کی وقت حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اسرار بتائے گئے۔</p>	
<p>اسرا بیدہ ست عن المسجد الحرام کا بخازہ جاست کو نہت فی نشانیام از آستان عالم جاں پر سرازیر مقام</p>	<p>برداشت از طبیعت اسکان قدیم کہ آن نادرہ وجود کہ انحصار عالم است سر بلند اسرگرفت در آغوش پیچہاں</p>
<p>(۴) ترجمہ۔ بازار کائنات میں ہزار ہا لائے کوئی بھی جہاں صواب دیکھ کر مسکے گا غافل نہیں کر سکتا۔ صاحب عین رعبی کھر می سکد والہ۔ خازن کو الہ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ دنیا میں اور سیکڑوں نہایت ہیں اور کئی رسول آپ اپنے شریعت لیکر آئے۔ مگر فل اور جامع شریعت صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حصہ ملیکی ہے۔</p>	

سکندر حج حبیب محمد مصطفیٰ کا ہو گیا	از غلامہ ساری خدائی میں خدا کا ہو گیا
عارف حامی تدریس سر دفتر مالتو ہیں۔	
نقشہ کائنات	از مہر گوشت محمد
<p>سورہ مائدہ میں ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُ بِکُمْ نِعْمَتِیْ وَ کَرِّهْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ یعنی آج میں تمہارے دین کو تمہارا دین کا مل کر دیا جس کو اور کوئی احکام منسوخ نہ کر سکیگا۔ اور اسے نعمت کو تم پر تمام کیا۔ کہ تم امین اور مطمئن رہو۔ اور تمہارے دین اسلام اختیار کیا۔ جو تمام باقی دینوں سے پاکیزہ تر ہے (تفسیر حسینی) سورہ آل عمران میں ہے۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلْعَالَمِیْنَ یعنی تم بہترین گروہ ہو جو خلوتِ خانہ غیب کو لوگوں کو سکھایا۔ یا تم بہترین امت ہو جو سابق علم یا لوح محفوظ یا کتب انبیاء اور وفیات میں ہو۔ اور اس امت کی بزرگی کی دلیل یہ ہے۔ کہ خدمتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرگ میں شریک ہو۔</p>	
لما دعا الہ داعیاً لطاعته	یا کرم الرسل کنا اکرم الامم
چون خدا پیغمبر مارا برحمت خوانده است	افضل پیغمبران او گشته ماخرا لامم
<p>(۵) ترجمہ۔ افسوس ہے کہ عمر کا قافلہ (کا قافلہ) اس طرح چلے گا۔ کہ ان کی گدی بی سار ملک کی ہوا ملک نہیں پہنچتی یعنی قافلہ والے اتنی دوزخ کا گڑھ بن گئے۔ کہ ان کی گدی بی سار ملک نہیں پہنچتی۔ مطلب یہ کہ وہ ہم سب سے بہتر اور سچے رہ گئے۔ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میر کا روغن اور قافلہ سالار کہتے ہیں۔ چنانچہ اصطلاح میں قافلہ شدہ ہیں۔ اور رفت و آمد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ کو بعد کی طرف اشارہ ہے۔</p> <p>(۶) ترجمہ۔ قدرت (صنعت) کو قلم سو ہزار بار نقش نکلیں۔ لیکن ایک ہی۔ ہمارے مشتوق کو نقش کی دلپذیری و تقابلی نہیں کر سکتا۔ امیر مینائی کا شعر ہے۔</p>	
بہ نظر کسی کو کوئی دوری نہیں آتی	مشاد و صانع ازل فی ہزاروں شش و ہشتاد
<p>(۷) ترجمہ۔ اے دل جو ر وں کو طعنیں ہو خبیثہ نہ ہو اور شکر وہ کیونکہ ہمارے دل امید و آرزو میں کا کیم اثر نہیں ہو سکتا۔</p>	
<p>(۸) ترجمہ۔ اس طرح زندگی بسر کر۔ کہ اگر تو کسی کی خاک پڑے ہو۔ تو ہمارے دماغ کو سیکو دل میں گذشت ہو اور</p>	

(الحکم)

مطلب یہ کہ تو کم آزار ہو خاکسار ہو۔ خاک راہ میں اور کیوں دامن کو جو چہ پال کہ کبھی لندی غبار آلودہ نہ کر۔
تواضع اور خاکساری کی تعلیم ہے۔ اور حقیقت میں نجات ابدی کم آزاری ہی میں ہے۔ خواجہ صاحب کا جیسا کہ
اصول کی تلقین فرماتی ہیں۔ چنانچہ دیکھو شعر ت پت پت پت پت

پہاڑی بہ بہ مرغان ازاں تیرن دارد	(اصول)	کہ استخوان خورد و طائرے نیاز آرد
----------------------------------	--------	----------------------------------

اسی مضمون ہے۔

ہم تو ان شکست دل و دستار خواہ	اگر خاں را بہ بہ منہ مل نہادہ اند
-------------------------------	-----------------------------------

(۹) ترجمہ۔ حافظہ حل گیا اور مجھ پر کس کا قصہ کا بیان۔ سپاہ کا سنگار بادشاہ کا تلوار کا تیز چمکا
یعنی میرا لشکر عشق سے حل گیا اور سلطان عشق کو شاید اس کی خبر ہی نہیں۔ اسی مضمون پر ہے۔

سو شقیم و سوزش بر کسو نام نہ شد	چوں چرخ غبار تبہ یاہر سیاہی سو شقیم
---------------------------------	-------------------------------------

امیر عینائی کا شعر ہے۔

امری خاک ہی لندی رہی تیرہ تری	رہیں چرخ غبار تبہ یاہر سیاہی تیرہ تری
-------------------------------	---------------------------------------

غزل (۳۰)

۱	سیا کہ راست متصور بادشاہ رسید	۱	نورین فتح و شہادت بہر و ماہ رسید
۲	حال بخت ز روی طفر نقاب اندخت	۲	کمال عدل لغیراد و او خواہ رسید
۳	سینہ زور خوش کنوں زند کہ ماہ آمد	۳	جہاں بکام دل کنوں رسید کہ ماہ رسید
۴	ز قاطعان طریق آن زمان شونہا ہمین	۴	تو اقل دل و دانش کہ مرور اہر رسید
۵	عزیز صبر بستم بر او راں غبور	۵	بقیہ جاہر آمد با وج ماہ رسید
۶	کجا ست صوفی و جال ختم ملحد شکل	۶	بگو بسوز کہ مہدی دین پناہ رسید
۷	صبا بگو کہ جہاں بر سرم در تن غم عشق	۷	دانش دل سوزاں و برق اہر رسید
۸	ز شوق روی تو جاناں بریں سرفراق	۸	سہاں رسید کنو آتش برگ کاہ رسید
(۹)	مرد و جواب کہ حافظ بیار گاہ بول	(۹)	

۱۵۱ | زور و سحر شریف و در سحر گاہ رسید (۱۶)

امیر تیمور نے شیراز پر لشکر کشی کی اور ملک قنبر کے شاہ یحییٰ نے امیر تیمور کی امداد کی خواہش کی۔ تیمور نے
اسی شیراز پر مسلط کر دیا۔ منصور نے جب یہ سنا کہ شاہ یحییٰ شیراز پر حکمران ہو گیا ہے۔ فوج لیکر شیراز پر چڑھا۔ یہ شاہ یحییٰ کو دست
دیکر خود شیراز کا حاکم بن گیا۔ خواجہ صاحب نے غزل اسی واقعہ پر لکھی ہے۔ دیکھو سنان الغیب اول صفحہ ۱۹۔ ۲۰ سوانحی خانہ
(۱) ترجمہ۔ اگے منصور بادشاہ کا جھنڈا پہنچ گیا۔ فتح و لشکر کی خوشخبری سو راج اور چاند تک پہنچ گئی۔

راست۔ علم شکر۔ لشکر کا قہنہ۔ دیات اسکی جمع ہے۔

(۲) ترجمہ۔ بخت کو جمال نے فتح کا چہرہ پہنچا دیا۔ کمال عدل (اعلیٰ درجہ کا انصاف) وادخواہ (فرمان کی پادشاہی)

(۳) آسمان اب چھاننا نہ لایا گیا۔ کیونکہ چاند نکل آیا جہاں اب اپنے دل کو مقصد کو پہنچ گیا۔ کیونکہ بادشاہ آگیا۔

(۴) ترجمہ۔ دل و دانش کو قافیہ اسوقت رانہ نوز سے محفوظ ہونے لگا۔ کہ مرد راہ پہنچ گیا۔

مرد راہ۔ محافظ۔ بہادر۔ دیر۔ کار دان کی حفاظت کرنیوالا۔ سید درود۔ دل و دانش کو قافیہ کو نفس امارہ اور

شیطان کی ہر فی سوجائی کیلئے رہبر اور سرشد کیف تر ہوتی ہے اس طرح قافلوں کو رہنروں کی پائی کیلئے ہی رہبر اور

مقظم بادشاہ کیف تر ہوتی ہے۔

(۵) ترجمہ۔ عزیز مصر بادشاہ جاسک کی خلاف مراد۔ کونیس کی گہرائی میں ٹکڑا چاند کی بلندی تک پہنچا۔

شہر مصر سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام جو آخر کار عزیز مصر ہوئے۔ یہاں یوسف نے انیس فرچاہ ملیں دیا تھا۔ گوندانی

انہیں بان بونکا کر ان بھائیوں کی خلاف منشاد خلا مراد عزیز مصر بنا دیا اس طرح منصور بادشاہ ہی اپنے رشتہ دانوں کی

خلاف مراد شاہ شیراز بن گیا۔ برغھم۔ علی الرغم الف۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعرت ہے

تعمیر۔ نتیجہ برور سے بخود بہت غیرت کرنیوالا۔ بہت رشک کرنیوالا۔ جاسد۔

تخا دل۔ ہمایوں بادشاہ کو شیر شاہ نے شکست دی۔ اور وہ ہندوستان سے بھاگ کر فارس میں چلا گیا۔ ہر چند اسے ہمایوں

سے کہا۔ مگر وہ اس کی مدد پر آمادہ نہ ہوئے۔ اور بر خلاف رہے۔ جب ایران سے فوج لیکر پھر ہندوستان میں چلائی گئی

اسوقت دیوان حافظ سے نال نکالی۔ یہی شعر نکلا۔ چنانچہ کابل اور قندھار سے لڑائیوں میں اسے پوند و نہایت نقصان لگ کر

اور مرزا کامران کو شکست فاش دی۔ اور ہندوستان پر چڑھا آیا۔

(۶) ترجمہ۔ دجال حشر اور محمد شکل صوفی کہاں ہے۔ اسکیو۔ کہ جل جائے۔ کیونکہ مہدی دین پناہ آگیا۔

دجال۔ بائیں آنکھ سے کانا ہو گا قیامت کو قریب مشرق کی طرف سے آگیا اور زمین کا قصد کیا۔ یہاں تک کہ مسیح

و کجی فرزندش بود گاه بیک فرزند سگات پیر میسند و در ده آخر کار شام میں کار کراک بود گاه اس کو پسر ایک باغ بهشت که طور پر اور کتبہ سنگ درخت کو غوندہ کی ہوگی۔ یہ کہا کہ وہ لوگوں سے اس کی خدائی کا اقرار کروانا چاہیگا مینافنی اور کافر کو کہہ کر میں جانیگا۔ مہدی آخر الزمان کو آنے کا یہی وہی وقت ہوگا۔

طالعہ۔ راہ حق سو برگشتہ ہوئی والا۔ از الحاد۔ صوفی سے مراد بیان صوفی، مکار اور زاهد یا کار ہے مطلب یہ کہ منظور کہ عہد میں یا کاری اور الحاد وغیرہ کی پہنچ کنی ہو جائیگی۔ یہ انسانی یوانوں میں دجال حتم کی کجا بجا لکیش (۷۱) ترجمہ۔ اے صبا بنا کہ میر سے بر اس غم عشق میں۔ دل سوزان کی آگ اور آہ کی کھلی کو تھک سکیا بکھلا (۸۱) ترجمہ۔ اے معشوق تیری چہرہ کی شوق میں اس سیر جگر کی وہی حالت ہوئی جو آگت کشاس کی تھی کی ہوئی یعنی میں جگر میں شوق دیدار کی آگ سے جل گیا۔

(۹) ترجمہ۔ نہ سو (نیند میں جا) کیونکہ حافظ بارگاہ قبول میں۔ آہی رات درد اور صبح کو دریں کو دریں سے پہنچا یعنی حافظ کو درد قبولیت اور اس طرح حاصل ہوا ہے کہ وہ شب بیدار اور صبح خیز ہے۔ تو ہی اگر یہ درد حاصل کرنا چاہتا ہے تو میری طرح شب بیدار ہی اور صبح خیز ہی اختیار کر۔ خواجہ صاحب ریاضت و مجاہدہ کی تعلیم دیر میں وہ خود فی الواقعہ صبح خیز تھی۔

غزل (۲۱)

۱	کہ تاب من بجایاں طرہ فلانی داد	۱	بہشت و دشت بیک گفت و خیرش نشانی داد
۲	درش بہ بست و تگید شبنم لستانی داد	۲	دلہم کہ خزن اسرار بود درت تننا
۳	بہو میانی لطف تو ام نشانی داد	۳	شکستہ وار بدر گاہت آدم کہ طیب
۴	شراب شاہد و ساقی کراز پانی داد	۴	سرو معالجہ خود کن ای نصیحت گوئی
۵	کہ دست داد و در ہشتاد و نوا تو لانی داد	۵	غش در دست دلش شاد باد خاطر خوش
۶	دیغ عاشق مسکین من کہ جانی داد	۶	کہ زشت بر من سکین دیار قبیان گفت

(۷) حزمینہ دل حافظ از کہ ہر اسرار
(۸) بہین عشق تو سرمایہ جہانی داد

(۱) ترجمہ - بخشش کل چول سیکھا اور کیا اچھا پتہ دیا کہ مجھ کو پھر و تاب ثلاث (مشتوق کی ذات و دنیا) یعنی بخشش کو سچ و تاب لےف معشوق کو سچ و تاب سے حاصل ہوا ہے یا بخشش زلف معشوق سے سچ و تاب میں ہے
 و چھپانے پر یہ رشک حدودہ بنا لگا آج (دوسرے) سبیل کو تیری لہف کا سیاہ و تاب تھا

اسی مضمون پر ہے۔

سنبل تباہ لہ سیستہ - گل سنا ز (ایک جلوہ نماں جمال بگلزار آمدہ)
 (۲) ترجمہ - میرا دل جو جھید و کھڑا نہ تھا - قہقارہ کی ہانپنہ اسکا دروازہ بند نہ کیا - دوسرے کی کٹی ایک مشتوق کے
 حوالے کر دی۔

یعنی میری دل کے خزاں میں از پر اب میرا کیا اختیار نہیں - چاہی مشتوق کو ہاتھ میں ہے۔
 مولانا سید حسین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ: *لَا تُقَرِّبُ لَكَ صَدْرُكَ* کی تفسیر میں خواجہ صاحب کا شعر لکھ کر شرب
 سراج کا مندرجہ ذیل واقعہ درج کیا ہے جو حدیث میں ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل
 نے مجھ تک پہنچا دیا۔ اور سینہ کی اوپر سے میری ناف تک میری جسم کو حیرا - حضرت میکائیل آتب مزہم کی ایک لٹکت لاسے
 اور میرے سینہ کو رگوں کو اور حلق کو اس پانی سے دھو دیا - حضرت جبرائیل نے میرا دل نکالا - اس حیرا اور ایک طلائی لٹکت
 سے حکمت و ایمان نکال کر میری دل میں بھر دیا۔ اور پھر اسوانی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر خاتم خدای میری دل پر بھر لگائی۔
 چنانچہ اس راحت اور لذت کا اثراب تک میری عروق و مفاصل میں موجود ہے۔

(۳) ترجمہ - میں تیری درگاہ میں کسے ہو کر آیا ہوں - کیونکہ طبیعت تیری لطف کی ہومیائی کا مجھ سے دیا -
 ہومیائی - ایک سیاہ رنگ کا نام ہے - دو قسم کی ہوتی ہے - ایک مصنوعی - دوسری قدرتی - مصنوعی
 ہومیائی کی ترکیب ساخت کے متعلق یہ روایت ہے کہ ایک سرخو اور سرخ مولنگ کو لیکر اسکی پرورش کرتے ہیں
 جب اس کی عمر تیس سال کا قریب ہو جاتی ہے تو ایک پتھر کا برتن بناتی ہیں - اسے شہد اور ادویہ سے بھر دیتے ہیں - اور اس
 جوان کو اس میں کھڑا کر کے برتن کا منہ بند کر دیتے ہیں - تاریخ اس پر لکھتے ہیں جب ایک شخص بچہ بن کر گذر جاتی ہے -
 اسکو کھاتے ہیں شہد اور وہ آدمی تمام ہومیائی ہو جاتا ہے - ہر عضو کی شکست کی اصلاح کیلئے دوا دے گا وہی عضو
 استعمال کرتے ہیں۔

قدرتی ہومیائی کے متعلق مشہور ہے کہ پارس کو مضافات میں یا می نام ایک ڈوں ہے اسکی نزدیک پہاڑ میں ایک تالاب
 ہے - ہر سال میں ایک دفعہ اس چھتہ میں جوش آتا ہے - اور اس کو کنارہ پر کوئی چیز عوم کی طرح منجمد ہو جاتی ہے

غزل (۲۲)

۱	سیرانه سرم عشق جوانی بسر افتاد	۱	واں از که در دین بهنم بدر افتاد
۲	از تر آه نظر مرغ دلم گشت هوا گیر	۲	ای دیده نظر کن که بدام که در افتاد
۳	درد که از آن آهوشکین سیه چشم	۳	چون نافه کسی خون دلم در حشر افتاد
۴	بار غم او عرض بر کس که نمودند	۴	عاجز شد و اس قریه بنام ز سر افتاد
۵	از مگر خاک سر کوی شما بود	۵	سرنافه که در دست نسیم سر افتاد
۶	مشرکان تو تا تیغ جهانگیر بر آورد	۶	بس کشته دل زنده که بر تیغ گر افتاد
۷	این باده که برورد که خار خرابات	۷	از بوی بهشتیش ز خود بخسب افتاد
۸	بس تجربه کردیم درین دار مکافات	۸	باد و کشان سر که در افتاد سر افتاد
۹	گر جان بدید سنگ سیه لعل نگرود	۹	باطینت اصلی چه کند بد گهر افتاد

حافظ که سر زلف تیان کشتن بود (۱۰)
 بس طره حرفیست کش اکنون سر افتاد (۱۰)

(۱) ترجمه - سیرانه سری میس ایک جوان کا عشق میر سر میس پیدا ہوا وہ راز جو میر دل میں چھپایا ہوا تھا حافظ
 (۲) ترجمه - آنکھوں کا راستہ سے میر دل کا پرندہ ہوا اگر تو ای آنکھ دیکھ کہ کس کو حال میں چھپنا ہے -
 ہوا اگر تو - یعنی آواز - نیز ہوا - یعنی شوق - عشق چونے معشوق کو دیکھو یہی پیدا ہوتا ہے - اسلئے کہا ہے کہ میر دل
 آنکھوں کا راستہ سے نکلتا ہے اگر گلیا ہے - مولف نے کہا ہے -

سری آنکھوں سے جو کہ آتش ہے وہی ہے
 اسی گوشہ نشینوں کی خلوت نشینوں میں
 (۳) ترجمہ - انوس کہ اس سیم مشکین آہوس - نافہ کی طرح بہت خون دل میری جگر میں پڑا -
 نافہ - مشک (کستوری) کی تھیلی جو ایک قسم کی ہرن کی نکلے ہے - کہتی ہیں کہ خون مجھ کو ہرن کی ناف میں پڑے
 ہوتا رہتا ہے جب تھیلی بھر جاتی ہے - تو ناف میں ایک قسم کی خارش پیدا ہو جاتی ہے - اسلئے ہرن درختوں اور پتھروں

سی اسنی نات کو گر گزتا ہے جس پر ناند الگ ہو کر گر پڑتا ہے۔ آہو مشکس۔ ناند۔ اور غن کی رعایت ظاہر
 (۱۴) ترجمہ۔ اس کو غم عشق کا پوچھ جسکے پیش کیا گیا۔ وہ عاجز ہوا اور قہر میکہ نام پھر شروع ہو گیا
 بعض پرانی قلمی دیوانوں میں ”بنام زمر افتاد کی بجائے بنام شب افتاد ہے۔ نمونہ کا ناغہ اعلیٰ مقام اقتضائے
 تشریح کیلئے دیکھو شعر دہم۔ جہاں اس مضمون پر انشاء الہ العزیز بالتفصیل بحث ہو گی۔

(۱۵) ترجمہ۔ تمہاری کوچہ کی خاک کی راہ ہو تھا۔ ہر ایک ناند جو نسیم سحر کی ہاتھ لگا۔
 مطلب یہ ہے کہ نسیم سحر کی پاس جتنی خوشبو ہے وہ تیری کوچہ کی خاک سے اڑا کر لائی ہے۔ یعنی دنیا میں جہد حسن
 و خوبی ہے۔ اسکا ماخذ محبوب حقیقی کا حسن ہے

عالم سودا ناند اس خال مشکوست	کیفہ ذراں شمیم ستار آمدہ
------------------------------	--------------------------

(۱۶) ترجمہ۔ تیرے دل کے سبب سونچ سہا گھر نکالی ہے بہت سی نندوں کے لئے مقبول ہیں جو ایک سر پر گر پڑیں۔
 یعنی تیری خوشبو کے گشتوں کی پشت پر لگاؤ ہے۔ گشتہ دل زندہ اس واسطے کہا کہ گشتہ ناز کا دل ہمیشہ زندہ رہتا
 گشتگان خجبر تسلیم را ہر زماں از عشق جان دہیات

(۱۷) ترجمہ۔ یہ شراب کس کسے کھینچی ہے کہ خرابات کا میفروش۔ اسکی ہشتی خوشبو سوازی آپ سے پھر ہو گیا
 ظاہر ہے کہ یہ شراب انگوٹھ نہیں شراب پودہ ہے یا شراب عشق۔ شراب عشق کا ساقی پہلے خود اسکی شراب سے
 مست ہوا۔ اور کائنات کو محم سے وجود میں لایا۔ کنت کز انھنی کی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھو شعر
 حضرت خواجہ حسین الدین اجمیری قدس سرہ کا شعر ہے۔

شاہی فرخیم صفا بر خاک تر ہو گیا	زار تن سرب عشق بر خاک تر ہو گیا
---------------------------------	---------------------------------

(۱۸) ترجمہ۔ ہم نے اس فرخیم کے کافات میں بیٹھ کر یہ کیا ہے کہ جو شخص درد کش ہے وہیں گرا دیتے ہیں
 دار مکافات۔ دنیا۔ عوض کا گھر۔ بدلہ کا مکان۔ سزا کی جگہ۔ چونکہ دنیا میں دھرم کا اجر ہوتا ہے اسلئے
 دار مکافات کہتی ہیں۔ مولانا روم فرماتی ہیں۔

گفت پیغمبر کہ اے طالب جوی	میں مکن با مہج مظلومے مری
---------------------------	---------------------------

درد انش سے مراد وہ لوگ لظاہر پر بر لفظ آ رہے ہیں۔ گرفت میں آ رہے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 وسلم فرماتی ہیں۔ ومن علای اللہ تعالیٰ ولیا فقد جازر اللہ بالمحاربة ان اللہ یحب الابرار
 الا لقیاء الاختیاء الخ۔ یعنی جس نے دشمنی کی یا خدا سے۔ پس تحقیق نکلا اللہ تعالیٰ کا دریدہ واسطی لڑائی کی

الہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ نیکوں پر پیر گلزاروں پوشیدہ حالوں کو۔
(۹) ترجمہ۔ اگر سنگ سیاہ جان ہی دیکھ تو لعل ہنسی سکنا۔ ذاتی طینت کو کیا کری اسکا اصل ہی یہ واقع ہوا ہے
اس مضمون پر شعر الف ۵ میں مفصل لکھا جا چکا ہے۔ نیز دیکھو شعر ت ۱۳ اعارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ہر سو کھنڈ تری تیت ناقابل	گریہ بر تر نہی از خلق چنان مہدی اثر
سیر و خرم نہ شود از غم باران ہرگز	خار خشک کہ نشانی لبزدیو اثر

سنتیخ آذری کا شعری

ز ہمار آذری ز کجاں راستی محو	نتوان نمود راست و رفت حمید را
------------------------------	-------------------------------

(۱۰) ترجمہ۔ حافظ جبکہ دست کش معشوقوں کی زلف کا راتیا۔ ایک بختیج حریف جس کا اس کا دایرہ ہوا
دست کش۔ وہ چیز جو ہاتھ کی مالش سے فرو ہو گئی ہو۔ تھکے۔ مضبوط ہاتھ سے کھینچنے کی تیز۔ وغیرہ وغیرہ۔
مطلب یہ کہ حافظ ہمیشہ معشوقوں کی زلفوں کو اپنا دستکش بنا کر رکھتا تھا البتہ معشوق پر عاشق ہوا ہے و غضب
کا حریف ہر ایک بلا ہر ہکی زلف سے دست درازی کرنا آسان کام نہیں۔

نخل (۲۳)

۱	برید باد صباد و شمشاد آگہی آورد	کہ روز محنت و غم رو بگو تہی آورد
۲	بمیل بان صبحی و ہم جامہ پاک	بدین فیکہ باد سحر ہی آورد
۳	نہ زلف تو شد خضر را ہم اند عشق	ز ہی ریشم کہ ختم بہم ہی آورد
۴	بیابا کہ تو جو بہشت را خوان	دریں حیات برای دل شہی آورد
۵	بخیر خاطر ما گوش کایں گاہ نمند	بہی شکست کہ بر انسر ہی آورد
۶	چہ نالہ ہالہ رسید از دلم بجز گاہ	چو یاد عارض آن ماہ سرگہی آورد

رساند رایت منصور بر فلک حافظ

(۶)

چو التاج بجناب شہنشاہی آورد

(۷)

منصور بادشاہ نے شاہ بھی لکھ کر خوشگست دیکر شیراز پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ خواجہ صاحب نے اسی واقعہ کی متعلق یہ غزل بھی کہی ہے۔ دیکھو تمہیدی نوٹ غزل ۱۳۱ ردیف نہا

(۱) ترجمہ۔ بادشاہ کا قاصد کل میر پاس نہیں لایا کہ محنت و محم کا ورنہ اب رو بھی ہو (گھٹتا جاتا ہے)۔

(۲) ترجمہ۔ ہم مطربان صبحی (شراب صبح) کو اپنا جامہ پاک (خرقہ نقوی) دینا اس غزلی کو جو خود بادشاہ یعنی خرقہ نقوی دزدہ کو رہن شراب عشق کرینگے۔ کیونکہ ہمیں کا روبا عشق میں اب کشائش کی خوشخبری دینی ہو

(۳) ترجمہ۔ تیری زلف کی خوشبو عشق میں میری خضر راہ (پہر) بنی۔ بہت چہا فریق ہو میری بخت و میری عمر کیا۔ یعنی تیرا لطف میرا ہنسا ہوا اب نازل عشق کو بحیرت طح کر سکو گا۔ زہے قسمت!

(۴) ترجمہ۔ آہ کہ تجھے حبیبی جو بہشت کو رضواں۔ اس جہاں میں بندہ کو دل کی لالہ لایا۔

رہی۔ جسے تین الفتح اول دگر شامی۔ غلام۔ عبد۔ بندہ۔

رضوان یعنی موکل بہشت۔ تجھے جو رہی نژاد کو بہشت کو نکال کر دنیا میں مگر لایا۔ اسلم میر پاس آ جا۔

تو نہ دیا۔ سب ہو مومن ہو۔ چھینید۔ دنیا میں دوزخ کی

ابن سخن میں کیا مصرعہ اس طرح ہے۔ ”بیابا کہ طہور بہشت را رضواں“ اس مصرعہ میں طہور سے مراد شراب طہور ہوگی۔

(۵) ترجمہ۔ ہمارے دل کی ساتھیہ کی گزشتہ کر ایسے کی ٹوٹی زبانی تاج کو بہت کستیدی میں۔

کلاہ مند سے مراد وہ مند سی ٹوٹی ہوئے قلندر۔ رند درویش لوگ استعمال کرتے ہیں ظاہر ہے کہ روشنی کی خاطر داری خرد سے بادشاہ پر درویشوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر کئی بادشاہ کی کئی درویشوں کو ستایا تو ہمیشہ یہی نتیجہ ہوا کہ وہ اذلیل و خوار ہوا۔

مولانا روم فرماتی ہیں

نادولہ خدا ناڈہ بدرد	بہج قومی را خدا رسوا نہ کرد
----------------------	-----------------------------

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر درج بالا اور شعر ت ۵۔ کلاہ مند کی خدا کی گھر میں بڑی قیمت کا

حکایت۔ کہ ایک روز شیخ احمد جامی ایک درخت کی نیچے بیٹھو تو۔ اور بندہ کی ٹوٹی سوتیلی

فرمان رب العزت ہوا۔ کہ اے احمد تو کلاہ مند فروخت کر لگا بہ شیخ کی جوابدہ کہ خدا تیری پاسل سوتیلی کی قیمت

ہے۔ جو خرید لگا۔ فرمان باری پاک اے احمد جو کچھ تو مانگیگا دوں گا شیخ کی جوابدہ کہ اگر تو دنیا اور عاقبت کے تو

میں غی کی کوئی نہیں لوں گا۔ اور تو خود پہلے ہی میرا ہے۔ اور تیری پاس کیا ہے۔ جو دینا۔

تسلیف۔ صاحب گلین معرفت نے اس شعر کا اس طرح ترجمہ کیا ہے ”ہماری خاطر کی ساتھیہ کی گزشتہ کر

کہ یہ نمونہ کی خوبی بہت پہلے گئی ہو کہ جو تاج شاہی کبھی جاتی تھی
(۱۶) ترجمہ - کشتہ رنایے سرخ و سبز چاند کی منزل تک پہنچی - جب مجھ کو اسانہ خرگاہ کی دعا عرض دے -
خرگاہ بالکسر - خوشی کی گاہ - کیونکہ خرگاہ زبان بولی معنی خوشی پر مجاز خرگاہ معنی خیمہ استعین ہوتا ہے - کیونکہ خیمہ بھی
خوشی کی گاہ ہے یہاں قاطع میں لکھا ہے - کہ اصل میں لفظ خرگاہ بفتح ہے خرگاہ کی کلان (مثلاً خرگاہ وغیرہ) خرگاہ معنی خیمہ کلان
خرگاہ بالکسر اس واسطے کہ اشتراک معنی خمار لکھا ہے کہ بہت پیدا نہ ہو - واللہ اعلم بالصواب
خرگاہ معنی برج سلطان جو خانہ ناہ ہے کہ خرگاہ معنی ماہ مراد لیتے ہیں (غیات اللغات)
ماہ خرگاہ یعنی ماہ پر دہ نشین - ماہ خوش منزل معشوق - خرگاہ ماہ اور ماہ خرگاہی معنی تدبیر و تاضیر لطیف ہے -
(۱۷) ترجمہ - حافظی منصور بادشاہ کی جھنڈی کو آسمان پر پہنچایا - جب شہنشاہی ربار علی التجا کی -
یعنی حافظی بارگاہ رب العزت مد عا و التجا کی تو منصور بادشاہ کا جھنڈا آسمان پر پہنچا -
منصور کی فتح شہیر از کو اپنی دعا سے منسوب کرتی ہیں -

غزل (۱۲)

۱	بگوئی مسکدہ یا رب سحر مشغلہ بود	کہ جو شش شاہد و ساتی و شمع و مشعلہ بود
۲	حدیث عشق کہ از حرف و صوب مستغنیست	بنالہ دلف و دنی در خروش و ولولہ بود
۳	مسیحتی کہ در ان حلقہ جنوں نہ رفت	در امی مدرسہ قلیل قال و مسئلہ بود
۴	دل از کرشمہ ساقی بشکر بود و قلی	ز نامساعدت بختش اند کی گلہ بود
۵	قیاس کردم از ان چشم جاد و دایہ مست	ز ارسا حریوں سامرش در گلہ بود
۶	بگفتش بلہم کہ سہ تو انت کن	بجندہ گفت گیت با من این معاملہ بود
۷	را خرم نظر سعد در رہ است کہ دوش	میان ماہ در رخ یار من مقتابلہ بود

(۸) وہاں یار کہ در مان در و حافظان
(۸) نغان کہ وقت ہر وقت چہ رنگ وصلہ بود

خلاف معمول شعر انجاء صاحب کی غزلوں میں اکثر مسلسل مضمون پایا جاتا ہے۔ اس غزل کا مضمون یہی مسلسل ہے۔ اور ایک خاص نیم طری کا نقشہ کینچا گیا ہے۔ ساقی و شاہد و شمع موجود ہیں مطرب و دل و سو قصہ ہا عشق بیان کر رہا ہے مضامین عشق پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ مگر یہ نیکو اصول منطق و فلسفہ کی پابند نہیں ہیں معشوق کی حقیقت جادو عاشقوں پر بکھر کر رہی ہے۔ عاشق ایک بوسہ کی طلب کرتا ہے جواب دیتا ہے کہ ہمارا تمہارا یہ لین دین کب سے ہے؟ (۱) ترجمہ۔ اے خدا کو چہ میکدہ میں صبح کی وقت کیا شغل تھا کہ شاہد و ساقی۔ شمع و مشعل کا جو شمع تھا۔ مشعل۔ بالقع و بالکسر بمعنی مشعل مشہور ہے عموماً حلبہ ہاؤ مطرب میں روشنی کیلئے لکڑی کی گدی کو تیل میں تھک کر یا بنوں میں ڈال کر آگ لگاتے ہیں۔

(۲) ترجمہ۔ عشق کی حکایت جو حرف اور آواز سے مستغنی ہے۔ دن اور رات کو آواز سے شور اور دلولہ میں یہی مطلب یہ ہے۔ کہ قصہ ہاؤ عشق بیان کو محتاج نہیں۔

گرچہ تفسیر زبان روشن گراست	لیک عشق بے زبان روشن گراست
----------------------------	----------------------------

نیم بار بعد جب چاہے علیحدہ بھی عشق کو راز و نیاز بیان ہو سکتا ہے۔ لکھنوں میں ہی ساری حکایتیں اور قصوں کے بیان میں نیم میں مطرب ہی موجود تھا۔ اور دف و دل و سو قصہ ہا عشق بیان کر رہا تھا جس سے مجلس میں در زیادہ خوش و خروش پیدا ہو گیا۔

(۳) ترجمہ۔ جو مباحث اس نیم جنوں میں تو ہیں وہ مدرسہ اور قیل و قال اور سہ (۱) اصولوں سے باہر تو ہیں۔ ظاہر ہے کہ عشق کے مضامین پر مباحث منطق اور فلسفہ کے قواعد کو ماتحت نہیں کرتے۔ ایسی بحث میں حجت اور دلیل کا کچھ کام نہیں۔ یہ علم لکھی ہے۔ چون در چہ کی سہیں گنجائش نہیں۔

رموز علم ادب سے بود ذوقی نہ تملیسی	چہ دانند ذوق اعلیٰ رموز علم الاسما
------------------------------------	------------------------------------

عشق ایک جنون ہے عقل و دانش کے اصول اور قواعد و ہاں حاوی نہیں۔ لفصل کیلئے دیکھو شعر تے اور تے (۴) ترجمہ۔ دل ساقی کو کرشمہ کا شکر گزار تھا۔ لیکن نجات کی ناموافق ہونے کا اس کی کچھ گلہ تھا۔ یعنی ساقی موجود تھا۔ اور دل اس کے بازو ادا کا شکر گزار تھا۔ ہم نیم ہوں کیا شکر یہ ادا کرتا تھا۔ لیکن یہ نصیبی ہو گلہ تھا۔ کہ بوسہ دکنار سے محروم رہا شکر یہ معشوق کا ہے اور گلہ نجات کے طریق ادب سے دیکھو شعر تے (۵) ترجمہ۔ میں نے مسرت جادو گر آنکھ سے قیاس کیا کہ سامری جیہ ہزار جادو گر اسے تنگی تو (عاجز آگے توی) یا اس کے گلہ میرے تے (اس کو پیر و توی)

سامری - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وقت کا ایک شہو جادوگر شہر سامرہ کی رہتا تھا۔ سورہ انف میں اس کی جادوگری کا قصہ ہے۔ **وَ اتَّخَذَ قَوْمٌ صُورًا مِّنْ نَّحْسٍ مِّنْ جِلْدِ بَعِیْرٍ لَّہُمْ قُوٰةٌ وَّ اِیْمَانٌ قَوْمٌ** موسیٰ نے ان کی جانیکی لہجہ قبطیوں کی زبوری ایک گوسالہ بنایا۔ ایک صم تھا جس کی گائے کی آواز آتی تھی۔ یہ گوسالہ سامری نے تیار کیا تھا قبطیوں کے سونے چاندی کی زبوری جو بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے عاریت لے ہوئی تھی۔ یہ تمام زیور حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم سے سامری کے پاس منت کی طور پر جمع ہو گئے۔ سامری نے زبوری عین ہر تھا جسے تمام زیوروں سے ایک گوسالہ کی شکل بنائی جو بے روح تھی۔ سامری نے ایک دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام کو گھوڑی پر سوار دیکھا تھا۔ اس گھوڑی کو حکم کی بجائے اس کی گائے کی آواز آتی تھی جب گوسالہ کو سامری نے قاتلے لٹکانا۔ اس کے منہ میں خاک میں سے کچھ مٹی ڈال دی۔ خدا تعالیٰ نے اس گوسالہ کو زندہ کر دیا اور وہ زندہ گوسالہ کی طرح آواز کرنے لگا۔ اس عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ اس گوسالہ کی آواز سنکر بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ سر بہ سجود ہو گئے اور اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام منصرف ہو کر گھر آئے۔ شعر کا مطلب یہ کہ سامری جیسے ہزار سالہ حریص معشوق کی چشم جادوگر کے جادو سے عاجز ہیں ظاہر ہے کہ سامری کی جادوگری کا اثر عارضی تھا اور آخر کار حقیقت بالکل پر غالب آگئی۔

(۱۶) ترجمہ - میں نے اسی کہا۔ کہ میری لب کو ایک بوسہ حوالہ کر (دے) مہن کر جو اب یا کہ تیرا میرا قسم کا لہجہ تھا یعنی بوسہ نہ دیا اور یہ کہد یا کہ جاؤ ہمارے تمہاری درمیان بوسہ لینو دینا کا کوئی لین دین نہیں۔

(۱۷) ترجمہ - میرے غنیمت نظر سعد راہ میں ہے۔ کیونکہ کل - چاند اور میرے معشوق کا چہرہ کو درمیان قابل تھا۔ اصل میں نجوم میں سورج کو ہفت کو اکب سیارہ میں سے دو سیاروں کے ایک ہی برج میں یک دھڑے ایک دقیقہ میں کجا ہونے کو قرآن کہتے ہیں اور بعض قرآن سعد ہیں مثلاً زہرہ کا مشتری کے ساتھ قرآن - چاند کا زہرہ کے ساتھ قرآن اور مشتری کا چاند کے ساتھ قرآن - مولود کو ہی میں ہر ایک کام کرنے کے لئے تینوں قرآن بہت نیک - مبارک ہیں

شعر کا مطلب یہ کہ حسب طرح چاند - زہرہ مشتری کو باہم قرآن مبارک کی تمہارا قرآن نیک بختی اور خوش نصیبی کی امید جاتی ہے اسی طرح میرے معشوق کا چہرہ جو زہرہ اور مشتری کی طرح مبارک ہے چاند کے ساتھ مل ہوا ہے یعنی قرآن سعد ہوا ہے۔ اس لئے جو نیک بختی کی امید ہو گئی۔ نظر سعد در رہ است سے ملو سعد کی امید۔

(۱۸) ترجمہ - معشوق کا دہن جو پاس حافظہ کو درو کا علاج تھا۔ افسوس کہ موت کی وقت کتنا تنگ حوصلہ نکلا۔

حاصل شد - پوید - پرند جانوروں کا معادہ جو خلق کی کچھ ہوتا ہے جس میں وہ جمع کر لیتے ہیں - یعنی انہوں نے درجہ بہت
تخل - برداشت - درہن معشوق یوں ہی تنگ ہوتا ہے اور مردوت کو قوت یعنی بوسہ کی التجا پر تو تکرر حاصل
ہی ہو جاتا ہے - یعنی بوسہ دینے میں فیاضی نہیں کرتا - بلکہ بڑی بخیلی نظر کرتا ہے -

غزل (۲۵)

۱	بہری خوش تو ہر نہر باد چھوٹا ہوا	۱	بہری خوش تو ہر نہر باد چھوٹا ہوا
۲	انیش نہراں خود دل حق گذار میں	۲	انیش نہراں خود دل حق گذار میں
۳	ای شاہ حسن چشم سالک افکن	۳	ای شاہ حسن چشم سالک افکن
۴	خوش مسکین بادہ مسکین شام جان	۴	خوش مسکین بادہ مسکین شام جان
۵	سیر خدا کہ عارف سالک کی گفت	۵	سیر خدا کہ عارف سالک کی گفت
۶	بادہ زیر قرقم نہ امروز می شیم	۶	بادہ زیر قرقم نہ امروز می شیم
۷	یار کجاست محرم رازی کہ کیستان	۷	یار کجاست محرم رازی کہ کیستان
۸	ما می بیایک جنگ امروز می شیم	۸	ما می بیایک جنگ امروز می شیم
۹	ساقی سا کہ عشق ندا سگد بلند	۹	ساقی سا کہ عشق ندا سگد بلند
۱۰	مخروم گزشتہم ز سر کوی او چہ شد	۱۰	مخروم گزشتہم ز سر کوی او چہ شد
۱۱	پسند حکیمین صوابست و محض خیر	۱۱	پسند حکیمین صوابست و محض خیر

(۱۲) حافظ و خلیفہ تو دعا گفتن ست و لبس (۱۳)
در بند کہ مباحش کنشید باشند

(۱) ترجمہ - جس کسی تیری خوشبو باد صبا ہو گئی - یا آشناسی آشنائی بات سنی
باد صبا معشوق کی زلف عنبرین ہو خوشبو مشام عاشق تک لاتی ہے اسی طرح عارف سالک معشوق حقیقی کو
نفحات سے عشاق کی مشام جان کو محط کرتا ہے - یا آشناسی مراد عارف سالک (باد صبا) آشناسی مراد محبوب
(۲) ترجمہ - میر حق گذار دل کو لائق و سزاوار نہ تھا - کہ ابھی نگہ سار اس تھانہ سے باقی نہیں -

حق گزار۔ حق اور کفریہ والا۔

(۳) ترجمہ۔ اے جن کو بادشاہ فقیر کو حال نظر کر۔ کیونکہ اس کان۔ نے شاید گدگدائی بہت حکایتیں سنی ہیں۔ یعنی میں نے بادشاہوں کے فقیروں پر نظر عنایت فرمائی کی بہت حکایتیں سنی ہیں تو یہی قلیح حسن کا بادشاہ ہے۔ اور بیشک سوئے عشق کا گداگر۔ میری حال پر رحم فرما۔ یا یہ کہ میں نے ہزار بادشاہوں اور گداؤں کی حکایتیں سنی ہیں۔ جواب نہیں رہا۔ اسلوا بقت ہے۔ میرے حال پر مہربانی فرماتے

(۴) ترجمہ۔ میں نے مشام جان کو شراب نوش بودار سے خوش کرتا ہوں کیونکہ اس نے عباد نگاہ کو خرقہ پوش سوریائی کو سونگھی ہے

یعنی زائد ان ظاہر دار کی ریا کاریاں دیکھ کر میرا دل پیچیدہ ہو گیا ہے اب اس شراب سے زندہ و خوش کر رہا ہوں مطلب یہ کہ ریا کاری سے شراب خواری اچھی ہے۔ یا نہ ہر شک سے درد عشق بدرجہا افضل ہے۔

(۵) ترجمہ۔ خدا کا راز جو عارف سالک نے کسی کو نہ بتایا۔ حیران ہوں کہ بادہ فروش نے کہاں سے لیا مطلب یہ کہ معرفت الہی کو اسرار جو صرف نبیوں کو بتائے گا وہ ان رندان خراب کو کس طرح معلوم ہو گئے۔ اس شعر میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو اجمالاً بیان ہی کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ معراج کی رات حضرت کردگار جل قدر نے دستبراز کلمات اسرار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظاہر کروا دے فرمایا کہ ان میں سے چھٹھ ہزار کلمات آپ یا ران اخیار اور اصحاب برابر پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ مگر پانچ ہزار کلمات پوشیدہ رکھنے چاہئیں اور خواص تک کہ یہی ان کا علم نہیں ہو نا چاہا حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چھٹھ ہزار اسرار میں بعض اسرار اپنے صحابہ کرام کو بتا دیے اور قریباً دس ہزار انہی اسرار میں سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بتائے۔ مگر ان باقی پانچ ہزار کلمات میں سے کسی نے کسی شخص کو بھی نہ دیا لیکن حضرت سناہ طائفہ اخوان الصفا اور یاران وفا کی پاس گزری اور وہ راز جو کسی نے ظاہر نہیں کیا تو ان رندان مجذوب و شہید ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسا تم کو کس نے بتایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے آپ کو بتایا اور پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔ اسی کو بھی کسی فرشتہ یا رسول کی دستگیر نہ رہا بتا دی ہے۔ حضرت رسول کریم صلی علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے قریب قبول کو دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔

شرح ثنوی مولانا روم علیہ السلام واقعہ درجہ و بان لکھا ہے کہ خواجہ صاحب اس شعر میں ہی اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا روم کے مندرجہ ذیل اشعار کی شرح میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

حرف و صوت و گفت و گو زخم آندے کر آدمش کردم نہاں آندے را کہ نگھم با خلسیل آندے کر دے مسیحا دم نزد	تاکہ بے این سر سہ با قدم زخم باتو گویم اے تو اسرار جہاں واں دے را کہ انداز صبر شیل حق ز غیرت نیز بے ماحم نزد
---	---

اس شعر میں ہی اس فقرہ و مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

جو شہبہ ہوئی ہندیاں تازہ دن کو سنیں با سیریاں لسان الغیب کی اس شعر پر لسان الغیب نے یہی مخصوص جزئیں حسب ذیل تفسیر کی ہے۔	ساکت نے زباں سے کہیہ نہ کہا مجھ کو پکا راغب بنا
---	---

میں نے کہا یہ اپنی خیالی خضر سے آج ہر کام پر جو طاعت حق سے الگ پڑا باں انتشار و جہل کی تکمیل ہو گی جب	بتلاؤ اس دوش ہو ترقی کی کیا امید ہوتے رہو گے مرکز قومی و تم بعید ہو جاؤ گے تان کلیسا کو تم مرید
---	---

شائد کہ دعا ہی تمہارا ہی بس ہے حیرت سے مجھ کو دیکھ کر اس خضر نے کہا ستر ازل کے سیرغاں یا کسی نہ گفت	ہر چند اسی پر عظم کر پردے میں پلید حافظ کا ایک شعر جو معنی کو تھا مفید در حیرت کہ باد فروش از کجا شنید
---	--

ترجمہ صاحب لسان الغیب نے اس شعر میں ان دونوں خرابیوں کے قریب قریب اسرار الہی بلا واسطہ ان تک پہنچے ہیں۔

(۲) ترجمہ سیم کی طرف توجہ فرمائیے کہ یہ شعر بے شرب نہیں چھپائی۔ سود فہمیر سیکھ لے یہ داتا سنا ہے۔

اس شعر میں صاحب نے زباناں پر یا کاس کو چپ کر لینی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی یہ لوگ کہہ بظاہر بڑی پرہیز گاراوی

منفی ہیں مگر در پردہ کئی ممنوعات کا استعمال کرتے ہیں۔

لو غلط کتاب و غلط لہجہ تو کس ہوا	بوتل شراب کی ہی تو نہاں اہل عرب
----------------------------------	---------------------------------

اس شعر میں مجھ نے اے خدا مجھ سے راز کہاں ہے کہ تہواری کیلئے۔ دل بیان کرے کہ اس نے کیا دیکھا اور کیا سنا

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر حضرت سیدنا محمد راز کی سوا اور کوئی شخص راز کی بات نہیں کہہ سکتا

جو ماہر انسان پر نہ گذرا ہو اس کی تحقیق بیان کر لیں اس پر واضح نہیں ہو سکتی یہ شیخ مسعود علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

اے تنگ دراز سب سے بڑی شائق	باں نتوان گفت کہ بیدار نہ باشد
----------------------------	--------------------------------

مرغان محسن المی باشد و شونے	کام مرغ نہ داند کہ گرفتار نہ باشد
امیر مینائی کا شعر ہے۔	
کب ز ابدوں کو سئلہ عشق کا ہے مجھ	ماجر مومن پر راز کی کیا گفتگو کریں
<p>(۸) ترجمہ۔ ہم باہر چنگ کے ساتھ شراب صرف تاج ہی نہیں تیرے ہوتے ہیں کہ بندہ پر خدایا و از سنی یعنی ہم آج موفور نہیں ہوئے روز ازل ہی شراب عشق سے مست چلا آئیں۔ خواہ معین الدین چمیری فرمائیے</p>	
عاشق و مست من از درالستہ ام	عقل و ہشیاری خود امر محال دیدم
<p>اسی مضمون کیلئے دیکھتے ہیں اور مقابلہ کیلئے دیکھتے ہیں غزل ہذا۔ (۹) ترجمہ۔ اے ساتی اگر عشق تیرا بلند کرتا ہے کہ جس نے ہمارا قصید بیان کیا اس نے ہم سے ہی سنا۔ یعنی جو شخص حدیث عشق بیان کرتا ہے اس پر علم ہو گیا کہ تا بلکہ وہ تمام باتیں جو عشق کی ہی بتائی ہوئی ہیں۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔</p>	
<p>ہر چہ گویم عشق را شرح و بیان گر یہ نصیر زبان روشن گرسنت چون علم اندر نوشتن و شتافت چون سخن در وصف این حالت رسید عقل در شر حش چون در گل نجفت آفتاب آمد دلیل آفتاب</p>	<p>چون عشق احم نخل با شتم از ان لیک عشق بے زبان روشن گرسنت چون عشق آمد قلم بر خود شکافت ہم قلم شکست دہم کاغذ درید شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت گر ولایت باید از دے رو متاب</p>
(۱۰) ترجمہ۔ اگر میں اس کو چاہوں تو کس کو روک دوں۔ زمانہ کو باغ سے اور کسے وفا کی بوجہ نہ چھوٹی۔	
ریاض دہریہ میں پونے نو رنگ رنگ کے پھول	وفا کی جس طرح بوجہ کی نہیں ملتی
<p>یہ شعر مردجہ مطبوعہ دیوانوں میں نہیں دیکھا گیا ایک پرانی قلمی دیوان میں ہے اس قلمی نسخہ میں الحاق ہو یا بصوت دیگر مطبوعہ دیوانوں میں کتابت کی غلطی سے درج نہ ہو سکا ہو۔ وانا اعلم (۱۱) ترجمہ۔ حکیم کی نصیحت بالکل درست اور محض نیکوئی پر مشتمل ہے خوش نصیب ہوا کسی کو جو کائنات سے حکیم۔ وانا۔ راست کار۔ خداوند۔ ماہر حکمت۔ حکمت ایک علم کا نام ہے جس میں شایع ہو جو ذات خارجیہ کو احوال پر نفس الامر میں مطابقت نشیری کے مطابق بحث ہوتی ہے اس علم کی تین قسمیں ہیں (۱) طبیعی (۲) ریاضی (۳) انسانی</p>	

بعض محققین کے نزدیک حکمت کی دو قسمیں ہیں اول حکمت علمی یا حکمت نظری دوسری حکمت عملی۔
 حکمت علمی کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) علم مابعد الطبیعیات۔ (۲) علم ریاضی (۳) علم طبیعی۔
 علم مابعد الطبیعیات کو دو اصول ہیں (۱) علم الہی (۲) علم فلسفہ اور کئی فروعیات ہیں۔
 علم ریاضی کے تین اصول ہیں۔ علم ہندسہ (۱) علم موسیقی (۲) علم عدد اور کئی فروعیات ہیں۔
 علم طبیعی کا آئینہ اصول ہیں (۱) سماع طبیعی (۲) سماع عالم (۳) علم کون و فساد (۴) علم آثار علوی۔
 (۵) علم متکون (۶) علم نباتات (۷) علم حیوانات (۸) علم نفس علم طب بھی اس علم کی فروعیات سے ہے۔
 حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں (۱) تہذیب اخلاق (۲) تعمیر منازل (۳) سیاست مدن۔ طباق حکمت
 سے ایک فرع ہے۔ حکمت جمیع علوم کا نام ہے اس میں حکیم اور طبیب کو مترادف نہیں سمجھنا چاہیو۔
 (۱۲) ترجمہ۔ اے حافظ تیرا وطنہ (ورد) دعا کرتا ہوں اور بس۔ اس کرم میں رہ کہ (خدا کی) دعا (کسی سے) ملے
 سنی۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارا کام بس یہ ہے کہ ہم بارگاہ الہی میں دعا کرتے رہیں اور حقیقی المقدور اپنے اعمال و افعال
 کو حدود و ثغیرات کے اندر رکھیں۔ قبول کرنا یا نہ کرنا یہ خدا کو اختیار ہے ہمیں اس کا فکر نہیں کرنا چاہیو۔
 خواجہ صاحب کا یہ شعر مشہور ترین فارسی اشعار میں سے ہے۔ اور اکثر تقریر و تحریر میں استعمال ہوتا ہے۔ ایشیائی کا
 ملکہ ملنے سے بھی کیا کام ہے جو کام جب تک کہ دم میں دم ہو کر ہی ہو کر
 عیدری تبریزی نے اسی شعر پر قطعہ ذیل تصنیف کیا ہے

در لوح بادشاہ سخن سنج ملک مند	لکھنؤ قصیدہ کہ پسندید ہر کہ دید
اما چو روزگار مددگار من نبود	ز ان شاخ گل ساو دلم غار غم خلید
نشید شہادۃ کشتہ سحر دمن	نکشود فضل آرزوئی من ازین کلید
بودم ز آب دیدہ تر غرق بحر غم	کز غیب این تہمانہ بگوش دلم رسید
حافظ وطنیہ تو دعا گفتن است ولس	در بند آن مہمانش کہ نشید باشندید

کبریا شہادۃ کشتہ سحر دمن نشید شہادۃ کشتہ سحر دمن نشید شہادۃ کشتہ سحر دمن نشید شہادۃ کشتہ سحر دمن

غزل (۲۶)

بر سر آغم کہ گززد دست بر آید | دست بکاری زخم کہ قصہ سر آید

۱	منظر دل نیست جای صحبت اغیار	۱	دیو چو سروس در دفرشته در آید
۲	صحبت حکام ظلمت شب یلداست	۲	نور خورشید خواہ کو کہ بر آید
۳	بر درار باب بے مروت دنیا	۳	چند نشین کہ خواہ کی بدر آید
۴	بگذرازیں روزگار تلخ تر از زہر	۴	بار در روزگار چوں شکر آید
۵	صالح و طالح متاع خویش نمودند	۵	تا کہ قبول افتد وجہ در نظر آید
۶	بلبل عاشق تو عمر خواہ کہ آید	۶	باغ شود سبز و سرخ گل بدر آید
۷	صبر و طفر ہر دو دوستان قدیم اند	۷	بر اثر صبر و طفت کف آید

غفلت حافظ دریں سراغ نیست

(۹)

بر کہ بچسانہ رفت بخیب آید

(۹)

(۱) ترجمہ - ار جہاں میں ہوں کہ اگر ہو سکے۔ تو ایسا کام کو ہاتھ لگاؤں اور شروع کروں کہ عہد دور ہو۔
 غصہ - بالضم و تشدید یعنی اندوہ گلوگیر۔ مجازاً بمعنی مطلق خشم و قہر۔ در اصل لفظ غصہ ہی مراد وہ
 خشم ہی جو کسی کو خوف سے ضبط کیا جائے اور اسکا اظہار نہ ہو سکی یعنی تہذیب شدہ جان پرورش۔ بیجا و
 الم مصیبت۔ شعر کا مطلب یہ کہ اب میرا ارادہ ہے کہ کوئی ایسا کام شروع کروں جسکی برکت سے بیخ
 و غم اور مصائب نیاں و نجات پاؤں یعنی عشق اختیار کروں تاکہ دنیاوی حوادث کا اثر نہ محفوظ ہو جاؤں۔

عشق میری دردم و امید کہ اس فن تہذیب

چوں نہ رہا ہوں اگر موجب حرام نہ شود

(۲) ترجمہ - دل کا منظر غیر کی صحبت کی جگہ نہیں ہے شیطان جیسا کہ کل جاتا ہے تو فرشتہ اند آتا ہے۔
 منظر - بالغ و ظاہر معجبہ متوجع جائے نظر (۱) چشم - کیونکہ آنکھ بصیر کو پیدا ہونے کی جگہ ہے (۲) چہرہ و رو کیونکہ اکثر
 نظر چہرہ پر پڑتی ہے (۳) دریکہ جو سر ہام ہو کیونکہ وہاں نگہ کر چاروں طرف کا نظارہ کیا جاتا ہے۔
 مطلب یہ کہ دل کو خیال غیر سے خالی رکھنا چاہیے۔ تاکہ حال محبوب منظر دل سے نظر آئے۔ جہاں طبع ہو وہاں فرشتہ
 کا کیا کام۔ اسی طرح جہاں باسوا اللہ کا خیال ہو گا۔ وہاں خدا کا خیال کس طرح ہو سکتا ہے۔
 حکایت کہتے ہیں کہ ایک بریدہ رسول پیغمبر کی خدمت کرتا رہا اور کسی کیے حاصل نہ ہوا۔ آخر ایک روز تنگ
 آکر سر کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! مجھے اتنی مدت ہوئی کہ میں اپنے آپ کو عبت میں نہ رہا حال ہیچ کچھ حاصل

کہ کیا۔ مجھ پر اس قدر معرفت ہو کہ کبھی ان کی تعلیم فرمائیں۔ تاکہ تو میری معرفت ہی منظر دل کو روشن کروں میرا صاحب ایک برتن کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ دیکھو اسمیں کیا ہے۔ طالب نے برتن سے سر پونٹ اٹھا کر دیکھا۔ چند دم میں پوچھ کر کہا کہ حضرت اسمیں درم ہیں پیرانہوں نے ایک بار برتن کی طرف اشارہ کیا اس دیکھ کر میرے کہا کہ جناب اسمیں پیرا کیا ہے۔ علی نے القیاس کی برتنوں کی طرف اشارہ کر دیا اور مرید دیکھ کر بتاتا رہا۔ کہ اسمیں فلاں چیز ہے اسمیں فلاں آخر میرے ایک بار برتن کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ دیکھو اسمیں کیا ہے مرید برتن دیکھا تو خالی پڑا تھا کہا کہ حضور اسمیں تو اللہ ہی اللہ ہے یعنی خالی ہے پھر کہا ہے کہ بس معرفت کا یہی نکتہ ہے۔ تو یہی اپنے ظرف دل کو غیر سے خالی کر اور تو کھنگام کر اسمیں ہی پھر اللہ ہی اللہ ہو گا۔ مرید سمجھ گیا کہ بیشک جب تک میں اس سو کا خیال ہی اللہ کا خیال دباں نہیں کرتا پس اسی ایک نکتہ سے گو ہر مقصود مل گیا۔

شعلہ بن کر چھو نکلے خواشاں غیر اللہ	خوف باطل کیا کہ غافل باطل ہی تو
-------------------------------------	---------------------------------

امیر مثنوی کا شعر ہے

حضرت کا یوسف ہے کہ میں تھیں انزم	توبہ سنجیدگی وہ تہذیب کو تو بہتا ہو گا
----------------------------------	--

(۲) ترجمہ۔ حکام کی صحبت شب بیدار کی تائید ہے نور سوچ سے مانگ شاید کہ پھر حاصل ہو۔
 پیدا۔ اندھیری رات۔ سال میں سب سے بڑی رات جو قوس کو درجہ آخر میں واقع ہوتی ہے۔ اسی ماہ اذر مطالب پوس ماہ ہندی۔ اس رات کو خمس سمجھتے ہیں صاحب کشف (لکھا ہے کہ شب پیدا ماہ دو مطابق (ہندی) کی گیارہویں تاریخ کو جب آفتاب بعد میں میری تاریخ واقع ہوتی ہے مولف غیاث اللغات لکھتا ہے کہ جسد آفتاب سب قوس کو درجہ یازدہم کو طے کرتا ہے۔ وہ دن سب سے چوٹا ہے اور وہ رات سب سے بڑی۔ ماہ اذر کو عشرہ دوم میں واقع ہوتی ہے۔ مطابق ماہ پوس (ماہ ہندی) باندک تفاوت۔ ۲۲ دسمبر کی رات مطلب یہ کہ حکام کی صحبت سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے اگر نور معرفت کی تلاش ہے تو یہاں سے نہیں ملے گا آفتاب مانگ کیونکہ وہ روشنی کا حشر ہے۔ جو روشنی دے سکتا ہے۔ یعنی یہاں حکام کو خدا سامنے دست رسید نہ ہو چکا ہے تاکہ نور حاصل ہو دیں جس سے جو گدشتہ شعر میں اشارہ کیا

گرد زیر از خدا بہر سیدی	انجمن بزرگ ملک نو دے	(صحی)
-------------------------	----------------------	-------

(۳) ترجمہ۔ دنیا کی ہر عزت لوگوں کو دروازہ پر کت تک پہنچے گا کہ صاحب کسب باہر نکلتے ہیں۔
 نہایت زیر اعمال ہے اور دنیا کو دروازہ پر جا کر آدمی کی نگاہ سے کشن اترتا رہتا ہے کہ حضور کی پرتشرفیت لائیکو۔ یا کسب مجاہد بلائیکو بسا اوقات کھٹکوں کی انتظار کو بجا اندر سے جواب تا ہے کہ ہمارا سلام کہو آج فرصت نہیں

پھر دیکھا جائیگا اس شعر کی پوری شرح حضرت ہی صاحب کرم کو ہے جو بسلا مولانا قاسم کے مشتاق ہیں۔ وہ اس شعر پر پوری روشنی ڈال سکتے۔ ع۔ شنیدہ کہ بود مانند دیدہ اگر خدا کو دروازہ پر انسان اتنا عاجز و نیاز کرے۔ تو فی الحقیقت فرشتہ بن جاؤ۔

(۵) ترجمہ۔ اس ہر سو ہی زیادہ تلخ زمانہ سے گزر جا۔ دوبارہ زمانہ شکر کی طرح میٹھا ہو کر اٹلیگا۔ مطلب یہ کہ جب تک طالب دنیا کو بچہ و بڑا ہو۔ دنیا اس کو تکلیفوں میں رکھتی ہے اور ہر سو ہی زیادہ تلخ ہو کر پیش آتی ہے۔ لیکن اگر اس کو ترک کر دیا جائے تو خود بخود آتی ہے اور بڑی شیریں ہو کر شہور ہو کہ دنیا اپنی طالب کو اگر دھڑکتی ہے اور بڑی کی تپتی ہے۔ مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ دنیا کو تلخ ہے جو بڑے ہو۔ تاکہ عاقبت جو شیریں ہے تجو حاصل ہو۔

(۶) ترجمہ۔ صالح اور طالح نے اپنی اپنی متاع شکی۔ دیکھو کس کی متاع قبول ہوتی ہے اور منظور نظر ہوتی ہے۔ صالح۔ نیکو کار۔ طالح۔ بد کردار۔ ضد صالح۔ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر طرح کے لوگ موجود ہیں نیکو کاری ہیں اور بد کاری بھی مگر معلوم نہیں کہ عاقبت کار کون فائز ہو رہیگا۔ ممکن ہے جو بظاہر نیکو کار ہے وہ جاہل ہے و یا بظاہر بد اور بیباں بد کار نظر آتی ہیں وہ جاہل کرتا بہت ہو حاصل کلام یہ ہے کہ خدا اعمال پر منحصر نہیں معلوم نہیں خدا کی کیا مرضی ہے۔ اسی مضمون کے لئے دیکھو شعر (د ۳) د ۱۲ الف) بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ درگاہ بے نیاز میں گنہگار آدمی کا عجز و نیاز اور انفعال اور بے حرکت کو جو ش میں لاتا ہے۔ اور تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اور بالعکس سزا زائد اپنی زبرد پر زور کرتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے تمام اعمال پر پانی پھیر دیتا ہے۔ دیکھو شعر (ت ۱۵)

متاع بجز نقص در کاز نیست	کمال ترا کس خریدار نیست
ز جنبش شکست آنچه پیدا شود	بریں آستان قیامش و اشود
شکست تو اس جادریستی ناست	کہ بجز کرم سر بسر مویاست

(۷) ترجمہ۔ ای عاشق طبل تو مگر تاک کہ آخر کار۔ مانع سبز ہو گا اور سرخ بھول نکلیگا۔ یعنی زندگی بھٹی۔ تو وصفا نصیب ہو گا۔

(۸) ترجمہ۔ صبر اور کامیابی دونوں پر اتر دوسٹ میں صبر کو اثر پر کامیابی کی باری آتی ہے۔ مطلب یہ کہ صبر کا انجام ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ بمصدق الصبر یفتح الفرج۔ صبر آسائش کی کلید ہے۔ دیکھو شعر (د ۱۵)

صبر تلخ آمد و لبیک عاقبت	میوہ شیریں بود پر منفعت
(۹) ترجمہ۔ اس سرچہ (دنیا) میں حافظ کی غفلت عجیب نہیں ہے جو شخص ترانہ بخاند میں ہے۔ بخیر (مست) ہو کر آتا ہے۔	مولانا دم

سر اچھ - میری برکت نصیر یعنی سر دنیا کی دوی - مطلب یہ کہ دنیا غفلت کا مقام ہے جو اس میں کیا غافل ہوا -
شرب خانہ میں جو شخص جاگتا رہے وہ جاگتا رہا اس کی حالت غفلت پر کیا تعجب ہے -

در کارخانہ کہ ہائشش بہ غفلت است | ہشیار ز سنن ز قانون حکمت است

وما الحیوة الدنیا الا لعب ولغو - (سورہ العلم) دنیا جو کچھ ہے اس کا کھیل ہے اور یوں تو حق کا شغل ہونا چاہیے

پسیت دولت اینز او د بات است | کسرتون اینجای خود غفلت است

غزل (۲۷)

۱	مہر وری تو با ما شہرہ آفاق بود	۱	مہر وری تو با ما شہرہ آفاق بود
۲	بخت عشق و ذکر حلقہ عشاق بود	۲	بخت عشق و ذکر حلقہ عشاق بود
۳	عشق مار بطف طبع و خوبی اخلاق بود	۳	عشق مار بطف طبع و خوبی اخلاق بود
۴	دوستی و مہر بر یکدیگر عشاق بود	۴	دوستی و مہر بر یکدیگر عشاق بود
۵	بابا و محتاج بودیم او ببا شتاق بود	۵	بابا و محتاج بودیم او ببا شتاق بود
۶	منظر چشم مرا بردی جانان طاق بود	۶	منظر چشم مرا بردی جانان طاق بود
۷	دستم اندر ساعی سانی سپہیں ساق بود	۷	دستم اندر ساعی سانی سپہیں ساق بود
۸	گفت بر بہر خوان کتب ستم ظرافت بود	۸	گفت بر بہر خوان کتب ستم ظرافت بود

شعر حافظ در زمان آدم اندر بنی (۹)

غزل کاغذ سستہ کی از لای ابدی ہون کا بیان بر آفتاب عشق کا طلوع صبح السبت ہوا ابتدا عشق میں
عاشق و معشوق کے تعلقات یادہ ہو گوار ہو ہجر و فراق کا نام نہ تھے عاشق و معشوق ایک تھے ایک دوسرے کی
مشتاق ہو عیش و عشرت کی صحبتیں رہتی تھیں - اندر عشق پر گفتگو ہوئی تھی - مگر افتاد مشکلہا - دنیا میں اگر عاشق
و معشوق کو درمیان چھوڑ دیا گیا - ہجر و وصال کی فہم پیدا ہو گئی - آپس پر دہلیز ہو گئی اور عاشق کو آتش شوق میں لانا
شروع کر دیا - عشق حقیقہ کی راہ پر نہایت اعلیٰ پایہ کی غزل ہے -

(۱۸) ترجمہ۔ اس کے پہلے عاشقوں کو ساتھ تیری مہر دی اس کے زیادہ تھی ہمارے ساتھ تیری محبت پہر اتفاق تھا
فی الحقیقت بڑی محبت تھی۔ ورنہ فرشتوں کو آدم کی سامیہ سجھ کر لے کر یوں مجبور کیا جاتا ہے مرزا غالب کی باتیں
ہیں آج کیوں لیل کہ کل گشتہ تھی پسند

کستارخی فرشتہ ہماری جناب میں

ایک اور شعر میں بھی مضمون ادا کیا ہے۔

آج کیوں۔ دہ نہیں اپنی اسیروں کی کھو | کل تنگ تیرا دل لہر و فغا کا باب تھا

(۱۹) ترجمہ۔ وہ راتوں کی بختیں یاد کر کے تیری زلف کو ساتھ ہم۔ اس لیے بخشی کی کشت اور حلقہ عشاق کا ذکر کرتی تھی
مطلب یہ کہ عین وصال کی حالت میں عشقی و عاشقی کی اسرار و راز پر گفتگو ہوتی تھی۔ اب ہم دور ہیں اور میوہ
وہ گذشتہ زمانہ یاد کر اور دیکھ ہمارے دیدار پر فضا بیا کر۔ زلف و حلقہ کی عایت ظاہر۔

(۲۰) ترجمہ۔ اگرچہ مجلس کو ماہ خنوں کا حسن لہر لجاتا تھا۔ لیکن ہمارا عشقی لطف طبع اور حسن اخلاق پر فائدہ
یعنی گرجہ حسن صورت ہی در باقیہ۔ مگر ہم حسن سیر کو دلدادہ ہو یہاں گنجینہ شکستہ کے تیری اخلاق اب بھی پر لطف
ہیں۔ چسپو کسی تھی۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف

(۲۱) ترجمہ۔ صبح ازل کی ابتدا و شام ابد کی انتہا تک۔ دوستی اور محبت ایک ہی عہد اور ایک ہی بیان پر تھی
ازل۔ ہمیشگی۔ وہ زمانہ جس کی ابتداء ہو۔ ابد۔ وہ زمانہ جس کی انتہا نہ ہو۔ عشاق عہد و بیان۔
استواری۔ اقرار و بوعیت حق بروز ازل۔ وعدہ قلوبی الجواب الست بریم۔ مطلب یہ کہ عشق کی ابتدا
اور انتہا اسی وعدہ و زالت پر ہے۔ وہی عہد چہاں قائم ہیں اور قائم رہیں ان میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔
عارف جامع علیہ الرحمۃ فرماتی ہیں۔

من کہ ہم عارضت میور ہم از چہم ازل | کھلم از زلف تو یونہ تا شام اصل

(۲۲) ترجمہ۔ اگر معشوق کا سایہ عاشق پر پڑا۔ تو کیا ہوا۔ ہم اس کو محتاج تھے اور وہ ہمارا شائق تھا۔
سایہ افتادن۔ سایہ پڑنا۔ پر چھاواں پڑنا۔ محبوبہ کا اثر سیر۔ پڑنا پڑنا۔ دوسرے کی خواہاں یا عکس
کسی زیر اثر ہو جانا۔ دیو یا پری کا اثر مطلب یہ کہ اگر عاشق معشوق کی زیر اثر ہو گیا ہو تو کوئی تعجب نہیں
عاشق و معشوق ایک دوسرے کو شائق رہیں۔ عاشق اگر معشوق کا محتاج رہا ہو۔ تو معشوق بھی عاشق کا شائق رہا ہو۔

ع۔ عشق اول در دل معشوق پیدا مے شود

معشوق ہی اپنے عاشق پر عاشق رہا ہو۔ مرزا غالب کا شعر ہے۔

یاد کردہ دن کہ ہر ایک طبقہ تیری دامن کا	استنثارِ صید میں اک دیرہ تجویز تھا
مولانا دوم فرماتی ہیں۔	
سے شود صیاد مرغی را شکار	تا کند ناگاہ ایشان را شکار
دلبران از دل اسیر بیدلان	حمله مشتوقان اسیر عاشقان
ہر کہ عاشق دیدہ معشوق دال	کہ نسبت بہت ہم این دہم اں
فجوانے حدیث قدسی "کنت کثرًا محفًی الخ" عشق کیلئے خالق علیہ السلام نے ہر ایک مخلوق میں عرفی کا شری	
شرع کو دینے کے لیے عشق کو یہ فرعون	اکامی تو ہم درویش عشق خود غلام انداختے
(۶) ترجمہ۔ عشق اس کو کھلائی ایسے بڑھت اور دنیا کی تحریف کیا۔ میری آنکھوں کی منظر کا طاق (حجاب) معشوق کی ابرو تھو۔	
یعنی عشق اس کو کھلائی آسمان بنایا اور کائنات کو سپید کیا۔ میری آنکھوں کے سامنے ابرو و حجابان کا محراب ہو جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ کھلے ابتدائی آفرینش میں ہی محرابِ حقیقی کا عاشق تھا۔ مولانا جامی فرماتے ہیں۔	
عشق عشق آتشِ عشق	حریفان را نہ انکوں سے طہر دل
(۷) ترجمہ۔ اگر عشق کا آگ لگا دیا گیا۔ تو جو معذور رکھے۔ کیونکہ میرا ہاتھ ساقی سیمین ساق کی ہاتھ میں ہے۔ سیمین ساق۔ یعنی چاندی جیسی سفید اور صاف پنڈلی والا سیمین بدن۔ مطلب یہ کہ اگر میں نہ ہوں عبادت میں حاضر ہوں۔ تو مجبور ہوں۔ میرا ہاتھ معشوق کی ہاتھ میں ہے میرا کچھ اختیار نہیں ہو چکا کہ وہ خود کر رہا ہے یا یہ کہ میرا ہاتھ معشوق کی ہاتھ میں ہے یعنی میں حقیقت کو پہچان چکا ہوں۔ اسکا وصال حاصل کر چکا ہوں اب مجھ زہد و عبادت کی ضرورت ہے اور نہ ضرورت۔	
(۸) ترجمہ۔ بادشاہ کو دروازہ پر ایک گداؤں مجھ کو ایک نکتہ بتایا۔ کہا کہ جس فوج پر میں بیٹھا تھا۔ خدا ہی رزاق تھا۔ مطلب یہ کہ حقیقی رزاق خدا ہے۔ تجھ روزی کہیں سے ہے۔ دراصل خدا ہی کی دی ہوئی ہے۔ بادشاہ و امیر روزی انسان نہیں ہیں۔ صرف انسان کہ ہم ان کو خزانہ پر بیٹھا کہہ سکتے ہیں۔ مگر روزی دستان وہ خود ہے اسلئے اسی کی لطف و کرم کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اس کے سوا کچھ کہہ سکتے ہیں تو وہ روزی خود ہے اور خدا کا رزاق ہے۔	
(۹) ترجمہ۔ حافظ کا شعر اس نامیہ کے حضرت آدم بنی ہشتم میں تھی۔ سرسنگ کی کتاب کی دوقوں کی نیچے مطلب یہ کہ حافظ کا شعر ابتدائی آفرینش میں نامہ ہشت کی پہولوں کی پہولوں پر لکھتے تھے۔ شاعرانہ فخریہ شعر ہے۔ اور	

حسرت کا خواجہ حافظ نے اس غزل میں بیان فرمایا ہے وہ حقیقت فی الحقیقت باغ بہشت کو ببول کا اوراق
پر لکھ کر تابل پر اور دروضہ رضوان کی ہر برگ گل پر لکھی ہوئی ہے اور خصوصاً جس کیفیت کا ذکر خواجہ صاحب نے غزل
کے پہلے دو اشعار میں کیا ہے۔ وہ کیفیت موت اسی وقت تک تھی جب تک حضرت آدم علیہ السلام نہ تھے۔
مردہ بخون میں دفن نہ ہو، کی بجائے دولت نسریں لکھا ہے پر آج کل دلوں اور منوں کا دفتر اور صحنہ کی چھٹی ہے۔

غزل (۲۸)

۱	سازمیںخانہ دمی نام و نشان خواہد بود	۱	سیر با خاک رہ میرمناں خواہد بود
۲	حلقہ سیرمناں ز ازل و درگوش سن	۲	برہا تم کہ گفتیم و ہمیں خواہد بود
۳	سیر تریشت ماچوں گداری محبت خواہ	۳	کہ زیارت گم زنداں جہاں خواہد بود
۴	بر زمین کہ نشان کف پای تو بود	۴	سایہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود
۵	برو اتنی ز ابد خود پس کہ ز چشم من تو	۵	راز اس پردہ نہاں است نہاں خواہد بود
۶	نترک عاشق کش من بہشت رسول امیر	۶	تا کر خون دل امیر رو اس خواہد بود
۷	محبت تان مکن ای خواجہ کز بس کہنہ رباط	۷	کس نہاں است کہ حلیت کجاں خواہد بود
۸	چشم آں دم کہ ز شوق تو تہد سر بخند	۸	تا دم صبح قیامت نگراں خواہد بود

بخت حافظ گراں گیر گنہ بد خواہد کرد
(۹) زلف معشوق بدست و گراں خواہد بود (۹)

(۱) ترجمہ۔ جب تک میں خانہ نام و نشان باقی ہے۔ بہار سیر میں خاک کی خاک بن جائیگا۔
یعنی جب تک کہ تائیں عشق و محبت کا سلسلہ قائم ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سلسلہ ہمیشہ قائم رہے گا ہم اپنی معشوق کی خاک ہر رنگ
(۲) ترجمہ۔ میری حلقہ ازل سے ہمارے کان پر ہے۔ ہم اسی بات پر قائم ہیں کہ ہم نے کئی اور ایسی ہی رہے گا۔
یعنی ہم سیر میں خانہ کے حلقہ گوش آج سے نہیں بلکہ دوزخ میں اور تا ابد اسی طرح حلقہ گوش ہو رہے ہیں۔ روزی است
کا وعدہ قالو علی ہکو یاد ہے۔ ہم اب بھی اسی وعدہ پر قائم ہیں اور ہمیشہ قائم رہیں گے۔

الست از ازل ہم جانش گوش
بہر یاد قالو بی در خرد سحر

مردودہ اولوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے۔ ”اے ہمارے گنہگاروں! تم نے جو اعمال کیے ہیں، ان کے بدلے میں تم کو دیا گیا ہے۔“

(۳۰) ترجمہ۔ ہمارے قریب و غریب کو دعا مانگ۔ کیونکہ (ہماری قبر) تمام دنیا کے زندوں کی زیارت گاہ ہوگی۔
خواجہ صاحب کو لسان الغیب کیلئے جہاں اور کئی وجوہ ہیں۔ ہاں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی زبان مبارک میں جو کچھ
نکلتا ہے۔ پورا رہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنی تربت کے متعلق کہہ دیا تھا۔ کہ زندان جہاں کی زیارت
گاہ ہوگی۔ خدا کی شان دیکھو کہ ان کا ایک ایک لفظ صحیح نکلا۔ آج خواجہ صاحب کو مقبرہ پر پہنچتے ایک بھاری مسئلہ
ہوتا ہے۔ ہر طرح کو لوگ ہاں لٹھ پھرتی ہیں۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ ہوتا ہے اور تمام دن رونق رہتی ہے۔ دور دراز
مقامات کو درپیش خواجہ صاحب کی تربت پر دعا لکھ کر جاتی ہیں اور مقبرہ کی زیارت کرتے ہیں دیکھو لسان الغیب جلد اول
صفحہ ۳۷-۳۸۔ سوانح عمری۔

(۴) ترجمہ۔ جس زمین پر تیری کھیت پکا نشان ہو۔ وہ زمین سالہا سال تک بل نظر لوگوں کی سجدہ گاہ رہے گی۔
(۵) ترجمہ۔ اے خود بنیاد جا کہ میری تیری آنکھ سے اس پردہ کا راز پوشیدہ ہے اور پوشیدہ رہے گا۔
یعنی اسرار ازل کو نہ تو سمجھ سکتا ہے نہ میں۔ یہ کہ اے زائد خود میں وہ آنکھ جو میں تو میں نہیں کرتی ہے (جسٹم میں دتو)
یعنی وہ آنکھ جو خالق و مخلوق کو درمیان رابطہ میں دتو اور تعلق دیتی سمجھتی ہے وہ پردہ معرفت کی انداز نہیں دیکھ سکتی۔
جب تک پردہ منی درمیان ہے اور کثرت کا خیال دل میں ہے۔ تو واحد مطلق کی اسرار کو نہیں سمجھ سکیگا۔ من و تو کا پیر
اٹھا اور پردہ کی انداز کرنا دیکھ۔

اسرار ازل نہ تو دانی دہ من	اس حوت معما نہ تو خانی دہ من
ہست ارس پردہ گفتگو من و تو	چوں پردہ برافش نہ تو ماتی دہ من

نیاز ہے نیاز کا شعر ہے۔

خود نقاب رڈ او ایم دگر بیچ نیست	گر راز انداز درویش گم شود آثار پرا
(۶) ترجمہ۔ میرا عشق کس معشوق آج مست ہو کر باہر نکلا۔ دیکھو آج کس کو دل کا خون رواں ہو گا۔	

کسی کی شامت آج کی گئی	کسی کی کشتی آج کی گئی
کسی کی شامت آج کی گئی	کسی کی کشتی آج کی گئی

(۷) ترجمہ۔ اے خواجہ صاحب! تم کی غیب جوئی نہ کر کہ اس کی (اسرار دنیا) کو سیکھو سیکھو نہیں نہ رکتا اس طرح جوئی
تشریح کیلئے دیکھو شعر درج ذیل

(۸) ترجمہ - میری آنکھ اس وقت سے لیکر تیرے (دیر کی) شوق میں قبر میں سر پہنچا جس قیامت تک کبھی رہا
یعنی میری آنکھ نہ نام اہل سو لیکر صبح قیامت تک مشاہدہ محو کے انتظار میں چشم زگس کی طرح داری کی تامل ہے
کہ جب کسی کا انتظار ہو اور شوق دیدار کمال ہو تو آنکھ چشم زگس کی طرح ہمیشہ کبھی رہتی ہے قیامت کی روز عکاس
ابی کو مشاہدہ ذات باری تعالیٰ کا جو وعدہ دیا گیا ہے - اس وعدہ کی ایسا کا انتظار ہے - - رود کی کاشتری -

نظر جلو نہ بد و زخم کبیر دیدن دوست	ز خاک من ہم زگس دلد بجا گیاہ
------------------------------------	------------------------------

(۹) ترجمہ - حافظ کا نصیب اگر اسی طرح مدد کرتا رہا تو معشوق کی زلف دوسروں کو ہاتھ میں ہوگی -
یعنی حافظ کی نصیب اگر اسی ہی ہو جیسا کہ اب میں - تو وہ در حافظ محروم جائیگا - اور قرین صحبت یار سو
فیض یاب ہوگی - اپنی قسمت ہی شکوہ ہے -

غزل (۲۹)

۱	ترسم کہ اشک غم ما روده در شود	۱	وین از سرمہر بجا طلم سحر شود
۲	گویند سنگ لعل شود در مقام ہم	۲	آری شود ولیک بخون جگر شود
۳	خواہم شدن بمیکده گریان و داوخواہ	۳	کز دست غم خلاص دل آں خاکر شود
۴	اس سرشتی کہ در سرمہر د بلند تست	۴	کی باتو دست کویتہ مادکر شود
۵	اس قصر سلطنت کہ تو امش ماہ منطری	۵	سر پر استانہ او خاک در شود
۶	از ہر کنار تیر دعا کردہ ام روان	۶	باشند کز من مسانہ کی کار گر شود
۷	از کیمیائی مہر تو ز گشت روی من	۷	آری ہمین تمت تو خاک زر شود
۸	ای دل حدیث ما بردلدار عرضہ کن	۸	لیکن چنان من کہ صبارا خبر شود
۹	روزی اگر غمی رسد تنگدل باش	۹	روشنگر کن مباد کہ از بد بتر شود
۱۰	ای دل صورت باش مخور غم کہ عاقبت	۱۰	از شام صبح گردد داز شب بحر شود
۱۱	در تنگنای حیرتم از غمت رقیب	۱۱	یار مباد آنکہ گدا معتسر شود
۱۲	پس کچھ غیر حسن بیاید کہ تا کسے	۱۲	مقبول طبع مردم صاحب نظر شود
۱۳	مہر تو در دلم و عشق تو در سرم	۱۳	باشمیرہ رودن شد و با جبار شود

حافظ سر از لحد بدر آرد بیاویں

(۱۲) اگر خاک اویسای شمالی سپر نشود (۱۲)

۱۱) ترجمہ - میں تو تاجوں پہ چاکر عشق میں آئیں گے اور یہ سر سبزہ راز تمام جہاں میں (افسانہ) شہنشاہ جانا
 سحر - بختیق - افسانہ - کہانی - مجازاً - بمعنی سخن -
 عاشق کی انگباری سے راز عشق ظاہر ہو جاتا ہے - اشک کی غمازی کیلئے دیکھو شعر پہلا - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

ابرائے دل سیگوشم کجس | آب چشم تر بوائے مسکند

عارف جامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

رازِ سخت را توں ز فاسخ دارم نعل | وہ چہ در گرد گریہ غماز این خضر

۱۲) ترجمہ کہتے ہیں کہ پتھر تمام صبر میں لعل ہو جاتا ہے - ہاں ہو جاتا ہے - مگر خون جگر سے ہو جاتا ہے -
 مطلب یہ ہے کہ بیشک یہ درست ہے کہ پتھر کو آفتاب کی روشنی اور گرمی کی کمی یا عمل کو زبردستی سو سال صبر کرنے
 کو جلال ہو جاتا ہے - اسی طرح انسان بھی کچھ مدت صبر کرنے اعلیٰ مدار پر پہنچ سکتا ہے - لیکن پتھر کو بھی اس زمانہ
 صبر میں اپنا خون کرنا پڑتا ہے - اور یہ کچھ کڑا رنگ سمجھیں اپنی خون جگر کا ہی اسی طرح انسان راہ طلب میں مدت صبر
 سے کچھ اصل نہیں کر سکتا - منازل عشق کی مصیبتوں اور دشواریوں سے خون پانی ایک کر کے بعد کچھ حاصل ہو سکتا ہے -
 اور صبر و اکیسایا دشوار کام ہے جو میں دل جگر خون ہو جاتا ہے - لعل اور خون جگر کی رعایت ظاہر -

۱۳) ترجمہ - میں تیرا بند نہیں رہتا ہوں اور دماغ آج بھی کیونکہ تم کو تیرا بند نہ رہا ہوں -

۱۴) ترجمہ - یہ سرکشی جو تیری روئے کو سرسبز ہے - ہمارا دست کوتاہ تیری کمر تک پہنچ سکتا ہے -
 دیکھو شعر پہلا - شیخ جمال الدینی کا شعر ہے -

میں تیرے کمر کو تیرے دست سے زیادہ دیر پہنچاؤں

۱۵) ترجمہ - یہ شاہی محل کہ تو اس کا نام منظر ہے - کسی سراسر کا آئینہ ہر خاک ہو جائیں گے
 منظر - تحقیق انہی کیسے دیکھو شعر پہلا - ایک پرانی قلمی دیوان میں پلا صمد اس طرح ہر زیر کشی کا لکھا ہوا ہے

(۶) ترجمہ - میں نے چاروں طرف دعا کرتے چلاؤں۔ لیکن جو کہ ان میں سے کوئی کارگر نہ ہو جائے۔

یعنی نشانہ نہ ہو جائے۔

(۷) ترجمہ - تیرے عشق کو کیا سیرا چہرہ سونا ہو گیا۔ ہاں (کیونکہ تیری محبت کو زمین و برکت کی خاک ہی سونا ہو جائے گی) کیا سیرا ناقص و باقی سونا چاندی ہو جاتی ہیں۔ خواجہ فرماتی ہیں۔ کہ تیری محبت کو کیا سیرا چہرہ ہی جو خاکی تھا سونا ہو گیا۔ یہاں خواجہ صاحب نے مستحق کو ٹوک چوک کی ہے۔ مدعا یہ ہے۔ کہ تیرے عشق میں میں نے اس قدر مصیبتیں و آفات کی ہیں اور اتنی تکلیفوں کا سامنا کیا ہے کہ میرا چہرہ زرد ہو گیا، اسی طرز کلام سیدہ کوثر نے لکھا ہے۔

حافظ از دولت عشق لکھتا ہے: یعنی از حسن و اشراف و عجب و جلال

(۸) ترجمہ - اے دل ہمارا قصہ عشق کو سامی و غرض کر۔ لیکن اس طرح بیان کر کہ صبا کو خبر ہو جائے۔

یعنی خلوت میں اور آہستہ آہستہ۔ تاکہ بادِ سب سے نہ سنے پاؤں۔ کیونکہ وہ غلامی

اسماعیل خواجہ رسالے میں لکھتا ہے: کہ در آن حدی صبا باشد

(۹) ترجمہ - اگر کسی دن تجھ کو غم پہنچے۔ تو شک نہ ہو۔ جانشکر کہ بد سے ہی بد تر ہو جائے

نہایت قیمتی نصیحت ہے مطلب یہ کہ جس حالت میں ہے۔ خدا کا شکر کر۔ کیونکہ اس سے ہی بدتر حالت ہو سکتی ہے۔ دنیا میں لوگ بد حال اور خوش حال ہیں۔ جس حالت کو تو برا سمجھتا ہے۔ لیکن لوگ ایسی ہی موجود ہیں جو اس حالت کو قابلِ رشک سمجھتے ہیں۔ یعنی تجھ سے ہی زیادہ بد حال ہیں۔

اس سیرتِ ترانہ میں جو خوش نمایاں

اور ان ہستی را در رخ بود اعرف

معشوق من است آنکہ بہ نزدیک تر است

از درخیاں پس کہ اعرف بہت است

بعض فلمی دیوانوں میں درمیرا صبر اس طرح ہے۔ رو شکر کہ مباد کہیں مجھ پر شود

(۱۰) ترجمہ - اے دل صابر ہو۔ غم نہ کہا۔ کہ آخر کار شام سے صبح اور رات سے سحر ہوتی ہے۔

یعنی صبر کر۔ ہر تکلیف کو بعد خوشی حاصل ہوتی ہے خانِ مع العسریر آہ ان مع العسریر آہ سورہ الانشراح یعنی ہر دشواری کو ساتھ آسانی اور ہر دشواری کو ساتھ آسانی ہے۔

(۱۱) ترجمہ - ہر قریب کو خود را در تجر و تنگنالی صبرت میں ہوں۔ یا خدا ایسا نہ ہو کہ اگر معتبر ہو جاوے۔

یعنی قریب جو پہلے حسدہ حال تھا۔ شوق نے جب اسکی عورت افزائی کی تو وہ اس قدر مغرور ہو گیا۔ کہ میں اسکی حالت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ خدا گجے کو نافع نہ ہے۔

(۱) ترجمہ - خدا کرے تیرا جسم طیب ہوگا ہزارکانیا زمندہ ہو اور تیرا نازک و بزرگ کلیت طریقی آزرده نہ ہو۔
بیارکانیا زاور طیب کاناز مشہور۔

(۲) ترجمہ - تمام جہان کی سلامتی تیری سلامتی میں ہے کسی پائسی تیرا جسم درومند نہ ہو
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ایک مدحہ قصیدہ میں لکھتے ہیں۔

اسے درتقا و علم تو خیر جہانیاں	باقی مباد ہر کہ نحو اہر بقست تو
--------------------------------	---------------------------------

(۳) ترجمہ - اس باغ میں جب خزاں غارتگری کیلئے آئے تو اسے بلند اور سہی قامت سر (قد) کی طرف راہ نہ دی
یعنی تیرا قد بلند ہر آفت سے محفوظ ہو۔

(۴) ترجمہ - جس مقام میں احسن جلوہ افروزی کرے (خدا کرے) کہ دہان بدین اور بد اندیش (احسان) کو طعنہ کی مجال ہو
(۵) ترجمہ - صورت و معنی کا جمال تیری ہمت کی برکت سے ہے خدا کرے کہ تیرا ظاہر افسردہ اور تیرا باطن شگفتہ ہو
وثرم - بختیں - افسردہ - اندوگین - بعض محققین کی رائے ہے کہ کبیر اول وفتح ثانی ہے یعنی شش ہفتہ بدماغ اور در
اصل دشن تھا یعنی اشفتہ و شگفتہ - سرنگون - پست - خوار - گشتہ و گلین - فنا - مطلب یہ کہ حسن
صورت و حسن تیرا صوری و معنوی جمال کو تیری ذات سے زلفی ہے - خدا تجھے افسردہ و گلین نہ کرے صورت او معنی - ظاہر او باطن
کانتقابلہ لطیف

(۶) ترجمہ - جو شخص تیرے چاند جیسے چہرہ کو چشم بد سے دیکھ کر تیری آگ پر سوئے اسکی آنکھوں کو کوئی سہل نہ ہو۔
سہل نہ - کالہ دانہ (ہرل) ایک قسم کا ختم ہے - جو نظر بد دفع کرنے کی غرض سے جلاتی ہیں -
مطلب یہ کہ جو شخص تجھ پر نظر بد سے دیکھے - اس نظر بد کو دیکھ کر اسکی آنکھ ہی آگ پر سہل نہ ہو کہ کام دے یعنی جیسے
بعض پر آفتابی لو افوں میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے بیچزد آتش عم جان او سہل نہ مباد
(۷) ترجمہ - حافظ کا شکر افشان کلام سے شفا و شہو ٹپہ - خدا کرے کہ تجھ کو گلاب و قند کے علاج کی حاجت نہ ہو۔
یعنی دوام کی نسبت حافظ کی دعا تیری حق میں زیادہ مضیبت

غزل (۳۱)

ترک من جو چند مشکین گرواں	۱	لالہ رادل خون شود باز از سنبل شکند
در خرامان سرو گلنایش کند میل چمن	۲	سرو را از یاد راند از و دل گل شکند

۳	اندرون اس سیلہا باشد کہ صد بل بشکند	تا خیال ابروی جانان چشم دور شد
۴	خار غم اندر دل خجرج بلبل شکند	چون نسیم صبح گاهی پودہ گل بردرد

(۵) حافظا اس سر وحدت بنا ز خود بند
(۵) تا خیال زبد و تقویٰ را تو کل بشکند

(۱) ترجمہ۔ میرا معشوق جب جھجھکیں کو کاکل کو گرد چھوڑتا ہے تو لالہ کا دل خون ہو جاتا ہے اور سنبل کی ہونٹیں کھل جاتی ہیں۔

جھجھکیں۔ تحقیق نقوی کی دیکھو شعر الف م کاکل بضم کان دوم مردن اور چوں کے سر کو درمیان کے بال گھوٹے کی گردن کو بال۔ ہونٹیاں کب سر۔ لالہ سرخ رنگ کا بھول جسکی اندر داغ ہوتا ہے۔ اسنبل بوجہ حسد دل خون ہونا سنبل کو زلف معشوق کی تشبیہ ہے۔ اسنبل بمقابلہ زلف معشوق اس کی کسا دیاداری۔

(۲) ترجمہ۔ ادا اگر اس کا سر گلزار ہلکا ہلکا باغ کلن کرے۔ سر کو گردے اور بھول کا دل توڑ دے۔ سر و گلزار۔ سر بلبلانہ قدرت نامت از گلزار گل انار، بلبلانہ رنگ لطافت و خسار۔ مراد معشوق سر قند و گل و مطلب یہ کہ سر اسکی قد بالا کا مقابلہ نہ کر سکی کی باعث اپنی سرکشی کو چھوڑ کر گرجاؤ۔ اور بھول اسکی خسار کی رنگت اور لطافت کو دیکھ کر اندر سے خاطر ہو جاؤ۔ اسی مضمون کو داغ دہوی کی اس طرح ادا کیا ہے۔

باغ میں گل کھل جاتی ہیں کہ وہ آتے ہیں	انگلیاں سر اٹھاتے ہیں کہ وہ آتی ہیں
---------------------------------------	-------------------------------------

(۳) ترجمہ۔ جب ابرو جانان کا خیال میری آنکھ پر دور ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اتنی سیلاب جاری ہو۔ کہ کئی پلوں کو توڑ دیں یعنی میرا معشوق میں استغدد رویا ہوں کہ آنکھوں کو سیلاب جاری ہے۔

(۴) ترجمہ۔ جب نسیم صبح پودہ گل کو چاک کرتی ہے۔ بلبل کی زخمی دل کو اندر غم کا کھٹا ٹوٹ جاتا ہے۔ خار در دل شکستن۔ نہایت درد اور مصیبت میں ہونا۔ کیونکہ دل میں ٹوٹا ہوا کا ٹھاپہ نکل ہی نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ بھول کو شکستہ ہونی بلبل کا عشق اور ذوق و شوق دو بالا ہو جاتا ہے اور غم عشق ہی اسکی دل میں جا کر پھین جاتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ اے حافظا اس وحدت کے مجید کو باتہ میں نہ دے تاکہ مدد تقویٰ کو خیال کو توکل توڑ دے۔ یعنی جب تک تجھ پر یقین ہو گا کہ سب کچھ خدا ہے اور سب کچھ خدا کی باتہ ہیں میں کچھ نہیں دیتا اور میرا باتہ میں ہی کچھ نہیں اسوقت تک تو خدا پر توکل کر لیا اور مدد تقویٰ پر تیرا کچھ انحصار نہ ہو گا۔

غزل (۲۲)

۱	جان بی جمال جان میل چہاں ندارد	۱	میر کس کی اس ندارد چہاں کہ آن ندارد
۲	باہیکس نشانی زان دلستان ندیدم	۲	یا مرن خبر ندارم یا اون نشان ندارد
۳	سر شبنمے دریں صبح آتشین است	۳	درد اگر این مہما شرع بیساں ندارد
۴	سیر منز اقناعت نتوان زدست فلان	۴	ای ساریاں فروکش گریہ گر آن ندارد
۵	مکتب مجیدہ قامت میخواند لغت عشرت	۵	بشنو کہ پذیر این محبت زیاں ندارد
۶	گر خود قریب شمع است احوال از و بنوشاں	۶	کاش شمع سیر پریدہ بند زبان ندارد
۷	ذوقی چنان ندارد بی دوست زندگانی	۷	بی دوست زندگانی ذوقی چنان ندارد
۸	احوال گنج قارون کامیام داویر باد	۸	در کوخ گل فروخوان تاز رہنساں ندارد
۹	آن را کہ خواندی استادگری تحقیق	۹	صفت گرسیت لطیف رواں ندارد
۱۰	ای دل طریق رندی از محاسب بیاموز	۱۰	سست و در حق او کس بیگناں ندارد

کس در جہاں ندارد بیکہ چو حافظ
زیرا کہ چو تو شاہی کس در چہاں ندارد

- (۱) ترجمہ۔ مشرق کا ہرگز کوئی شاعر نہ ہو گا جس کی نسبت میر تقی میر کی نسبت دہلی جانان نہیں ہے خدا کی قسم کہ وہ جہاں ہی نہیں رکھتا۔
- یعنی جمال جانان کے بغیر جان کی چیز نہیں حاصل جو کہ دین زندگی کامیابی میں چہاں نہیں ہے صبر و جہد کی کثرت و ایک لطف پیدا کر دیا ہے۔
- (۲) ترجمہ۔ میں نے مشرق کا کوئی شاعر نہیں کیا اس نے دیکھا یا مجھ ہی نہیں یا اسکا کوئی نشان نہیں۔
- مطلب یہ کہ عجب کی ذات کے متعلق کسی کو کچھ علم نہیں۔ یا وہ جو علم نہیں اسکا علم ہی دنیا ہے جو نہیں۔ اسی میں جو دیکھو وہ جہاں
- (۳) ترجمہ۔ اس راہ میں شہنشاہ کا نظریہ سوا آتشیں نہیں کہ برابر برافروش کہ اس سما کی کوئی شر نہیں ہو سکتی۔
- راہ عشق میں کوئی قطعہ کوئی آتشیں نہیں ہو سکتی۔ ایک ایک انداز میں آتش بیدار ہو جو ایک ایک قلعہ میں بکیران کی تحقیقت تھوڑا
- کی جا سکتی ہے۔ غرض جہاں میں کل کا تماشا نظر آتا ہے۔ ذوق کا شہر ہے۔

دور نہیں ہے قلعہ جو دریا ہم کو	آنکھیں جو میں نظر کل کا تھا شام کو
--------------------------------	------------------------------------

مرزا غالب فرماتے ہیں

نظر میں دھلے دکھائی نہ دے اور نہ دیکھ	کھیل لڑکوں کا ہوا دیدہ مینا نہ بھوا
---------------------------------------	-------------------------------------

اسی مضمون پر

اگر ایک قطرہ را دل بر شگافی	ہر دم آید از دھند بھر ساقی
-----------------------------	----------------------------

(۸) اگر مجھ سے صبر کو مقام کو ہاتھ نہیں دے سکتی۔ اے شہزاد خیر جا کہ اس راستہ کی ہتھالیں
یعنی کہاں تک چلتے جا سکتے ہیں۔ راستہ کبھی طویل ہو سکتا ہے۔ صبر کو اور بیٹھا جا۔

گھر بیٹھے ہیں ہاتھ لگی منہ پر مقصود	جب توڑ کر ہم بیٹھے ہیں پاؤں غلب کی
-------------------------------------	------------------------------------

(۹) اگر مجھ سے تمہیں قدر ہے تو مجھ سے عشق و محبت سے صرف بلاتی ہے۔ سنو کہ ہر دم میں کی نصیحت ہے کہ تمہیں نصیحت نہیں دے گی۔
عمر رسیدہ آدمی تجربہ کار ہوتا ہے زمانہ کی نشانی اس وقت ہوتا ہے اسلئے اس کی نصیحت پر ہمیشہ نوجوانوں کو عمل کرنا چاہیے۔
خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ چنگ (شہنشاہ ساز کا نام) ہی عمر رسیدہ کا۔ کیونکہ بوزہ کی طرح خمیدہ پشت پر مدہ خم شہرت
کھینچ کر متوجہ کرتی ہے (تمام ساز اور باج شہرت کی طرف متوجہ کرتی ہیں) اسلئے اس کی نصیحت سنو اور اس پر عمل کر
(۱۰) اگر مجھ سے۔ اگر قریب خود جمع ہی ہو تو اس سے حال چھپا۔ کیونکہ اس سر رسیدہ شوخ کی زبان قابو میں نہیں۔
شعاع کا سر گلبرگ کا ناچنا ہے اسلئے سر رسیدہ کہنا اور زبان شمع (زبان) کی بے باکی ہی مشہور۔
مطلب یہ ہے کہ راز عشق شمع محفل تک کو نہیں بتانا چاہیے۔

(۱۱) اگر مجھ سے۔ مشتوق کو بغیر زندگی کا کچھ مزہ نہیں مشتوق کو سوزندہ رہی میں کچھ لطف نہیں۔
دو روز معشوق میں ایک ہی جگہ پر حرف ترکیب الفاظ میں قدم و تاخیر کی مضمون کو بے زور کر دینا عادیہ کیا گیا ہے۔

(۱۲) اگر مجھ سے۔ گنج قارون کا حال جسکو زمانہ فریاد کر دیا۔ بھول کو کان میں کہو نا کہ وہ ہی۔ زہر پوشیدہ کر کے نہ رکھو۔
بھول کو اندر رکھو کہ مادہ ہوتا ہے جو زر گل کہتی ہیں مطلب یہ ہے کہ بھول کو بھول کر اپنے زہر کو قارون کی طرح پوشیدہ کر کے نہ رکھو بلکہ
اسی طرح کریں اور بھول بیدار کو بھی اپنے نقد حسن سے حصہ دے کیونکہ بخیل کو خزانہ کا وہی حال ہوتا ہے جو قارون کو خزانہ کا ہوا۔
گنج قارون کیلئے دیکھو شہرت ہے

(۱۳) اگر مجھ سے جس کو تو نے استا دکھا ہے اگر تو نظر غور دیکھو۔ تو وہ صنعت گرتو بیشک ہے۔ مگر اس کی طبیعت میں روانی نہیں
شعر کیلئے صرف صنائع و بدائع ہی کافی نہیں۔ بلکہ طبیعت کی روانی اور خیالات اور الفاظ کی آمد بھی ضروری ہے خواجہ صاحب

فرمانی ہیں۔ کہ جس شخص کو (مکن کی کسی خاص شکل کی طرف اشارہ ہو) تو استاد کہتا ہے اس کو کلام میں صنایع بالغہ تو دیکھ کر بخود
ہیں۔ مگر طبیعت کی روانی نہیں۔ ایک پر تعلیمی دیوان میں "طبع روان" کی بجائے "شعر روان" لکھا ہے۔
(۱۰) ترجمہ۔ اے دل بندی کا طریقہ محتسب سیکھ۔ وہ مست ہے اور اس کے حق میں کسی کو سستی کا گمان نہیں۔
یہاں اجماع صاحب پھر زاہد ان ریاکار اور مفتیان بھاری کر رہے درسی کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ندی کا طریقہ جو محتسب نے اختیار
کیا ہے۔ وہ بہت اچھا ہے۔ تولی جا کر اس کا شاگرد بن کیونکہ وہ اوندھوں کی طرح بے نام نہیں۔ شراب شیک پیتا ہے۔ مگر
کیسکو اس پر یگانہ تک نہیں کہ وہ بخوار ہو گیا سخن ریاکاری۔ محتسب کے شرب الیہود کی طرف اشارہ ہے۔

بروں نے رد از خالقہ کو ہستیار (معدی) کہ پیش تہذیب کو یاد کہ صوفیاں سستند

(۱۱) ترجمہ۔ حافظہ کی طرح ایک غلام ہی دنیا کی کسی پاس نہیں۔ کیونکہ جہاں میں کوئی غلام (تجربہ جیسا بادشاہ نہیں کرتا
یعنی چونکہ تو تمام دنیا کو بادشاہ کا انتخاب ہے اور کوئی بادشاہ تیرا نام نہیں اسلئے میں ہی جو تیرا غلام ہوں تیری نسبت کے ہم
سوا غلاموں میں لاثانی ہوں۔ کیونکہ دنیا اور کوئی غلام ایسا نہیں جس کا آقا میرے آقا کا ہم رتبہ ہو پس یہ کہا جاسکتا ہے کہ دنیا
میں کوئی ایسا آقا نہیں جس کا حافظہ یا یہ کا غلام ہی ہو پس یہ میری آقا کیلئے ہی باعث فخر ہے۔

میلان برویان بر لبندی سے سر زاورا
کہ از در چوں تھیری ہا شوق زار و دوا کوئی

غزل (۳۳)

۱	جہان پر ابروی عید از ہلال و تمہ کشید	۱	ہلال عید پر ابرو سے یار بایہ دید
۲	شکستہ گشت جو لشت ہلال قامت من	۲	کمان ابروی یارم ہو بار و تمہ کشید
۳	میوش روی و شوق و رنظ از فخر ج حسن	۳	کہ خواند خط و نور بروی دان بکا و مسید
۴	اگر تسمیم منت صبح در چمن بگذشت	۴	کہ گل سوئی خوشنت بچو صبح جامہ رید
۵	سیاکہ باتو بگویم غم ملائت دل	۵	چرا کہ بی تو ندارم مجال گفت و شنید
۶	نمود جنگ نہ رباب و گل و نمید کہ بود	۶	گل وجود من آغوشہ شراب و نمید
۷	بہای و قتل تو گر جان بود خریدارم	۷	کہ جلس خوب مہم بہریم دید خسریہ
۸	مرزا آب ترسم کہ بی تو دور از تو	۸	چو باد می شد و در خاک راہ غلطیہ
۹	چو ماہ روی تو در زیر زلف مہدیدم	۹	تسم بروی تو روشن چو در میگر دید

ہیں۔ چنانچہ اب لوگ پتھر بکارت کو دور کرنے کیلئے یہ آیت چڑھا کر پتھر بکارت نہیں
خواجہ صاحب درانی ہیں جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بر تو جال کو کا فر چشم زخم نہ بچایا چاہے
یہ آیت سچ کر آن حضرت کو محفوظ کیا۔ اسی طرح تیری خطی یہی تیرے چہرہ پر "ان بکاد" پڑھ کر بکارت ہو گیا ہے۔ اور اب
تجو چشم بد کا کچھ نہیں۔ بیشک اپنا حجاز خراب کرنا اپنی چہرہ کو پوشیدہ نہ کر کہہ تیرے حسن پر شہ حاسد کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا
اپنا چہرہ قبول ادرتین کا انہماک کر۔ خط اور خطیں صنعت بخت ہیں۔ ایک پر قلم دیوان میں ہر مصرعہ اس طرح ہے "منہوش
روی و مشو در ہم از قفر ج خلق" مطلب ہی ہے۔

(۱۸) ترجمہ۔ شاید تیری جسم کی خوشبودار واصل باغ میں گئی۔ کیونکہ پھول سے تیری خوشبو پر صبح کی طرح جا بجا اڑتا ہے
نسیم صبح سے پھول کی جامہ دہری مشہور۔ کیونکہ پھول نسیم صبح سے ہی شگفتہ ہوتا ہے خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید نسیم صبح تیری
خوشبو لیکر باغ میں گئی کہ پھول در شگ۔ اپنا جامہ چاک کر دیا۔ صنعت صن تعلیل ہے "تجو صبح" اس واسطے کہ کہ
پھل پھونکے کو ہی جامہ دہری پوشیدہ کرتی ہیں۔

(۱۹) ترجمہ۔ آکہ تجھ سے دل کا طلال کاغم میان کر دے۔ کیونکہ تیری سوا کچھ گفت و شنید کی مجال نہیں۔
(۲۰) ترجمہ۔ چنگ بلب پھول اور شراب (اس وقت) نہ تو جیکہ میری وجود کی مٹی شراب نمیدہ آلودہ تھی۔
نمید۔ دراصل نمیدہ ہے۔ استعمال فارسی میں نمیدہ بھی صحیح ہے۔ شراب جو خرد وادرجہ وغیرہ سے بنائی جاتی ہے۔
آغوشہ۔ بفتح۔ غلیظ۔ آلودہ۔ مطلب یہ ہے کہ ابتدائی آفرینش کی ہی پسند و وجود کی ہی کو شراب سے آلودہ کیا
گیا تھا یعنی تیرا شراب خوری شروع نہیں کی۔ ازل سے ہی مست ہوں۔ دیکھو شعر (دھڑ دت ۳۳)
یہ شعر بعض پرانے قادیانیوں میں نہیں ہے۔

(۲۱) ترجمہ۔ تیری وصل کی قیمت اگر جان ہی ہو۔ تو میں خریدار ہوں۔ کیونکہ اہل نظر آدمی اچھی جنس کو صرف قیمت پر ہی
دیکھ کر خرید لیتا ہے۔

میسر۔ پینائی والا۔ دنیا۔ اہل نظر چشم بصارت نہ کہنے والا۔ غفلت مند۔ یعنی جان دیکر ہی تیرا وصل خریدنے پر تیار ہوں
کیونکہ اچھی چیز حسب قیمت پر ہی مل جاتی ہے۔ خرید لینی چاہتا ہوں۔

(۲۲) ترجمہ۔ میری آنسوؤں کی ابرو دریزی نہ کر کہ تیری سوا خدا ہی تجھے بہر دور کو امیر آنسوؤں کا کبیر چلے کر ہے۔
اور خاکستہ میر گرتی ہے۔

یعنی تیری فراق میں میں درد رہا ہوں۔ اور میرے آنسو خاکستہ میں گر رہے ہیں۔ تو میرے آنسوؤں کی انہماک آبرو کی کر

”دور از تو“، جملہ عامیہ محترکہ ہے۔ یعنی خدایہ حالت مجتہد دور رہے۔ فیصیب اعدا۔

(۹) ترجمہ۔ جہیز تیرے پہر کا چاند زلف کو پہنچ دیکھتا تھا۔ تو میری رات تیری سامنے دن کی طرح روشن ہو جاتی تھی۔ صبطح تیری زلفوں کی رات کو تیری چہرہ کا چاند روشن کرتا ہے۔ اسی طرح تیری رشتہ سدا کو دیدار میری رات ہی دن کی طرح روشن ہو جاتی ہے۔ دیکھو شعر دہ

(۱۰) ترجمہ۔ میری جان لیو پر اگر گیارہ مقفہ حاصل نہ ہوا۔ امید ختم ہوگی اور طلب ختم نہ ہوگی۔ ریا طلب کے حاسن

(۱۱) ترجمہ۔ اے آسمان زمانہ کو انقلاب سے یہ امید نہ رکھ۔ کہ صبح کی طرح زمانہ کی چہرہ پر اسی طرح غشی ہوینگے یہ شعر بعض پرانی قلمی دیوانوں میں نہیں ہے اور اس کی ترکیب بھی قدری مشتبہ ہے۔ مطلب یہ کہ زمانہ میں کشیدہ انقلابات ہوتے رہتے ہیں اور یہ امید نہیں کرنی چاہیے۔ کہ ہمیشہ خوشحالی رہے گی۔ چرخ کو اس واسطے مخاطب کیا ہے کہ انقلابات آسمان سے منسوب کیے جاتے ہیں اگر کسی مصرعہ کو اس طرح پڑھا جائے کہ ”نہ انقلاب زمانہ طمع مدار از چرخ“۔ تو یہ معنی ہوگا۔ کہ زمانہ کو انقلاب میں آسمان سے یہ امید نہیں رکھنی چاہیے۔ الخ۔

(۱۲) ترجمہ۔ میں جانتا ہوں۔ کہ میرا دل تیری زلف سے شوریدہ تھا۔ کہ تیرے چہرہ سامنے بجلی کی طرح اپنے اوپر ہنستا تھا۔ صبطح بجلی بادلوں میں مچتی ہے۔ اسی طرح میرا دل تیری زلف سے شوریدہ ہو کر بجلی کی مانند چمکتا تھا۔ ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

دل زلف تو شوریدہ بود تو دیدم

کہ پیش زلف بر خود چو بار بجلی

یعنی میرا دل تیرے چہرہ سے شوریدہ ہو کر تیری زلف کو سامنے سانپ کی طرح پیچ و تاب کہتا ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ تیرے لب لعل کو شوق میں حافظ نے یہ چند شعر لکھے۔ اس کی نظم کو توڑ دو اور بیویوں کی طرح اپنے کان میں ڈال۔۔۔ انہی اشعار کو بیویوں کی تشبیہ دی ہے۔ اور محشوق کی التجا کی ہے تو انہیں بڑھ اور سن۔ بیویوں کو آدینہ کان کیلئے مشہور۔ نظم۔ مروارید اور گوش کی رعایت ظاہر۔

غزل (۱۳)

۱ زخومی روی خوبت خوشتر باد
۲ دل شاہان عالم ز زرباد
۳ ہمیشہ غرقہ خون بگر باد

۱ جمالت آفتاب سر نظر باد
۲ ہمای زلف شاہین شہرت را
۳ دلی کو لبہ زلفت تنبہ شد

بنا حوں غمزہ ات ناوک کشاید	۴	دل مجروح من پیش سر باد
چو لعل شکریت بوسہ بخشد	۵	مذاق جان من نہ ویر شکر باد
مرا از تست ہر دم تازہ عشقی	۶	ترا ہر ساعتی حسن در گر باد

(۷) بجاں شتاق روی تست حافظ (۸)
ترا ہر حال شتاق نظر باد

(۱) ترجمہ - ترا ہر حال بہ نظر لعل و آفتاب - تو بصورتی سی تیرا تو بصورت چہرہ اور ز یادہ تو بصورت ہو۔

یعنی ہر نظر کو تیرا حال روشنی بخشد۔

(۲) ترجمہ - تیری شاہیں شہزادے کو ہاگو۔ پردوں کے نیچے تمام جہاں کو باد شاہوں کا دل ہو۔

شاہین - ایک شہزادے کی پرندہ کا نام ہے۔ شہسیر - بڑے اور مضبوط پرندہ والا۔ طاقتور۔

زلف مشتوق کو ہا اور شاہین شہسیر کا ہے۔ مطلب یہ کہ تمام باد شاہ تیری زلف کو دام میں گرفتار ہوں۔ ہاگو متعلق ہوا ہے۔ کہ جس شخص کو سر پر اسکا سایہ پڑے۔ وہ باد شاہ ہو جاتا ہے۔ اسلئے ہا اور شاہ کا تعلق ظاہر۔

مروجہ دیوانوں میں بجائے لفظ "زلف"۔ لفظ "اوج" ہے۔ مطلب وہی ہے۔ یہ نسخہ ایک قلمی دیوان کا ہے۔

(۳) ترجمہ - وہ دل جو تیری زلف کا اسیر نہ ہو۔ ہمیشہ خون جگر میں غرق رہے۔

ایک قلمی دیوان میں دوسرا مصرعہ اس طرح ہے "چو زلف در ہم وزیر و زبر باد"۔

(۴) ترجمہ - اے معشوق جب تیرا غمہ تیرا نکالتا ہے۔ تو میرا دل اسکو سامنے ڈھال ہو۔

ناوک - ایک چوڑا تیر۔ اسم تصغیر ناوہ۔ ناوہ بمعنی چوب محبت میان خالی۔ بعض محققین کہتے ہیں کہ دراصل ناوی تھا

یعنی وہ آہنی چیز جس میں تیر کہہ کر ایک مخصوص وضع سے کمان کی زد سے بند کر کے چلاتے ہیں۔ کثرت استعمال سے اسکو تیر کو ناوی کہہ لگو۔

مجازاً بطور اطلاق طرف بہ نظر دے۔ مطلب یہ کہ تیرا غمہ خدا کو میری دل پر لگو۔

(۵) ترجمہ - جب تیرا لب شیریں بوسہ عطا کری۔ تو اس سے میری جان کا مذاق پر شکر ہو۔

مذاق - چکھنا۔ چکھنے کی جگہ۔ قوت ذائقہ کا محل۔ کام۔ زبان۔ اسم ظرف از ذوق

مطلب یہ ہے کہ تیری لب شیریں کو بوسہ سے میری جان کی زبان شیریں ہو۔

(۶) ترجمہ - مجھے کو تجھ سے ہر دم تازہ محبت ہوتی ہے۔ خدا اگر وہ ہر ساعت تیرا حسن ہی بال ہو تو تازہ ہو گیا ہو

(۱۷) ترجمہ۔ حافظ جانِ تیرے چہرہ کا مشتاق ہے (خدا کرے) کہ تو مشتاقوں (عاشقوں) کے حال پر نظر عنایت کرے (نوٹ) اگر قلمی دیوان میں ایک شعر زائد ہے۔ وہ ہونگا۔

دلے کو عاشق روئش نگرود | ہمیشہ غرق در خون جگر باد

اس شعر کا مصرعہ ثانی وہی ہے۔ جو شعر نمبر (۱۲) کا مصرعہ ثانی ہے۔ اور شعر نمبر (۱۳) کا شعر ثانی کو در شعر نمبر (۱۲) کے شعر نمبر (۱۳)

غزل (۳۵)

چوریت مہر و مہ تاباں نباشد	۱	چو دقت سر و درستاں نباشد
خو لعل و لولوت در دلفروزی	۲	دور در یاد لعل کان نباشد
میان خط سبز لعل روشن	۳	عجب گر چشمہ حیوان نباشد
چو شہ قیستہ اشش خندد بجاہم	۴	چرا بادام من گریان نباشد
سوز از لعل تو کفر است دل را	۵	بروقی تر از ال ایساں نباشد
بتو نسبت نباشد هیچ تن را	۶	نہ تن بالہ کہ شکست جاں نباشد

(۱۷) اگرچہ بہت سے شاعرین شعر حافظ (۱۷)
 چو لعل و لولوت در دلفروزی نباشد

(۱) ترجمہ۔ تیرے چہرہ کی طرح چاند اور سورج روشن نہیں ہیں تیری فکد کا مقابلہ میں کی ہر ماہ نہیں۔ یعنی چاند اور سورج روشنی میں تیری چہرہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور سر دستان تیری قد بلند کو سامنے بیچ ہے۔
(۲) ترجمہ۔ تیرے لعل اور موتیوں کی طرح دلفروزی میں سمند کو موتی اور کان کا لعل نہیں۔ لعل سہم لولوب لعل اور لولوسہم لولودندان آباد مطلب یہ کہ دلکشی میں کان کا لعل تیرے لعل کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور سمندر کو موتی تیرے دانتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۳) ترجمہ۔ تیری خط سبز کو درمیان لعل شیریں (لب) تعجب ہے۔ اگر چشمہ آب حیات نہ ہو۔
تو شیریں شیریں شوب بونوش یعنی شہد۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ظلمات کو اندر چشمہ آب حیات درخشاں ہے اسی طرح تیری خط سبز کو اندر تیرے لب لعل بھی چشمہ آب حیات ہے خط کو بوجہ سیاہی اور سبزی کی ظلمات ہی

عزل (۳۶)

۱	چو آفتاب منی از مشرق سیالہ بر آید	۱	ز باغ عارض ساقی ہزار لالہ بر آید
۲	نسیم در سرگل شکند کلالہ سنبل	۲	چو در میان چین بوسی آل کلالہ بر آید
۳	حکایت شب ہجران آن شکایت حال	۳	کہ شمع زبانتش تصد رسالہ بر آید
۴	ز گردن آن نگون فلک مدار توقع	۴	کہ بی ملالت صد غصہ یک نوالہ بر آید
۵	گرت پونج نبی صبر مست زغم لوفان	۵	بلا بخود و کام ہزار سالہ بر آید
۶	بستی خود توان بردنی جو ہر مقصود	۶	خیال باشد کاس کار بی حوالہ بر آید

(۶) نسیم وصل تو گر بگذرد بترت حافط
(۶) ز خاک کالبدش صد ہزار نالہ بر آید

(۱) ترجمہ - جب شراب کا آفتاب سیالہ کو مشرق سے نکلتا ہے۔ ساقی کو خسار کی باغ میں ہزار لالہ پیدا ہوتی ہیں۔
سورج مشرق سے نکلتا ہے۔ اور اس کی گئی اور روشنی سے باغ میں چل شکستہ ہو جاتی ہیں شراب کا طلب ہے کہ جب سیالہ
کو مشرق سے شراب کا آفتاب نکلتا ہے۔ تو معشوق کو عارض پر ہزار لالہ پیدا ہو جاتا ہے یعنی معشوق جب
شراب پیتا ہے۔ تو اس کا چہرہ لالہ زار (سرخ) ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ شراب پینے سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے
شراب عشق سے ہی چہرہ پر نور آتا ہے۔
(۲) ترجمہ - نسیم پہول کو سر پر سنبل کی زلف کو توڑتی ہے۔ جب باغ میں سنبل (زلف معشوق) کی خوشبو آتی ہے
کلالہ - نسیم اول - موسیٰ مجیدہ - زلف - یہ لفظ کاف فارسی سے ہے لکھا جاتا ہے۔ سنبل تحقیق کیلئے وہ کچھ شرمندہ
مطلب ہے کہ جب ہمارے معشوق کی خوشبو باغ میں آتی ہے تو نسیم جو بجا خود ایک لطیف اور خوشبودار ہوا ہوتی ہے۔
پہول میں وہ خوشبودار سنبل میں دھبے و تاب بند کی جاتی ہے۔ جو زلف معشوق موجود ہے۔ اس لیے پہول اور سنبل دونوں
اس کو مقابلہ میں حقیر سمجھتی ہے۔ حقیقت میں سنبل کا بھی و تاب و پہول کی خوشبو حسن مطلق کا ہی ایک جلوہ ہے۔ اس لیے
جزو کا ان کا کہ ساتھ کیا مقابلہ ہو سکتا ہے۔

سنبل بتاے لالہ سیست و گل بنار
ایک جلوہ زان حال بگلزار آمد

ظہیر فارسی کا شعر ہے۔

اے شود در جان منبش شد اشک رخسار
گریہ بند حلقہ زلف گر ہسگر ترا

اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر تاج العیار

(۳) ترجمہ۔ شب ہجران کی حکایت ایسے حال کی شکایت نہیں کہ اس کے بیان کا ایک حصہ ہی سو سالوں میں آجائے۔
یعنی شب ہجران کے مصائب کے بیان کا ایک حصہ ہی سو کتابوں میں ختم نہیں ہو سکتا۔

(۴) ترجمہ۔ آسمان کے نرنگوں کو انچہ (دگر) سے امید نہ رکھ کہ سو غصہ کی طالت کو سوا ایک نوالہ ہی پہنچا حاصل
ظاہر ہے کہ نرنگوں کو انچہ میں کیا دھرا ہو گا۔ دور فلک میں ایک نوالہ حاصل کرنے کیلئے بیشک تکلیفیں دے دے
کرتی پڑتی ہیں۔ دیکھو شعر الف نپا۔ خاقانی شردانی و اسی مضمون پر کہا ہے

نہر است مرا غداے ہر روزہ	رسین کا سہ ترخوں پیر و زہ
وزد ہر سیاہ کا سہ در کام	صد سالہ غم است شراب یک روزہ
دہر است مکینہ کا سہ گردانے	از کینہ او خطا است در بودہ

(۵) ترجمہ۔ اگر تھو حضرت نوحؑ پیغمبر کی طرح غم طوفان میں صبر تو بلا مل جائیگی اور ہزار سالہ مدعا حاصل ہو
مطلب یہ ہے کہ اگر تو طوفان مصائب میں صبر نہ کرے تو آخر کار تو کامیاب ہو گا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور طوفان
نوح کا قصہ دور ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ہزار سال بتائی جاتی ہے۔ لہذا کام ہزار سالہ اور نوح کی رعایت ظاہر

کار ہا از صبر گرد دل پسند	خرم آن کز صبر باشند بہرہ مند
چوں در امتدادی بگرداب حرج	صبر کن والصبر مفتاح الفرج
صد ہزار ان کیمیا حق آفرید	کیمیا ہے ہجو صبر آدم ندید

(۶) ترجمہ۔ صرف، اپنی کوشش سے کوئی مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ یہ خیال غامض ہے کہ یہ کام بغیر حوالہ کو تکمیل سکتا ہے۔
حوالہ سپردگی۔ دوسرے کو کوئی چیز دینا۔ سپرد کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی مقصود صرف اپنی کوشش سے حاصل نہیں
ہو سکتا۔ خدا پر توکل اور اسکی عنایت پر انحصار چاہیے۔ اپنے کام اسکو حوالہ کر دیا نہیں اور نور ہایت کیلئے دعا کرنی
چاہیے۔ دیکھو غزل ۱۲۱ ردیف ہذا۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتی ہیں۔

حقا کہ کوشش تو بچائے نہ رسد	ترے نشتر ز جانب او ہر ز باج د
-----------------------------	-------------------------------

(۷) ترجمہ۔ اگر تیرے حوصلے میں حفا کی تربت ہو گزرتو تو میرا جسم کی فناک و سوز نہ لگا ہوں بلکہ میری

فی الحقیقت معشوق کو چہ کی ہوا سو ہی عاشق کی خاک میں جان پڑ جاتی ہے۔

غزل (۳۷)

۱	یو باد عزم سہر کوئی بار خواہم کرد	۱	نفس بوی خوشش مشکبار خواہم کرد
۲	ہر آبروی کہ اندوختم ز دانتش و دین	۲	نثار خاک کس بجگا خواہم کرد
۳	بہر نہ لی می و معشوق عمر مسگذرد	۳	بطاتم بس از امر و زکار خواہم کرد
۴	صبا نجاست کہ اس جان فوں گرفتہ ہو گل	۴	فدای نہت گیسوی یار خواہم کرد
۵	چو شمع صبح دم شد زہر اور روشن	۵	کہ عمر در سر اس کار و بار خواہم کرد
۶	بیا در چشم تو خود را خراب خواہم ساخت	۶	بنای عہد قدیم استوار خواہم کرد

(۷) اتفاق در رزق نبخشد صفای احاطہ (۷)

طریق رندی و عشق اختیار خواہم کرد

ز آنکہ شہر بہوئی طرح کوئی یار کا آلودہ کردنگا۔ نفس کو اسکی بوی مشکبار (خوشبودار) کردنگا۔

طلب تقرب حق بہو راہی۔

(۲) ترجمہ۔ عتیق عزت اور آبرو میں عقل اور دین سے حاصل کی۔ اس معشوق کو خاک لہ کے قربان کردنگا۔

عقل و دانش اور دین ایمان کا حاصل بس یہی ہے کہ ان تمام چیزوں کو عاشق اپنی معشوق کی راہ پر قربان کر دو۔ دانش

و دین اسی کو ہیں کہ انکو راہ عشق میں صرف کر دیا جائے۔ اور کس کام کو ہیں۔

(۳) ترجمہ۔ شراب معشوق کو دین پروردہ گندہ ساقی پر بیکاری بہت ہو چکی۔ رنج و سوز میں کام کر دنگا۔

مطلب یہ کہ شراب معشوق کو سوا عمر کا جتنا حصہ گذرے۔ اسی ہو وہ اور بیکار سمجھنا چاہیے۔ خواہ صاحب فرمائے کہ

بہا لست اب بہت ہو چکی ہے۔ آئینہ کام کر دنگا۔ یعنی مژدہ معشوق کا شغل اختیار کر دنگا۔ اسی منو کلیہ کو ہوشو درم

لا خفزی کا شعر ہے۔

آئینہ وقتت شمریم کہ پیش سرگرد

عمر من بدرخت ہزار ہر شمریم

(۱۴) ترجمہ - صبا کہاں سے کہیں اپنی جان کو بوجہ بول کی طرح خون گزشتہ ہو۔ زلف معشوق کی خوشبو پر قربان کر دوں گا۔
 بہو کو بوجہ سرفروغی خون گزشتہ کہا۔ عاشق کی جان میں صائب بھر سو خون گزشتہ ہوتی ہے باد صبا زلف معشوق کی خوشبو
 اڑلاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر باد صبا گیسوئے یار کی خوشبو مجھ سے تکلاؤ۔ تو اپنی جان کو اس خوشبو پر قربان
 کر دوں گا۔ بہو بول ہی باد صبا کو شگفتہ ہو تے ہیں۔ مشاہدہ ذات کو اشتیاق میں جان ہی کی آرزو ہے۔

(۱۵) ترجمہ - اس کی محبت سے شمع سحر کی طرح مچ معلوم ہو گیا۔ کہ میں کار بار محبت میں ہی عمر سحر کر دوں گا۔
 شمع صحیح دم۔ یعنی شمع آفر شب۔ شمع سحر ظاہر ہے کہ ہوشیاری کی مہمان ہوتی ہے۔ تمام عمر حل کر گزرتی ہے
 اور طلوع آفتاب کی وقت گل کر دی جاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمع صحیح دم کی طرح میں شب ہی کار بار عشق
 میں عمر گزار رہی ہوں اور آفتاب جلال کو نکلنے پر میرا ہی خاتمہ ہو جائیگا۔ نقطہ ہر لمحہ محبت آفتاب ہے۔ یہاں تو معانی کیوں
 اشارہ ہے۔

شمع اخیر شب ہوں سن گزشتہ میری	پیر صبح ہو ڈنگ تو نقشہ ہی شمع میری (میر تقی)
(۱۶) ترجمہ - تیری آنکھوں کی یاد میں ہی آپ کو خراب کر دوں گا۔ عہد قدیم کی بڑا کو مضبوط کر دوں گا۔ یعنی تیری مست آنکھ کی یاد میں میں مست اور خراب ہو جاؤں گا۔ اور صبح الست کو وعدہ کو مضبوط کر دوں گا۔ یعنی تیری عشق میں مست رہوں گا۔ عہد قدیم سے مراد وعدہ قالو بی ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں	
من ازل جا کہ در روز ازل نوشیدہ ام	بچھاں سر مست خواجہ بود تار و زشور

(۱۷) ترجمہ - اے حافظ نقاشی اور ریاضی کا کسی سہول کی محنت ہی حاصل نہیں ہوتی۔ میر نے یہی ارشاد فرمایا کہ غرضتہ اختیار نہ کر دوں گا
 یہاں خواجہ صاحب نے پھر اہل ان ریاکار اور زندان بادہ خوار کا مقابلہ کیا ہے۔ مطلب یہ کہ زہد و اتقا جس میں ریا
 کی بو ہو۔ آئینہ دل کو تیرہ کر دیتا ہے۔ روشنفیوری حاصل کرنا کہ محض دسی ہے کہ طریقہ رندی یعنی عشق اختیار کیا جاوے۔
 خواجہ صاحب طریق رندی سے ہمیشہ مراد عشق اور عشق کی مستی لیتے ہیں بلکہ زہد خشک و اتقا ریا آمیز۔

غزل (۳۸)

چہستی سرت ندانم کہ رو با آورد	۱ کہ بود ساقی وایں بادہ از کجا آورد
دلناو غمخیز شکست ز کجاست بستان مکن	۲ کہ باد صبح نسیم گریہ شکستہ آورد
رسیدن گل و شرین بخیر و خوبی باد	۳ بنفشہ شاد و خوش آمد سخن صفا آورد

۴	سر آئینہ کے طیب آمد و دوا آورد	۴	علان صفت دل با کرشمہ ساقیت
۵	کہ مرده طرب از گلشن سبا آورد	۵	صبا بخو شخیری بدید سلمان ست
۶	کہ در میان غزل قول آشنا آورد	۶	چہ راہ میزند این مطرب مقام شناس
۷	کہ مرغ نغمہ سر اساز خوش نوا آورد	۷	تو نیز بادہ بچنگ آر و راہ صحر اگیر
۸	حر اکہ دعلہ تو کردی و ا دجا آورد	۸	مرید مر مخاتم زمین مرغ ای شیخ
۹	کہ حلقہ بر من سکین یک قبا آورد	۹	بہ رنگ تپشچی ترک شکری نازم

(۱۰) شکستہ دل حلقہ کسوں بلع کند
(۱۱) کہ التیجا بدرد دولت شما آورد

(۱) ترجمہ - میں نہیں جانتا یہ کیسی تھی ہے جو ہم پر اپنی ساقی کون تھا اور یہ شراب کہاں سے لایا۔
مطلب یہ ہے کہ مستی عشق ایک عجیب قسم کی مستی ہے معلوم نہیں یہ کس شراب سے پیدا ہوئی ہے اور ساقی کون ہے۔ ظاہر ہے کہ خواجہ صاحب کی مستی شراب انور سے نہیں بلکہ شراب عشق سے پیدا ہوئی ہے اور شراب عشق اور اسکو ساقی کی پوری حقیقت ہی کسی کو معلوم نہیں۔

(۲) ترجمہ - اے دل غنچہ کھیرچ اپنے جنت کی شکایت نہ کر۔ کیونکہ باد صبح نسیم گرہ کشا کو لائی ہے۔
خواجہ صاحب اپنے دل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اپنے لہیب کی لہجہ کی شکایت نہ کر کیونکہ آخر کشائش کا حاصل ہوگی۔ صبح صبح کی ہوا غنچوں کو شکستہ کر کے پھول بناتی ہے اور ان کی لہجہ کو دور کرتی ہے۔ اسی طرح فیض کی نسیم تیری غنچہ لہیب کی شکستہ کر دے گی۔

در فریق دست منتشیر از کشائش نا امید این
برنگ نازد از غزل جو روید غیب را اینجا

(۳) ترجمہ - پہول اور سرین کا پہنچنا خیر و خوبی ہے جو بختہ شاد اور خوش آیا اور چنبلی صفائی لائی۔
سرین - سیوٹی کا پہول پہلے شعر اور اس شعر میں تسلسل مضمون ہے مطلب یہ ہے کہ نسیم بہاری اب غنچوں کو شکستہ کر کے پہول بنا رہی ہے۔ باغ میں گل اور سرین کی آمد آمد ہے۔ بختہ شاد و خرم زمین میں جو چکا ہے۔ چنبلی اپنی نزاکت۔
الطافت اور صفائی لیکر آہنی ہے۔ زندان بادہ پرست کی عیش کا وقت ہے اور عاشقوں کی تفریح کا موسم۔
۴) ترجمہ - ہمارے دل کو صفت کا علاج ساقی کا کرشمہ ہے۔ سر آٹھا کے طیب آیا اور دوا ساقی لایا۔

عاشقوں کو شراب عشق مفرج القلوب کا نام دیتی ہے اور اس مفرج کو استعمال کر کے وہ ہمہ جا سب ہوا پیما

ہی۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر ت ۹

(۵) ترجمہ۔ صبا خوشخبری پہنچاؤ میں ہے، سلیمان (کو برابر) ہے کیونکہ وہ عیش طرب کی خوشخبری گلشن سبکدلی ہی پر ملے۔ صبا۔ سلیمان۔ کیلئے دیکھو شعر ت ۱۰

صبا موسم بہار کی خوشخبری لاتی ہے۔ اور یوں ہی قاصد صبا دیار معشوق سے تازہ و پیام لاتی، میں شہور معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ غزل کسی خاص حالت میں لکھی ہے جبکہ اسرار معرفت اور حریم راز کو دروازوں پر کھلے تو عاشق کیلئے یہ ہی ایک خاص طرب کا مقام ہوتا ہے۔
(۶) ترجمہ۔ یہ مقام شناس طرب کیا (اچھا) گاتا ہے۔ کہ غزل کو درمیان معشوق کی بات لے آیا۔
راہ نہ دن۔ سرو دکھنا۔ گانا۔ فارسی محاورہ ہے۔

مطرب مقام شناس سے مراد وہ مطرب جو حسب حال اور حسب مقام اور مناسب وقت گانا گائے مطلب یہ ہے کہ مطرب مقام شناس ہو اور بہت اچھا گاتا ہے۔ کیونکہ اس نے غزل و محافل و معارف عشق کی لغت سرائی ہی کر دی۔ حقیقت میں خواجہ صاحب اپنی پر محافل اور محافل و معارف سے بہری ہوئی غزل کی تعریف کر رہے ہیں فی الواقعہ یہ غزل انہماک اعلیٰ اور بے غش و غش سلوی سے بیان کیا گیا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ تو ہی شراب (کی صراحی) ہاتھ میں لے اور صحر کار ستے۔ کہ مرغ لغتہ سر خوش آواز ساز لایا ہے۔
مرغ لغتہ سے مراد بلبل مطلب یہ ہے کہ بلبل باغ میں موسم بہار کے خوشی و شادی سے سرگرم ہو کر ہر گونہ کھیل باغ کا رستہ لیتا چلا۔ دیکھو شعر ت ۱۱

موسم بہار کی گستاخ کہ رزم صبح (سعدی) بلبلان را بہ چین نالہ و غوغا برخاست

(۸) ترجمہ۔ میں میرغاں کا مریہ ہوں۔ اسے شہنشاہ بھی نہ ناراض نہ ہو۔ کیونکہ وعدہ تو توڑ گیا اور اسکا ایفا اس نے نہ کیا۔ یعنی اس شہنشاہ اگر میں میرغاں کا مریہ ہو گیا ہوں۔ تو توڑ خیز نہ ہو۔ کیونکہ جب میں تیری مریدی اختیار کی تھی تو وعدہ کیا تھا۔ کہ میں تجھے اسرار معرفت سے آگاہ کر دوں گا۔ مگر تو نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ البتہ میرغاں نے مجھ پر ان تمام اسرار سے واقف کر دیا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اگر آپ کو مرید ہو کر کچھ حاصل نہیں۔ شراب و خمر صرف میرغاں کو پاس ہے۔ خشک ہوا و عشق کا مٹا منظور ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعر الف ۹۔

(۹) ترجمہ۔ میں لشکر کی ترک کی تنگ چشمی پر نازان ہوں۔ جس نے مجھ ایک قبا وے مسکین پر حملہ کیا۔
سپاہی کا قاعدہ کہ وہ کچھ مسلمان آدمی پر حملہ نہیں کرتا۔ جب کہ مزین مخالف ہی زہر و بکتر میں ہو اور مسلح نہ ہو مثلاً بلہ کا لطف نہیں ہوتا۔ اگر کسی ترک نے مجھ پر مسکین جس کے جسم پر صرف ایک کپڑا تھا۔ حملہ کر دیا۔

عشق بیک خوشنما شد جوان شیر
گل با به بزم خسته ز خار اختیار نیست (حداد شیر)

(۱) سرچشمه - آسمان حافظ کی غلامی اب خوشی سوختا - کیونکه حافظ اب تیری در دولت پر التجا لایا -
طوع - رغبت - اطاعت - فرمان برداری - طوعاً از روی اطاعت و فرمان برداری -
مطلب یک - کیونکه حافظ خود معشوق کی آستان پر رکبدا - اسلوب آسمان بی حافظ کی زیر فرمان ہو گیا -
تنبیه - اگر انسان خدا کی اطاعت قبول کری - تو تمام چیزیں اس کی مطیع ہو جاتی ہیں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرامی معنون
یرایک حکایت منظم لکھی -

یکی دیدم از عروہ رودبار چنان چو ل از ان حال بر من نشست تقسیم کتاں دست برب گرفت تو ہم گردن از حکم داور بیج ره ابر است رواز طریقت تاب	کہ پیش آمد م بر یک سوار کہ تر سیدیم پائے رفتن بیدت کہ سعدی مدار آنچه دیدی شکفت کہ گردن نہ بخد حکم تو بیج بنہ گام دکام کہ خواہی یاب
---	--

غزل (۳۹)

چو دست بر سر زلفش زخم تاب رود	۱	در آشتی طلسم بر سر عتاب رود
چو ماه نوره نظر ارگان تپا رہ	۲	زند گوشه ابرو در نقاب رود
طریق عشق بر آشوب فتنه است دل	۳	بیتد آنکہ دریں راه بشتاب رود
کدائی در جانان سلطنت مفر و دش	۴	کسے ز سایہ ابرو بافتاب رود
حباب را چونند باد نخوت اندر سر	۵	کلاه داریش اندر سر ابر رود
شب نیراب فراجم کند بیداری	۶	وگر بر دوشکایت کنم خواب رود
مرا تو عهد کن خواندہ و میترسم	۷	کہ باتو روز قیامت سخن خطاب رود
دلا جویر شدی حسن و ناز کی مفر و دش	۸	کہ اس معاملہ با عالم شباب رود
سواد ناتمہ موسی سیاه پوشد طے	۹	ساقش کم نشود و رکب انتخاب رود

۱۰. آلود و حجاب لودی حافظ از زمین کین (۱۰)

(۱۰) خوشا کی کہ دریں راہ بی حجاب و (۱۱)

(۱) ترجمہ۔ جب میں اس کو سزاؤں کو دیا تب ہی کہتا ہوں وہ بیچ و تاب کہتا ہی اور اگر میں صلح کا اظہار کرتا تو صلح کا اظہار کرتا ہی۔

زلف و تاب کی رعایت نہ تھی۔

(۲) ترجمہ :- ادا کو کپڑے بچاؤ دیکھو والوں کو گوشہ ابرو سے لٹتا ہے ۔ اور پھر نقاب میں ہوجاتا ہے ۔
 انتظار گاہیں ۔ انتظار گاہیں ۔ دیکھو والی ۔ یہ تجھ سے تشدید ۔ ظلم مستعمل ہوتا ہے ۔ از انتظار کی سبکدوشی ۔ دید بانی کرنا
 مجاز ادا کیجئے والا ۔ ماہ فوہ یعنی ہلال ۔ ہلال بہت تھوڑی دیر کیلئے سامنے آکر پھر غائب ہوجاتا ہے یہ عشق ہی اسی طرح
 جلوہ فرمایا کرکے پردہ سر ہوجاتا ہے ۔

دولارے نمایاں دیر ہز مکتبی | بازار غیش و آتش تاثیر مکتبی

راہِ زند۔ یعنی اس پر کی کرتا ہے۔ ٹوٹا ہے۔ مارتا اور گوشہ ابرو کی مشابہت ظاہری ظاہر ہے۔

(۳) ترجمہ۔ اے دل عشق کا رستہ پُر آشوب فتنہ ہے۔ جو شخص اس رستہ میں چلے گا وہ جگہ جگہ تاجر۔

راه سراز جا و تو زان کج صر	ساجه رود موغ غبیریل در	(راغبر در)
----------------------------	------------------------	------------

(۱) هر که به معشوق خود وادگی گدائی سلطنت کو بداند هیچ کس کو نمی آرد می رسد وانه کسانیه آفتاب طیف جاتا ہے۔
 دوسرے مصرعے میں استقبال افکار سے یعنی کوئی شخص در معشوق کو سنانہ کو چھوڑ کر دھوپ میں آفتاب طیف نہیں جاتا ہے کیونکہ
 اس وادگی گدائی بادشاہی سے ہی ہوتا ہے۔ اگر دوسرے مصرعے کو استفہامی معنی نہ دیں جائیں تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ انسان اس
 دروازہ کو سنا یہ ہی آفتاب تک پہنچ جاتا ہے یعنی کمال در رفعت حاصل کرتا ہے۔ اسلئے اس دروازہ کو نہ چھوڑے کس معنی یار و
 رفیق و مرید نہ تیر و مطلق آدمی۔

(۱۵) ترجمہ۔ حباب کے سر میں جب غور کی؟ ابھرتی ہے۔ تو اسکی کلاہ داری سب میں مل جاتی ہے۔

حباب - پانی کا بلبل - غوزہ آب - پانی میں ہوا بھرجانے کی شکل بنتی ہے - شعر کا - مطلب یہ ہے کہ پانی کی قطروں کو
سر میں جب غور اور محکمی کی ہوا بھرجاتی ہے اور پھر نیست فنا ہو جاتا ہے اور سب کی طرح جہاں حباب پہ پانی نظر آتا تھا
اب اس پانی کا نام نشان کی بات نہیں رہتا - حباب شکل کلاہ ہوتا ہے - لہذا کلاہ و دریش کہا - مراد کلاہ کی رعایت ظاہر -
ناصحانہ انداز کا شعر ہے - حاصل کلام یہ ہے کہ آدمی کو غور و تدبیر کی کیا پیڑ - غرور کا انجام بُرا ہے -

تراضع سر رفت افزاد دت بگردن فتنه سرکش شد خو	مکبر بجاگ اندر انداز دت بلندیت باید بلندی مجو
<p>(۹) ترجمہ۔ شراب کی رات بچیداری و خواب کرتا ہوں۔ اور گردن کو (اسباب کی) شکایت کرتا ہوں تو سوجاتا ہے یعنی جن رات میں شراب پی ہوئی ہوتی ہے اور سونا چاہتا ہوں۔ بچو سو نہیں سیتا اور اگر بک وقت اسباب کی شکایت کرتا ہوں تو وہ سوجاتا ہے اور شکایت نہیں سنتا۔ مطلب یہ ہے کہ جو کچھ کرتا ہے میری خواہش کو برخلاف کرتا ہے۔</p> <p>(۱۰) ترجمہ۔ بچ تو نہ ہو کہ دشمن دیو فاع کہتا ہے۔ اور میں کرتا ہوں کہ روز قیامت تجھ ہی خطاب ملیگا۔</p> <p>یعنی دنیا میں تو بچو فاکہتا ہے۔ مگر قیامت کے روز جو انصاف کا دن ہوگا۔ بچو تو فاکہینگے۔ گویا فی الواقع بچو فاکہتا ہے۔</p> <p>(۱۱) ترجمہ۔ اے دل جب تو بولو کہ ہو گیا تو جس اور مذاک کا اظہار نہ کر کیونکہ یہ حاملہ صفت عالم شباب کے نشان ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سالی اور رعنائی شہر سرکش کی چاہ ہے جو ان کی باتیں ہیں۔</p>	
شکست بیک قیامت ہمز رعنائی	دران دیار کر زادی ہمز آن جانی
<p>اسی مضمون پر امیر خسرو نے کہا ہے۔</p>	
پیری و شاہد پرستی نا خوش است	خسرتا کے پریشانی ہمز
<p>(۱۲) ترجمہ۔ سیاہ بالوں کی کتاب مسودہ جب ختم ہو گیا تو اگر سو انتخاب ہی کیا جائے۔ تو بیاض کم نہیں ہوتا۔</p> <p>سوار۔ یعنی سیاہی (۱۳) مسودہ ج طے۔ بالفتح و تشدید جھیف یا (۱۴) پٹنا۔ ختم کرنا (۱۵) ایک عیاری کا نام ہے جس سے بال ہزار ہو جاتے ہیں۔ بیاض۔ بالفتح (۱۶) سفیدی (۱۷) سادہ سفید اور اراق کی کتاب (کاپی) جو عموماً اس غرض سے لکھی جاتی ہے کہ دوسرے مصنفوں کا کلام اور مختلف شعر و اشعار انتخاب کر کے اسمیں لکھیں جائیں۔</p> <p>شعر کا مطلب یہ کہ جب بالوں کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے پھر سفید بال نکلاؤ تو سفیدی میں کمی واقع نہیں ہو سکتی۔</p> <p>سوار۔ نامہ۔ بیاض انتخاب میں صفت مراعات النظیر ہے۔ اس شعر میں لفظوں کا انتخاب اور طرز بیان خواجہ صاحب کی قادر الکلامی پر دل میں۔ بیاض جھیف مضامین اور مختلف اشعار سے ہر جاتا ہے۔ تو اسمیں انتخاب کر کے جو کچھ کو کم کر سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ سفید بالوں کا بیاض اگر اس سے سفید بال نکال ہی دجو جائیں (یعنی انتخاب کیا جائے) تو ہی ختم میں کم نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ سفید بال چن چن کر نکلاؤ تو کچھ فائدہ نہیں اور سفید بال نکال دیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سفید بالوں کی کتاب جب ایک دفعہ ختم ہو جاتی ہے۔ تو پھر سفید بالوں کی کتاب کو کسی طرح حجم میں کم نہیں کر سکتے۔</p> <p>(۱۳) ترجمہ۔ اے دل جب تو بولو کہ ہو گیا تو جس اور مذاک کا اظہار نہ کر کیونکہ یہ حاملہ صفت عالم شباب کے نشان ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سالی اور رعنائی شہر سرکش کی چاہ ہے جو ان کی باتیں ہیں۔</p>	

مطلب یہ کہ خودی قلب موجود ہو۔ خدا کا مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا۔ پردہ خودی کو مٹا دو اور خدا کو دیکھ لو۔
خدا اور انسان کو درمیان اور کوئی پردہ نہیں۔ انسان خود یعنی اسکی ضلالت میں جمائی ہوئی پردہ میں۔ جو انسان اور خدا
کو درمیان غائل ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شہود میں مسلمان خود بخود گنہگار	کہ جزو وجود تو اور احباب دیگر نہیں
---------------------------------	------------------------------------

یہ شعر بھی اسی قصیدہ سے ہے۔

زمنہ لالت ہوس گر بدوں ہی قدمے	نزول در حرم کسب یا تو اتنی کرد
-------------------------------	--------------------------------

تفسیر کیا کیو دیکھو شعر (دیکھو)۔

غزل (۱۴)

۱	حالی نوشتیم و شد ایامی چند	۱	قاصدی کو کہ فرستم تو بیخامی چند
۲	ما بدن مقصد عالی تو انہم رسید	۲	ہاں مگر تیر نہ لطف تھا گامی چند
۳	چوں می از خم بسوتر و گل افگند نقاب	۳	فرست غیش بھدار و بزن جامی چند
۴	قند آمیختہ با گل نہ علاج دل ماست	۴	بوسہ چند بیامیزد شامی چند
۵	ای گدایان۔ ایات خدا یار شہاست	۵	چشم الغام نہارید ز انعامی چند
۶	زاہد از کو چہ رندان سلامت بگذرد	۶	تا خواست نکند صحبت بدنامی چند
۷	عیب می چہ گھٹی بہر شش نہر بگو	۷	نفی حکمت مکن از بھزل عامی چند
۸	پیر میخانہ چہ خوش گفت بدوی کش و نیش	۸	کہ مگو حال دل سوختہ با خامی چند

(۹) حافظ از تابخ مہر فروغ تو بسو
(۹) اکامکار نظری کن سوی نکامی چند

(۱) ترجمہ ہے۔ کئی دن ہوئے۔ کہ ہم نے اپنے حسب حال کچھ نہیں لکھا۔ قاصد کہاں ہے کہ تمہاری طرف چند پیغام بھیجوں۔
یعنی مدت ہوئی کہ ہم مشتوق کی طرف کوئی خط اپنے حسب حال نہیں لکھا۔ اگر کوئی قاصد مل جائے تو بتا دے کہ ہم بھیجیں۔

بعد از یوں میں ”نورِ شمیم“ کی بجائے ”نورِ شمس“ ہے اور ایک فلمی دیولن ”میں فائدہ“ کی بجائے ”محرے“ ہے۔

(۲) ترجمہ۔ ہم اس عالمی مقصد تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں البتہ اگر تیرا لطف کچھ قدم اگڑ بڑھائی (تو پہنچ سکتے ہیں)۔

مطلب یہ ہے کہ ہم منزلِ مقصود تک صرف اسی صورت میں پہنچ سکتے ہیں کہ تیرا لطف بہتالی کرے مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ایہیست پر از خطر رہ عشق	انجامہ رہ سزاں بے باک
لے بدر قد غایت تو	نتوان شد ازیں رہ خطرناک

اسی مضمون کی دیکھو شعر د ۳۲۱۔

اگر از جانبِ عشوق نہ باشد شے	طلب عاشقِ محب رہ بجائے نرسد
------------------------------	-----------------------------

(۳) ترجمہ۔ جب شرابِ خم سے سبویں پہنچی اور پیول کا لقا بڑھا دیا تو عشق کی جہالت نے غمگین ہو کر پھر سے چڑھ گیا اور سبویں اولِ خم ثانی۔ آوند آب۔ گہڑا۔ شراب کی صراحی۔ سبویں درستی۔

مطلب یہ کہ جب شرابِ خم (مسکا) کی نکل صراحی میں پہنچی اور موسم بہار ہو تو اس وقت کو عنایتِ جان اور چند سا لٹو پی پی لے۔ یعنی ایامِ شباب میں جو کرنا ہو کر لے۔

فتیبتوں کو دسے اپنی اب بہت سی گلگاہ	کچھ کر ہو تو تو عاشقِ حیا میں رہا
-------------------------------------	-----------------------------------

(۴) ترجمہ۔ پیول کی طاقت ہمارے دل کا علاج نہیں بلکہ چند بوسے چند گالیوں سے ملا کر دی۔
قند آئینہ با گل۔ گلشنِ مشہور و دامنِ مفرحِ قلب ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے دل کا علاج گلشنِ نہیں بلکہ قند کی جگہ بوسے اور گل کی جگہ پند و شنام ملا کر دو۔ ہمارے دل کا یہی علاج ہے پیول یعنی اللہ میں قدر کی تلخ ہوتا ہے اور دشنام ہی اور قند و بوسہ ہر دو شیریں ہوتے ہیں اس لیے خواجہ صاحب نے گلشن کا اچھا بدل تجویز کیا ہے۔ دیکھو شعر د ۳۲۲۔

گالیوں میں ہی توں کو ہر مزا	اک ہنر ہے عیب ہی ان کے لٹو
-----------------------------	----------------------------

(۵) ترجمہ۔ اے خرابات اگر خدا تمہارا مددگار ہو۔ ان چند جانوروں سے انعام کی امید نہ رکھو۔
انعام۔ بالکسر لغتِ بخشش۔ نازک کرنا زیادہ ہونا۔ انعام۔ بالفتح۔ چہار پا۔ جانور حیوان۔ کتبِ نعم لغتین مطلب یہ کہ گردنِ بادہ پرست یعنی عاشقانِ فرطِ عالم کا معاون اور مددگار خدا ہوتا ہے اس لیے انکو سفید دنیا داروں سے انعام کی امید نہیں رکھنی چاہیو۔ اور زاهدانِ دنیا کا رے قدر دانی کی توقع نہیں ہونی چاہیو۔ انعام اور انعام میں صنعت تجنیس محرف ہے۔

لسان الغیب کی اس غزل پر لسانِ العصر حضرت اکبر کی غزل بھی دیکھو۔

مومنان را بجز شمشدہ دشنامے چند	طہران را سہ اوصاف شتابا خوانند
چشم پوششہ زلفت ہے غولکے چند	غیرت دیں لغز و شمشدہ یک غزہ کفر
چہ کہنی ناز بہ نامے وہ بہ خدا سے چند	روح خود را چو سپردی بغلامی حریت
قدیم ہم نہ نپدر در درہ این خامے چند	پختہ وضعی کہ خدا عقل و تہیز پیش داشت
ہاں تو از بادہ شیراز بن جاے چند	در و این نغمہ حافظ کن و خوش باش اگر

لے گدایان خرابات خدا یار شماس
چشم انعام مارید ز انعامے حید

(۶) ترجمہ۔ لے زاہد رندوں کو کچھ بھی بچ کر جا تا کہ بچران چند بدنام آدمیوں کی صحبت خراب نہ کر دے۔
یعنی او زاہد رندوں میں سے بچ کر نکل جا۔ کیونکہ یہ لوگ بدنام ہیں۔ ان کی صحبت سے تو بھی کھینچ نام نہ ہو جا۔ حقیقت میں
یہاں بھی خواجہ صاحب نے حسب معمول رندوں کی بدنامی اور زربان ظاہر ار کی باطنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔
(۷) ترجمہ۔ شراب کا عیب تو نے تمام بیان کر دی۔ اس کے ہنر ہی بیان کر دی۔ چار عوام کی دلداری کیلئے حکمت کی نفی نہ کر۔
مشہور کہ فعل الحکیم لا یخلو عن المحکمۃ یعنی حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اگرچہ بظاہر حکیم کا کوئی فعل
میں خلاف مصلحت نظر آئے مگر حقیقت میں اس میں ہی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ پس خداوند کریم جو بہت بڑا حکیم ہے
اگر شراب کو پیدا کیا ہے۔ تو جہاں اس میں عیب ہیں وہاں کوئی ہنر ہی ضرور ہوگا۔ کیونکہ محض ضرر رسان اور مطلق محبوب چیز خدا
کبھی پیدا نہیں کرتا۔ پس انجمن شراب کے عیوب بیان کر دیں۔ وہاں اس کا فوائد بھی بیان کر دیں۔ قرآن شریف سورہ بقرہ میں ہے۔
یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْ مَضَىٰ فَغَرَفَ لِلثَّانِ وَالْأُولَىٰ مَا الْكَافِرُ مِنْكُمْ قَبِيحٌ جِدًّا۔ (سوال کرتے ہیں۔
تجہ یہ شراب اور قمار کے متعلق کہو کہ یہ دونوں سخت گناہ ہیں۔ ان میں لوگوں کو لٹو فائدہ ہی ہیں۔ مگر ان کا گناہ ان کو فائدہ ہی
سخت تر ہے۔) پس شراب کو فوائد مثلاً اشتعال حرارت غریزی بہم طعام۔ تواضع۔ سخاوت۔ جرأت وغیرہ بھی بیان کر دیں۔
نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس انکار سے نفی حکمت لازم آتی ہے۔ اسلامی عوام الناس کو خوش کر کے کیلئے حکمت کی نفی نہیں کرنا چاہئے۔
(۸) ترجمہ۔ پیر پتھی نے اپنی دردناک شہ سو کیا اچھی بات کہی۔ کہ اپنی جلو ہو دل کا حال ان چند خام (طبع) لوگوں سے بیان نہ کر
مطلب یہ کہ کہ راہ عشق خام طبع لوگوں پر ظاہر نہیں کرنا چاہئے۔ دل جلوں کے دل کا حال صرف دل جلو ہی سمجھ سکتے ہیں۔
دوسرے لوگ جو نہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اسلامی ان کے سامنے نکات عشق کا بیان کرنا ضرر رسان دیکھو شریف الہی ہے۔
(۹) ترجمہ۔ حافظ تیرے سوج کو فروغ والی چہرہ کی تاب سے جل گیا۔ اے کامکار ہم چند نامکاموں کی طرف ہی ایک نظر کر۔

مہر فروغ صفت رخ موصوف - آفتاب کی تاب سے چیزیں جل جاتی ہیں - معشوق کا چہرہ بھی آفتاب کی طرح روشن
اور درخشان ہے - جس کی تاب سے عاشق جل جاتا ہے - لیکن معشوق کی ایک نظر عنایت سے دوبارہ موصوفہ جان عاشق کی جان
تروتازہ ہو جاتی ہے -

غزل (۱۱)

۱	حسن تو ہمیشہ درخیز باد	۱	رویت ہمہ سال لالہ گوں باد
۲	اندر سرمن ہوا کی عشقت	۲	ہر روز کہ ہست درخیز باد
۳	قد ہمہ در بستران عالم	۳	در خدمت قامت نگوں باد
۴	ہر سو کہ در چین بر آید	۴	پیش الف قدت یوں باد
۵	چشمے کہ نہ فتنہ تو باشد	۵	از گوہر اشک غرق یوں باد
۶	ہر جا کہ دلست در غم تو	۶	لی صبر و قرار ولی سکوں باد
۷	چشم تو زہر دلربائی	۷	در شیبہ سحر و فتوں باد
۸	ہر کس کہ بہ نجر تو نسازد	۸	از حلقہ وصل تو بروں باد

لعل تو کہ ہست جان حافظ

(۹)

(۹)

دور از لب خیریں دوں باد

اس غزل کو تمام اشعار دعائیہ ہیں - معشوق کو حسن کی روز افزونی اور گرم بازاری کیلئے دعا ہے -

(۱) ترجمہ - تیرا حسن ہمیشہ زیادتی پر ہو - تیرا چہرہ تمام سال لالہ کی طرح رہے -

یعنی ہمیشہ لالہ کی طرح سرخ - شگفتہ اور خوش و خرم رہے -

(۲) ترجمہ - میرے سر میں تیرے عشق کا سونہرے روز بروز زیادہ ہوتا جائے -

ہر روز کہ ہست - یعنی روز بروز - آج سے کل زیادہ -

(۳) ترجمہ - جہاں کو تمام معشوقوں کا قد - تیرے قد کی خدمت میں جھکا ہوا ہو -

یعنی تمام حسنینوں کا قد تیرے قد بالا کو مقابلہ میں خمیدہ ہو - خدمت میں جھکنا مشہور -

(۱۴) ترجمہ - جو سر و باغ میں لگا - تیری فکر و الفت کو سامنے لوں کی طرح ہو۔
یعنی جو سر و باغ میں پیدا ہو - تیری الفت (۱) جیسو است اور سہی قد کو مقابلہ میں فوں (۲) کی طرح خمیدہ ہو
سر و سہی قدی میں ہو رہی - ملا زبانی محاصرہ مولوی حامی کا شعر ہے

قائمیت سہو رفتار چو نمبیا دکن	سرور بستہ خود سازد و آزاد کند
خواجہ بہمن شاہ کا بیچن کا دیوانہ انشکد و وحدت چپ کر شائع ہو چکا ہے فرماتی ہیں۔	
قائمیت چوں الفت تو بہو دی	انقدر افلاک خانہ فوں شد

(۱۵) ترجمہ - وہ آنکھ جو تیری عشق نہ ہو - آنسوؤں کو گوسہری فوں میں غرق ہو۔
فقتہ - ۱۱ غلاب - دیو لگی (۱) اصطلاح میں معنی عاشق - زلفیہ زوہ یعنی معشوق ہی استعمال کرتی ہیں یہاں معنی عاشق
آیا ہے - مطلب یہ کہ جو آنکھ تیری عاشق نہ ہو - ہمیشہ فوں کو آنسو روتی رہے۔
(۱۶) ترجمہ - جہاں کہیں بی کوئی محل ہو وہ تیری غم میں - بے ہمتی قرار اور بے سکون رہے۔
یعنی تمام دل تیری عشق میں سہارا رہیں - در غم تو - دوسرے مصرعہ کے متعلق ہے۔
(۱۷) ترجمہ - تیری آنکھ در بانی کیلید و سحر کو شہود میں کئی فوں کی استاد ہو۔
خود فوں - صاحب ہنر - فوں - جمع فن - علوم و فنون کا ماہر فن یعنی ہنر - کرتب - مکر - فریب - دھوکا۔
چال - دم - مثلاً

ہوش و خرد گونگہ سحر فن کے ساتھ	اب جو ہے اپنی بات سودیوانہ پر کچھ
--------------------------------	-----------------------------------

مندرجہ ذیل شعر میں ہی لفظ فن انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

معتد جو کہ ہوں اس حتم سیکہ کم ہیں	فقتہ پر دازی جو کہتی ہیں فن پر کس کا
-----------------------------------	--------------------------------------

سحر کا مطلب یہ کہ تیری آنکھ عاشقوں کی در بانی کیلید و سحر و سحری کو حملہ فن و فریب میں ماہر ہو۔
(۱۸) ترجمہ - جو شخص تیرے کچھ کا متحمل نہ ہو - وہ تیری وصل کو حلقہ سے باہر رہے۔

ساز و ساز مصداق ساختن - ہر چیز یا بجالی یا کچھ ساختن - کسی چیز یا حالت یا شخص کی ہوا کرنا - برداشت کرنا - تحمل کرنا مثلاً

اگر دشمن سازد باتو اے دوست	اترا باند کہ با دشمن بازی
بہر سازائی در ساز و دل در نا فوئی خوش کن	کہ آیت زیر کا بہت نکالت زرقصائی

ع - زمانہ باتو ساز و تو بارمانہ بساڑ

مطلب یہ ہے کہ جو شخص محنت و کوشش کی تاب نہیں لے سکتا۔ اور عذابِ بھران کا تحمل نہیں کر سکتا وہ محبوب کا وصال ہی حاصل نہیں کر سکتا۔

(۹) ترجمہ۔ تیرا لعل (لب) جو حافظہ کی جانب ہے۔ ہر کمینہ خسیں آدمی کو اس پر دور ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تیرا لب لعل کا بوسہ جو حافظہ کی طرف سے پرورا اور جان بخش ہے۔ خدا کرے کہ خسیں غبار کو نصیب ہو۔

غزل (۴۲)

۱	خسروا گوی فلک در خم جو گاہ تو باد	۱	ساحت کون و مکان صمد میدان تو باد
۲	بمہ آفاق گرفت و ہمہ اطراف کشاد	۲	صفت لب تو کہ سوستہ نگہبان تو باد
۳	زلف خاتون نظر شیفتہ پرچم تست	۳	ویدہ رخ ابد عاشق جو لان تو باد
۴	ای کہ انشای عطار دم صفت شوکت تست	۴	عقل کل جا کر لغز اکش دیوان تو باد
۵	طیرہ جلوہ طولی اقدار جوئی تو شد	۵	غیرت خلد بریں ساحت ایوان تو باد
۶	نہ بہ تنہا حیوانات و نباتات و جاد	۶	ہرچہ در عالم امرست بفرمان تو باد

حافظ خستہ با خلاص ثنا خوان تو شد

(۵)

(۶)

لطیف عالم تو شفا بخش ثنا خوان تو باد

یہ غزل مرصع ہے کسی بادشاہ وقت کی طرح میں کہی گئی ہے یعنی شاعرین کہتے ہیں کہ لفظیہ ہے۔ اشعار تمام دعائیہ ہیں۔

(۱) ترجمہ۔ اے بادشاہ آسمان کی گیند تیری جو گاہ کو خم میں ہو۔ کون و مکان کی وسعت تیرے میدان کی وسعت ہو۔

جو گاہ۔ لغوی تحقیق کیلئے دیکھو شعر الف تہا "ہاکی" اور "پولو" کی مشہور کہیوں میں جو خدا رباً استعمال ہوتا ہے۔

ساحت۔ بفتح جہاں کشادگی۔ نضائی مکان۔ منزل میدان۔ کون۔ بالفتح۔ ہونا۔ ہو جانا۔ دنیا۔ یہ جہان

کسی چیز کا موجود ہونا۔ حادث۔ چونکہ دنیا عدم سے وجود میں آئی ہے۔ اسلئے دنیا کو بھی کون کہتے ہیں۔

مکان۔ ہونے کی جگہ۔ صیغہ اسم ظرف مشتق از کون مطلق جگہ۔ کون و مکان یعنی دنیا زمین۔ عرصہ۔ میدان

شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے مروج خدا کرے کہ آسمان کی گیند تیری کو زیر فرمان ہو اور تمام دنیا اور خستہ زمین کا میدان تیرا میدان

ہو یعنی ارض سما تیری مطیع ہوں۔

(۱۲) ترجمہ۔ تمام جہان لے لیا اور تمام اطراف فتح کر لیں۔ تیری خوش خلقی کی شہرت نے جو ہمیشہ تیری نگہبان ہو۔ یعنی تیری خوش خلقی کی شہرت تمام جہان اور اطراف و اکناف عالم کو تیری زیرِ فرمان کر لیا ہو۔ خدا کرے۔ کہ تیری خوش خلقی ہمیشہ تیری نگہبان ہو۔ تختہ معانی کیلئے دیکھو شعر د ۱۱

(۱۳) ترجمہ۔ خاتونِ فتح کی زلف تیری پرچم کی عاشق ہے۔ اند دانی فتح کی آنکھ تیرے جولان کی عاشق ہے۔ پرچم بالفتح و جیم فارسی فتح (۱) سیاہ ریشم کا پیرا جو جھنڈے کا سر پر باندھا جاتا ہے۔ (۲) گلو گوپی کو دم کی بال (۳) مجازاً یعنی زلف و کاکل۔ مطلب یہ کہ فتح و نصرت تیری جہت پر عاشق ہے۔ تیرا جہنم احب ہے جو فتح حاصل ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ تیرا لشکر یا تیرا گھوڑا جہنم جولان کرے۔ دائمی اور مستقل فتح اس کے قدم چومے اور اسکو انتظار میں ہے۔ زلف اور پرچم کی رعایت ظاہر۔

(۱۴) ترجمہ۔ اے مدوح عطار دیکھ تیری شان و شوکت کی تعریف ہے۔ خدا کرے۔ کہ عقل کل تیری دیوان کو طغرا کش کاٹ کر ہو۔ (یا طغرا کش بٹ کر ہو)۔

انشائے پیدا کرنا۔ آغاز کرنا۔ اپنی تصنیف سے کہیے لکھنا یا کہیے کہنا۔ ایک علم کا نام ہے جس سے عبارتِ شریکیں معلوم ہوتی ہیں۔ عطار دے۔ بھم ادل و کسر۔ ایک مشہور ستارے کا نام بود و کسر آسمان پر ہے۔ اس سے دیر فلک اور غشی فلک بھی کہتے ہیں۔ علم اور عقل کا استعارہ کو ساتھ تعلق ہے عقل کل۔ یا عقل اقل (۱) لقب جبرائیل علیہ السلام (۲) نور محمدی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی عقل کل کہتے ہیں۔ (۳) یعنی جگہ عرش اعظم سے مراد ہوتی ہے۔ جو ہر اول ہی کی پیش طغرا کش طغرا یعنی خطا پیچیدہ۔ جس میں بادشاہوں کا نام اور لقب فرماؤں پر لکھا جاتا ہے۔ طغرا کش یعنی وہ منشی جسکو پاشا ہی دستخط یا مہر وغیرہ ہو۔ دیوان یعنی دفتر۔ تحقیق کیلئے دیکھو شعر ت ۳۱۔

شعر کا مطلب یہ کہ عطار دے یعنی منشی فلک کی تمام تر تحریر تیری تعریف میں ہی ہے۔ گویا تمام دنیا کا علم و عقل اور تحریر و تقریر تیری مدح میں مشغول ہیں۔ خدا کرے۔ کہ عقل کل یعنی حضرت جبرائیل تیری دفتر کو منشی کا چاکر ہو۔ بعض شاعرین دیوان سے مراد قرآن حکیم اور طغرا کش دیوان سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لیتے ہیں۔ چونکہ خواجہ صاحب ایک ایسے ادمنش بزرگ تھے۔ اور اسراغی دقت اور شہان زمانہ کی مدح میں اگر چہ غزلیں لکھی ہیں۔ مگر ان میں اتنا مبالغہ نہیں پایا جاتا۔ اسلئے یہ قرین قیاس اور غالب گمان ہے۔ کہ یہ غزل انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت میں لکھی ہے درود خوا صاحب ایدہ فیہ شعر کسی بادشاہ یا امیر کی تعریف میں کبھی نہیں لکھتے۔ اگرچہ دیگر شعراء جیر قضا میں اس سے بڑھ کر مبالغہ کرتے ہیں

کیا کر تو ہیں۔ والد اعظم با النور اب۔

(۵) ترجمہ۔ تیرا دلکش قد و طوی کسلی و محبوبی فحالت ہو۔ خدا کرے کہ بہشت برین کیلئے تیرا دل کا صحن (زبان) رشک ہو۔

طیور۔ (۱) بالفتح یعنی چشم غضب غصہ (۲) بالکسر یعنی نفعت۔ سبکی۔ فحالت۔ عیب۔ فحالت۔ آزر دگی بعض دفعہ غل اور نمناک کو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۳) بحسب اول دفعہ تبتانی یعنی غالب ہے۔ طوی یعنی کسلی و کچھ شغرت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تیرے قد و بالا کو دیکھ کر طوی ایسی غل ہوتا ہے۔ خدا کرے کہ تیرا ایمان کامیاب رہے۔ رشک فردوس بن جاٹ

(۶) ترجمہ۔ نہ صرف حیوانات۔ نباتات اور جمادات۔ بلکہ جو کچھ عالم امر میں ہے۔ سب تیری زیر فرمان ہو۔ حیوانات۔ جمع حیوان۔ بفتح اول و ثانی۔ زندہ ہونا۔ زندگانی۔ مجازاً بمعنی جاندار۔ فارسی استعمال میں حیوان کہتے ہیں۔ نباتات۔ جمع نبات۔ گھاس۔ ہر قسم کا سبزہ اور درخت جو زمین سے اُگے۔

چلو۔ بفتح سخت زمین۔ بے جان چیز۔ زمین جس کی بارش کا پانی نہ پہنچا ہو۔ پتھر۔ معدنیات۔ اسکی جمع جمادات ہے۔ بعض محقق لکھتے ہیں کہ لفظ چلو بحسب نواد محمد کی جمع ہے۔ یعنی جابلیذ و سخت۔ عظیم امر عالم و روح عالم ملانکہ۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف مادی دنیا بلکہ روحانی دنیا بھی خدا کرے۔ تیرے زیر فرمان ہو۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبیوں کا ایمان لانا ہی قرآن شریف میں ثابت ہے۔ دیکھو شعر ۳۔

(۷) ترجمہ۔ خدایا جان حافظ اخلاص تیری شان خوان ہوا ہے۔ خدا کرے کہ تیرا لطف عام تیری شان خوان کیلئے شفا بخش ہو۔ مطلب یہ کہ میں غلو اس قدر صدق دل سے تیری شان خوان کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ تیرا لطف جس سے ہر خاص عام کو فائدہ پہنچتا ہے۔ میری حق میں شفا بخش ثابت ہو یعنی تیری شان یافتگی میری دل تیار کو شفا حاصل ہو۔

غزل (۳۴)

خوشست خلوت اگر یار بار من باشد	۱	نہ میں سو زخم دا و شمع الجھن باشد
من آن گنج سلیمان بھیج نہ ستانم	۲	کہ گاہ گاہ درود دست ابر من باشد
روا دار خدا یا کہ در قریب وصال	۳	رقیب محرم و حرمان نصیب من باشد
بجای کو نکلن سایہ شرف ہر گز	۴	در اس دیار کہ طوی کم از زغن باشد

بیان حقوق چه حالت که حال انش دل ۵ توان شناخت ز سوزیکه در سخن باشد
 ہوائی گوی تو از سر سیر و دمارا ۶ غریب دل آوارہ در وطن باشد

بہاں ہوسن اگر دہ زبان شود حافظ

(۴)

چون غنیمت پیش تو باش مہر دہن باشد (۵)

(۱) ترجمہ۔ خلوت (اسی صورت میں) ایچہی کہ مستحق مجاہد بہر زبان ہو۔ یہ نہیں کہ میں عیون اور وہ جمع انھیں ہو۔
 مطلب یہ کہ خلوت صرف اسی صورت میں ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ میرا مشق مجاہد بہر زبان ہو۔ یہ نہیں کہ وہ جمع انھیں ہو
 اور وہ دریا کر کے کروں۔ غزل ہذا کا شعر (۲) ہی قریب قریب اسی مضمون پر ہے۔ ایک شاعر نے جو شعر لکھا کہ گھر و گریبا
 (۲) ترجمہ۔ میں سلیمان کی اس انگشتی کو منت ہی نہیں لیتا۔ جس پر کبھی گہنی دیو کا قبضہ ہی ہو جاتا۔
 خواجہ صاحب کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی جسکی برکت سے وہ سلطنت کرتے تھے۔ میری نزدیک اسکی کچھ قیمت نہیں
 کیونکہ وہ ایک ایسی چیز ہے جس پر کبھی گہنی دیو کا قبضہ ہی ہو جاتا ہے۔ دنیا کا جاہ و چشم جو پامال ہو اور یہاں کی دولت
 جو کبھی ایک کو پاس اور کبھی دوسرے کی پاس جاتی ہے اس قابل نہیں کہ انسان اس پر جان ہونی کرے کہ اسکو حاصل کرے۔ حضرت سلیمان
 اندان کی غایت کا قصہ پارہ (۲۳) سورہ ص رکوع (۲۳) میں ہے۔ **وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَداً فَكَرَّ أَنْ يَكُونَ لَهُ**
الْوَهَابُ یعنی ہم نے آزمایا سلیمان کو اور اسکو تخت پر ایک بڑے حجیم ڈال دیا۔ پھر سلیمان نے خدا کی طرف رجوع
 کیا اور کہا کہ اے میرے پروردگار مجھ پر بخش اور مجھ کو عطا کر ایسی بادشاہی جو میری سوا اور کسی کو راست آئے اور تو بخیر والا ہے۔
 کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے ایک درخت عطا کیا۔ بعض یوں کہ اس درخت سے کہ یہ لڑکا ہی بنا ہوا
 کہ باپ کی طرح ہمو سحر کر گیا۔ اس قبیل کی تمکینا ارادہ کیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب یہ فرشتہ بھیجا۔ انھوں نے کہ کو با دلو
 کے سپرد کر دیا۔ کہ وہ اسکی پرورش کریں تاکہ وہ دیووں کی شر سے محفوظ رہے۔ چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام خدا تعالیٰ پر
 توکل کیا۔ اور اپنے لڑکے کو با دلوں کے سپرد کر دیا۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو کوئی دامن میں لایا نہ وہ
 لڑکا مر گیا۔ اور حضرت سلیمان نے اسکو تخت پر لگا کر حضرت سلیمان سے تو بہ کی۔ اور بھی کہ کوئی خدا پر توکل ضرور ہے۔
 اسی ترک ادب پر حضرت سلیمان نے اس انگشتی جسکی تائید سے وہ تمام جنوں اور انسانوں پر مگر ان کی آواز نہ سنے۔
 نام ایک جن کو انہی لگائی۔ اور چالیس روز اس جن نے حضرت سلیمان کو تخت پر بیٹھا کہ اس انگشتی کی برکت سے نہ سنے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو تو بہ کبریا پر پردہ انگیزی ان کو ہتھ اگئی۔ اور انہوں نے دعا کی کہ اے خدا میری فطانتیں اور ہر ایسی سلطنت کے جسکو صخرہ جن کی طرح اور کوئی سلب نہ کرے ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت سلطنت دنیا نہیں ہو سکتی بلکہ سلطنت دین ہوتی ہے۔ کیونکہ سلطنت دنیا تو فطرتاً ایک ہاتھ ہی دوسرے ہاتھ میں جاتی ہے۔ امام قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بذریعہ الہام معلوم ہو گیا تھا کہ ایسی سلطنت جو لازماً زوال ہو۔ حضرت رسول کریمؐ نے اپنے بھائی حضرت علیؑ اور سلم کو عطا ہوئی ہے۔ اور حضرت محمدؐ نے علیؑ اور سلم کو سلطنت دنیا کی طرف مطلقاً تو بہ نہ ہوئی۔

عبارتوں پر یہ شائے و نقاب نہ کھنڈے اگر ہمہ ملک تباہ است ہمیشہ بخیرند

چنانچہ صحیح میں مذکور ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک جن ناگاہ میرے عروج کی آیتا کی ہے نماز میں غلامانہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے مجھ پر قوت عطا کی اور میں نے اسے کچھ لیا اور میں نے عطا کیا تھا کہ اسے ایک ستون کی مانند دوں۔ تاکہ تم یہی اسے دیکھو۔ اس وقت مجھ حضرت سلیمان علیہ السلام کی یہ دعایا آئی۔ کہ زب صاحبی صلک! لا یمنعنی لا احد من بعدی۔ پھر میں نے اس جن کو پھوڑ دیا۔ اور وہ ناکام اسے ہوا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھ حضرت سلیمانؑ والی سلطنت دنیا نہیں چاہی۔ کیونکہ وہ فانی ہے اور گاہ نگاہ شیطان کا غیاس پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ میرے نزدیک صرف وہ سلطنت قابل قدر ہے جس کو حضرت سلیمانؑ نے دعا کی اور حضرت رسول کریمؐ نے علیہ السلام کو عطا ہوئی۔ یعنی سلطنت دین۔

(۱) ترجمہ۔ اے خدایہ ردا نہ کہہ۔ کہ حرم وصال میں قریب تو خرم ہو جائے اور مایوسی میرے نصیبوں میں ہو۔ رقیب۔ (۱) پاسبان و نگہبان (۲) ایک معشوق پر دو عاشق۔ و تبسمیہ کہ پر ایک شے دوسرے عاشق پر معشوق کی کہانی کرتا ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے خدا الیسا نہ ہو کہ بزم وصال میں قریب تو خرم ہو اور میں خرم دم عاشقوں کو پیشہ فریبوں پر شرمک ہوتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ ڈر رہتے ہیں کہ محفل میں کہیں معشوق ان کی نسبت رقیب زیادہ محبت کا ظہار نہ کرے صاحب گلشن معرفت نے اس شعر کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ اے خدا روانہ کہم کہ احاطہ وصال میں ان رقیب میرے خرم را نہ ہو جائے (۲) ترجمہ۔ ہمارے کہو کہ وہ شرف کا سا نہ نہ ڈالو۔ اس ملک میں جہاں طوطی زانغ و زغن سے کم درجہ پر ہوتے تھے ہمارے ایک نندہ پر کسی نسبت مشہور ہے۔ کہ جس آدمی کو سرور اسکا ساٹھ ایک فتح گزر جائے۔ وہ بادشاہ ہو جائے خواجہ فرمایا کہ جس ملک میں اس قدر انصاف اور ظلم ہو کہ خوشن جان طوطی کو خوش کہے و کم سمجھیں وہاں خدا کی شرف سلطنت نہ بخشنے یعنی اس قدر شرف اس کے بادشاہ اگر نہ ہوں تو اچھا ہے۔

(۳) ترجمہ۔ شوق کی بیان کر کے کیا ضرورت ہے۔ کہ دل کی آگ کا حال اس سے نہ معلوم ہو سکتا ہے۔ جو کلام میں موجود ہے۔

شاعر ہوتا ہے کہ جو اپنے شوق کو اظہار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ میری دل کی آگ کا حال اس سے معلوم ہو رہا ہے جو میری کلام میں موجود ہے۔ مجھ کو میری کیا ضرورت ہے۔ اگر دل پر درد ہو تو کلام میں خود بخود سوز پیدا ہو جاتا ہے درد نہیں۔

حسن فروغ شمع حسن دوری است | پسے دل بداشت مید اگر کوئی

ایک سیاح نے دوست میر کو کہیں اس طرح لکھا ہے کہ "تو ان شہنشاہت روزیکہ در سخن باشد اندر اسی طرح نکل کر تیرے پاس طرح کو یا ہے۔ کہ آتش دل کا حال اس روز میری جانا جاسکتا ہے۔ کہ جو گفتگو میں ہے۔

(۶) ترجمہ۔ تیری کوچہ کا شوق میر میری نہیں نکل سکتا۔ سافر کا پریشان دل ہمیشہ وطن میں ہوتا ہے۔

یعنی تیری کوچہ کا شوق میری دل ہو در نہیں ہوتا۔ اگرچہ سافر اپنے وطن میں درد ہوتا ہے۔ مگر اس کا خیال وطن ہی میں ہوتا ہے۔

(۷) ترجمہ۔ سو میں کی طرح اگر غافل رہوں باوجود اہل بیت کی طرح غنچہ کی طرح تیری سامنے اس کو نہ پرہیز ہوگی۔

خواجہ صاحب معشوق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر گل سوس کی طرح میری دین بانیں ہی تمہیں تیری سامنے غنچہ کی طرح ہر گز نہ پرہیز ہوگی۔ یعنی میں تیری سامنے گفتگو نہ کر سکو گا۔ غنچہ کی بیستی اور سوس کی کشادہ دہنی ظاہر ہو لانا غیری

اصنافی کا شعر ہے۔

فریاد از دل آنکہ درد دہم آن شوق | پرسد ز سن وقوت گفتار نہ باشد

غزل (۱۴۱)

- | | | | |
|---|------------------------------|---|-------------------------------|
| ۱ | خوش آمد گل و زان خوشتر نباشد | ۱ | کہ دوست بجز ساغر نباشد |
| ۲ | زمانے خوشی دریا ب دریا ب | ۲ | کہ دائم در صدف کو ہر نباشد |
| ۳ | غنیمت دان و می خود در گلستان | ۳ | کہ گل تا نیست دیگر نباشد |
| ۴ | عجب اہمیت راہ عشق کا نجا | ۴ | کسی سر بر کندش سر نباشد |
| ۵ | بشنوی اوراق اگر ہلدیس مانی | ۵ | کہ علم عشق در دست نباشد |
| ۶ | زمن ہنوش و دل در شام ہی بند | ۶ | کہ حسن بستہ ز یو رہا شد |
| ۷ | بیانے شیخ در خمیاند ما | ۷ | شیر اسیر خود کہ در کوثر نباشد |
| ۸ | ایار نعل کردہ جام ز ریس | ۸ | بخت اگر کسی کش ز رہا شد |
| ۹ | شرابے غارم بخش یارب | ۹ | کہ او با ہیج درد سر نباشد |

۱۰	کہ دربت سنانہ از رہنما شد	بنام ایزد دست یمن تمم هست
۱۱	اگر چه یادکش از چاکر باشد	من از جان بندہ سلطان اولسم
۱۲	چنین تیر بندہ افسر باشد	بتاج عالم آرایش کہ خورشید

(۱۳) کہ گیر خطا در نظم حافظ
(۱۳) کہ سحر لطف در گوشت نفاشد

(۱) ترجمہ - بچوں خوش فوٹوں یا اور اس کو پیر اور پیر نہیں ہو سکتے۔ تیری باتیں سوا سوا کر اور کچھ تیرے۔
گل سے اور موسم گل یعنی موسم بہار۔ شاعر کہتا ہے کہ بہار میں اور اس کو اچھا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تیری باتیں سوا سوا کر۔
خود ہو اور پس ہی پاؤ۔

(۲) ترجمہ - خوشدلی کی کثرت کو حاصل کر حاصل کر (غنیمت جان) کیونکہ ہمیشہ صدف میں موتی نہیں ہوتا۔
دریاب دودھ سے بنا کید آیا۔ خوشدلی کا ذوق ہمیشہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کو اسکو غنیمت جان تو مشہور ہے۔ کہ سبب
موتی خاص موسم میں پیدا ہوتا ہے۔ یہ پیر اور عقیدہ کو مطابق ہے۔ کہ بارش کا قطرہ سبب موتی بن جاتا ہے۔
(۳) ترجمہ - غنیمت جان اور بارے میں شراب پی۔ کیونکہ کھل دوسرے ہفتہ تک نہیں رہتا۔

موسم بہار کو غنیمت جان اور شراب پی۔ کیونکہ موسم بہار زیادہ نہیں رہتا۔ تیغ شہر ایک ہی مہینوں میں طلب ہے کہ بہار
شباب کو ضائع نہ کر دے۔

کھیتوں کو دے لو پانی ات رہی لگتا
کچھ کر لو اور انوں اٹھتی جوانیاں ہیں

(۴) ترجمہ - عشق کا رستہ ایک عجیب رستہ ہے کہ اس کو وہی شخص سر اٹھاتا ہے۔ جبکہ سر نہیں رہتا۔
یہ سحر ہی راہ عشق کی دشواری ہے۔ اس کو متعلق دیکھو شعر الف۔ دو طرح معنی بیان ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ
جن دن میں سے سر اٹھایا اس کا سر گیا۔ دوسرے یہ کہ راہ عشق پر سر از رازی حرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنا سر قربان
کر دے۔

بے فتنائے خود میر غمیت میدار شما
سے فروشد خویش را اول خبر میدار شما

جانبہ آب نمیر غمیت خویش را پادشاه
گذر جائز نہیں سیر سحری پادشاه نہیں

(۱۵) ترجمہ۔ اگر لو ہمارا پیوستہ ہو۔ تو کتاب کی درخوں کو دیکھو۔ کیونکہ علم عشق کتابوں میں نہیں ہوتا۔

ورکنزدہا یہ تو ان دید خدا را

در غنچہ دل میں کہ کتاب ازین نیست

مولانا دم فرماتی ہیں۔

بے کتاب بے معید وادستا

میں اندر دل علوم انبیا

(۱۶) ترجمہ۔ مجھ سے سن اور دل الہی معشوق و لگا جس کا حسن زیور کا پابند نہ ہو۔

صن مطلق سو مراد ہے۔

(۱۷) ترجمہ۔ اے شیخ میری شراب خانہ میں آ۔ اور الہی شراب پی۔ جو کہ کوثر میں بھی نہ ہوگی۔

خواجہ حافظ زاہد کو کہتے ہیں کہ جس شراب کے تو مرہا ہے اس کے کہیں بہتر جاری شراب ہے۔ یعنی شراب عشق شراب کوثر سے
(۱۸) ترجمہ۔ اے مخاطب علم زدیں کو شراب لعل سو پر کر کہ الہی شخص کو عطا کر۔ جس کا پائس نہ ہو۔

ایا۔ یعنی اے۔ اے مخاطب۔ اے ساقی۔ لعل سو مراد شراب لعل۔ لعل۔ زر اور ندیں کی عایت ظاہر

(۱۹) ترجمہ۔ اے خدا جو شراب کے بخار عطا کر۔ کہ جس کے ساتھ بالکل دوسرے ہو۔

شراب کے بخار۔ یعنی وہ شراب کے نشے کے بغیر خالص در دس نہ ہو اس شہری صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خواجہ صاحب کس شراب کے تاج

میں ہیں۔ یلوف علیہم ولان مخلد ون با کو اب دبا رلیق و کانٹ من مہین کا لہذا عود و عود کا

یونفون (سورہ واقعہ) یعنی ہر سگان پر پڑ کے ہمیشہ رہنے والی آخر سے آفتاب اور پیالہ لیکر خلیج شراب ہوگی جس سے وہ

در دس ہوگا۔ اور نہ یہود کو ٹی۔ شرع الف ۱ میں مفضل ذکر آچکا ہے کہ لباس مجاز میں شاعر حقیقت کا بیان کر رہا ہے۔

(۲۰) ترجمہ۔ خدا کی قسم کہ میرا معشوق الیاس میں تن بت ہے۔ جو بت خانہ آذر میں بھی نہیں۔

آذر۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی باپ کا نام ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ چچا کا نام۔ آذر مشہور بت ساد تھا۔

بیان خواجہ صاحب نے اینو بت کی لمبی تشریح کر دی۔ اب بھی اگر کوئی اعتراض کرے تو یقین رکھو۔

ع کہ پیش لطف در گو ہر نہ باشد

(۲۱) ترجمہ۔ میر جان سو سلطان دریں کا غلام ہوں۔ اگرچہ اس کو غلام کی یاد نہ ہوگی۔

سلطان اولیس۔ خواجہ صاحب کو زمانہ میں بغداد کا زمانہ سلطان احمد بن ادیس تھا۔ جو تمام کمالات کا مجموعہ تھا۔

سخن سنج اور شاعر تھا۔ خواجہ صاحب کو اس نے بار بار بلایا۔ خواجہ صاحب بھی لچائی گروطن کی مٹی دلسن نہیں چڑھتی

تھی۔ اس شعر میں اور کئی اور جگہ سلطان ادیس کی مدح میں کچھ کچھ کہا ہے۔ چنانچہ غزل ۷۷ ردیفی خواجہ صاحب نے لکھ

رسلطان احمد کو پہنچی تھی۔ دیکھو لسان الغیب جلد اول صفحہ ۲۱-۲۲ سوا پنجمی۔

ایک شاعر نے سلطان اول سے کہا اشارہ حضرت رسول کریمؐ کی طرف بتایا ہے۔ یہ محض خواجہ صاحب زمانہ کی توارخ و سوانح کا اظہار ہے اور پھر دوسرے مصنفات پر کسی تعبیر کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اور تارخ کی ادبی نگری میں۔

(۱۲) ترجمہ۔ اس کے عالم آرا تاج کی قسم کہ آفتاب ہی ایسا زیبا تاج نہیں ہے۔

یہ شعر کچھ شعر کو ساتھ قطعہ بند ہے مطلب یہ کہ میری مدوح کو تاج عالم آرا کی قسم ہے کہ خورشید کا تاج ہی بڑا خوبصورت نہیں ہے۔ جیسا میری مدوح کا تاج۔ عالم آرا یعنی جہاں کو آرائش دین والا۔ آفتاب کو تاج و تشبیہ دی ہے۔

(۱۳) ترجمہ۔ وہی شعر عذرا کا نظم ہے جس کی کڑا ہے۔ جس کو اصل میں مطلق لطف نہیں ہوتا۔

خواجہ صاحب بیال ہی حاسن کو مدح کرتے ہیں اور اس پر ایک کلام پر مدح ہے کہ سوا کوئی نکتہ چینی ہی نہیں کر سکتا نجات اللہ میں لکھا ہے۔ کہ صوفیا کو کلام کی رائے میں خواجہ صاحب کو کلام سب پر لکھ کر کہتا ہے نجات لکھ کر صوفیا کو

غزل (۱۵)

۱	خستگان را چو طلب باشد قوت نبود	۱	گر تو بیدار و کنی شرط مروت نبود
۲	ما جفا از تو ندیدیم و تو ہم نپسندی	۲	آنچه در مذہب ارباب نفوت نبود
۳	تا کہ افشون بچند جادوی چشم تو دادم	۳	نور در سوختن شمع محبت نبود
۴	چوں خنک نیکن سر رشته خود بخرم	۴	آن مباد کہ مدد گاری فرصت نبود
۵	سرگز آئینہ تصافی نشد از رنگ ہوا	۵	دیدہ اش قابل رخسار حکمت نبود
۶	خیرہ آن دیدہ کہ آتش نبرد گریم عشق	۶	تیرہ آن دل کہ درد و نور موت نبود
۷	چوں طہارت نبود کعبہ و بیخانہ نیست	۷	نبود خیر در آن رخسار کہ عصمت نبود
۸	دولت از مرغ ہما یوں طلب سایہ او	۸	ز آنکہ باز آغ و زغن بشہر دولت نبود
۹	گرد و خواستم از پیر مغان غیب مکن	۹	شیخ ما گفت کہ در صومعہ ہمت نبود

(۱۰) حافظا علم داد و بزرگہ مجلس شاہ (۱۱)

سرگزشت ادب لائق صحبت بود

(۱) ترجمہ۔ خستہ حال کو جب طلب ہو اور قوت نہ ہو۔ تو اگر تو یہ بے اضافی کرے تو ضرورت نہیں ہوتی۔
محرورت بھمتیں۔ مردی۔ مردی۔ فوت۔ ماخوذ از مر بمعنی جو انفرادی طلب سے کہ طالب اگر یہ اپنی محرومیوں کے
باعث منازل عشق کو طے کرے۔ یہ قاصر تاہم اس امید کہ تو اپنی بہرہائی و اس منزل مقصود تک پہنچا دے گا۔

نابدان مقصد عالی تنو انیم رسید | ہاں مگر عین نہ نطف شہ گاہے پسند

(۲) ترجمہ۔ ہم نے تجھے سوچا نہیں دیکھی۔ اور تو یہ پسند نہیں کرتا۔ اور بات جو ارباب فتوت کو مذہب میں (ارد) نہ ہو۔
ارباب فتوت۔ صاحبان جو اندری ضرورت۔ فتوت از قضا بمعنی جو انفرادی۔ ہم نے کبھی تجھے سوچا نہیں دیکھی۔
اور نہ ہی تجھے شرمناک بنایا۔ خواجہ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ تجھے نہ مگر اپنی بہرہ جاتی مگر اس کو جس جہت سے وہاں کیا ہے۔
اور کہا ہے۔ کہ تو یہی رہی بات جو ارباب فتوت کو مذہب میں ناپسند واپس نہ کرنا۔
(۳) ترجمہ۔ رنگ تیری آنکھ کا جادو گر ہوتا افسوس نہ کرتا اسے شمع نجات کے جلنے میں غور نہیں کرتا۔ (جو سکتا۔)
جادو۔ بمعنی جادوگر مطلب یہ کہ عاشق جہت آتش عشق میں جلے۔ مگر رنگ تیری آنکھ اس سحر و سحر فسون کرے۔
وہ فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ یعنی طالب صرف اپنی کوشش سے کوہر مقصود حاصل نہیں کر سکتا۔ تیرا لطف کرم ہی شامیل
حال ہونا چاہیے۔ ایک پرانی قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

اتاہ افسوس نہ کند جادو چہم تو مدد | نور در سوختہ شمع محبت نہ بود

(۴) ترجمہ۔ جب میں اپنے سر پر تیرے اس جادو کے خیر ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ مہلت مدد گاری نہ کرے۔
مطلب یہ کہ میں اپنی ذات کے اتنا زائد اپنا انجام پر مطلق خیر ہوں معلوم نہیں کہ فرصت کتنی ہے اور کتنا باقی ہے۔ اس لئے
گرتا ہوں کہ عدم فرصت اپنی زمانہ عمر کی کمی کو یہ محروم نہ رہ جاؤں اور اپنی مطلوب کی طلب میں غرض ہوں ایک خیر بمعنی بہت بے
خیر ہوں۔ از حد بے خیر ہوں۔

(۵) ترجمہ۔ جہاں آدمی کا شہیدہ حرم رنگ سے صاف نہ ہو۔ اس کی آنکھ حکمت کو چہرہ کو دیکھنے کے قابل نہیں ہوتی۔
آئینہ حرم آدمی کا دل۔ جہاں آدمی کا دل حرم ہو اگر رنگ ہو صاف نہ ہو۔ وہ حکیم مطلق کو مشاہدہ کی برگز قابل نہیں ہوتا
ارزنی بروی نے آئینہ دل کی صفائی قطعہ ذیل منظوم کیا ہے۔

خانہ را نقش میکردند نقاشان چین | بستن او این معنی کر یں بہر حد تشوی
اوستو نیمہ را کرد نقشش مافی | اوستا د نیمہ را کرد نقشش مافی

تاہر آن نقش کہ حاصل بخداوند نمید	سیتی اندر نیم دیگر در نقش چوں روی
اے برادر خوشترین راخانہ دلی انجین	ہم بسقت نیکانی ہم بنیاد قوی
مگر تو بار نیمہ پر نقش توانی شدن	چہد مسکن تاگر آن نیمہ دیگر شوی

(۶) ترجمہ - وہ آنکھ بے نور اور تاریک ہے جسکا پانی گریہ عشق میں خیرج نہ ہو جاوے اور وہ دل سیاہ ہو جسکے محبت کا نور نہ ہو
خیرہ - سرگشتہ - حیران - متعجب - شوق - مسست - تار یک - تیرہ - سرکش - دلیر (غیاث اللغات)
مطلب یہ کہ جو آنکھ عشق میں دروگر اپنا پانی زائل نہ کر دے یعنی بیکار نہ ہو جاوے وہ آنکھ محض بے سود ہے اور جس دل میں
محبت کا نور نہ ہو وہ دل سیاہ ہے - امیر خسرو نے اسی مضمون پر کہا ہے کہ

غمزدہ بہ جان کہ غم اندوز نیست	سوخته بہ دل کہ درد سوز نیست
بہر ناماسب دلچسپی ہی اس شخص کو تا کہ اندر بوجہ صفت رکھیں میں ڈھانچا کی لطف تب کہ غم عشق میں آنکھوں سے ٹپک جاوے	
از گوں میں دروگر خیرے کی ہم ہمیں قائل	جب آنکھ سے یہ نہ نکلا تو خیر ہو گیا ہے

(۷) ترجمہ - جب حسانی نہ ہو - تو نگہ اور بہت خانہ نہ بنے - جس گھر میں یہ نہ ہو اس میں ہی خیر نہیں ہوتی -
مطلب یہ ہے کہ مسجد بویا بہت خانہ - دل کی صفائی اور اخلاص کی ضرورت ہے -

(۸) ترجمہ - دولت مبارک پرندہ سہاگل در اسکو ساتھ سے کیونکہ کوئے اور سیل کو پاس دولت کا شہر نہیں ہوتا
تکالیوں - ہمارے وہ جسکا سایہ سر پر پڑے سو آدمی بادشاہ ہو جاتا ہے - کہتے ہیں کہ صرف ڈھائی گاہا ہی یوں کلمہ نسبت
یعنی مبارک اس شعر کو اصول کی مثال میں دیکھو شعر نمبر (۹) غزل ہذا -

(۹) ترجمہ - اگر میں نے پیر مغال سے دو ماگھی تو اعتراض نہ کرے کیونکہ ہمارے پیر نے کہا ہے کہ عبادت خانہ میں محبت نہیں ہوتی -
محبت - دعا اور بلند ارادہ مطلب یہ کہ عبادت خانوں میں بلند ارادہ والا لوگ نہیں ہوتا اور نہ ایسا آدمی جو
مستجاب الدعوت ہو اسلئے میں پیر مغال کی دعا کا طالب ہوں کیونکہ آدمی بکرت ہاں طلب کیا ہے نہ کہ کوئی دیکھو شعر
نمبر (۸) غزل ہذا نیز دیکھو شعر دہشتا -

(۱۰) ترجمہ - اے حافظ علم اور ادب اختیار کر - کیونکہ جس آدمی میں ادب نہ ہو وہ نہ محبت کو لائق نہیں ہوتا -
یہ شعر عام اطفال میں ہے - اور مطلب یہ ہے -

غزل (۱۶)

۱	دلبر ہفت و دل شدگان را خبر نکرد	۱	یا دلیف شہر و رفیق سفر نکرد
۲	یا بخت من طریق محبت فرو گذاشت	۲	یا اولیاء شہرہ حقیقت گذر نکرد
۳	من البتہ تافتش جان خدا چو شمع -	۳	او خود گذر زمین چو نسیم سفر نکرد
۴	گفتہ مگر گریہ دشمن مہربان کنم	۴	در سنگ خارہ نقطہ باران آفرین نکرد
۵	سر کس کہ دید روی تو بوسہ یزیدیم من	۵	کاری کہ کرد دیدہ من بے نظر نکرد
۶	در حیرت ہمہ بہر چہ شد ہمہ دم رقیب	۶	خویش چہ پس چو قرین گہر نکرد

کھلک زبان بریدہ حافظہ از بختن
(۶) با کس گفتہ از تو تا ترک سر نکرد

یہ غزل بعض نظم دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے الحاقی ہو۔ والدہ اعلم
(۱) ترجمہ۔ معشوق چلا گیا اور عاشقوں کو خبر نہ کی۔ شہر کی دوست اور سفر کی رفیق کو ہی یاد نہ کیا۔
دل شدگان۔ جمع دل شدہ۔ جبکہ دالو میں نہ ہو۔ عاشق۔ رفیق۔ ہم سفر۔ مطلق۔ دوست۔
(۲) ترجمہ۔ یا تو میرے بوجہ محبت کو راستی کہہ پڑ دیا۔ یا معشوق کی شہرہ پر گذر نہ کیا۔
مطلب یہ کہ یا تو میری قصور سے کہ میں نے اس راہ محبت کو چھوڑ دیا ہے اور کسی دوست پرستی پر جا رہا ہوں یا معشوق نے ہی میری حقیقت کو نہیں سمجھا کہ وہ مجھ کو اطلاع کو بغیر اکیلا روانہ ہو گیا۔ طریق اور شہرہ حقیقت اور طریقت کی رعایت ظاہر۔
(۳) ترجمہ۔ میں اس انتظار میں کہ اگر ہا کہ شمع کی طرح اس ہر جان خدا کردوں گراں سے نسیم کی طرح میری طرف گذر ہی کیا شمع کا نسیم سحر و گل ہونا ظاہر مطلب یہ ہے کہ میں اس کے انتظار میں ہوں کہ اس کی آمد پر جان قربان کروں گی میری بے منتی سے اس طرف نہ آیا۔
(۴) ترجمہ۔ میرے کہا شاید روی تو ہی اس کو دل کو مہربان کر لوں گا۔ مگر بارش کا قطرہ سخت ہفتہ میں اثر نہیں کرتا۔
معشوق کو دل کو سنگ خارہ تشبیہی ہے یہ شعر گریہ کی بے اثری پر ہے۔ گریہ کو اگر گیلیو دیکھو شعر الف لہ

دگر یہ خون ستم مشکبار مرا | دعا | کہ نسبت پہ از گریہ ہا ز نہ ار مرا
(۵) ترجمہ۔ صبر آدمی نے تیرا چہرہ دیکھا۔ میری آنکھوں کو چوہا۔ جو کام میری آنکھ نے کیا بغیر دیکھ نہیں کیا۔

غزل (۱۶۶)

۱	دلبر بخت و دل شادگان را خبر نکرد	۱	یاد حرف شہر و رفیق سفر نکرد
۲	یا بخت من طریق محبت فرود گذاشت	۲	یا اولش باہر حقیقت گذر نکرد
۳	مرا بسا دہ تا تہمتش جان فدا پر شمع -	۳	او خود گذر بمن جو نسیم سفر نکرد
۴	گفتہ گر گریہ دلش مہربان کنم	۴	در سنگ رخ نظرہ باران آتش نکرد
۵	سر کس کا دید روی تو بوسہ نیل صمیم من	۵	کاری کہ کرد دیدہ من بے نظر نکرد
۶	در حیرت ہمہ پر چہ شد ہمہ دم رقیب	۶	خونہ چہ پس چہ قرین گہر نکرد

کوکب زبان بیدار: حافظ اور تخلص
(۱۶) باکسخت از تو تا ترک سر نکرد

یہ غزل بعض قلمی دیوانوں میں نہیں ہے۔ ممکن ہے اولیاتی ہو۔ والدہ اعلم
(۱) ترجمہ۔ معشوق چلا گیا اور عاشقوں کو خبر نہ کی۔ شہر کو دوست اور سفر کو رفیق کو ہی یاد نہ کیا۔
دل شدگان۔ جمع دل شدہ۔ جبکہ دل قابو میں نہ ہو۔ عاشق۔ رفیق۔ ہم سفر۔ مطلق دوست۔
(۲) ترجمہ۔ یا تو میرے بخت محبت کو راستی کو چھوڑ دیا۔ یا معشوق کو حقیقت کی شاہراہ پر گذر نہ کیا۔
مطلب یہ کہ ریا تو میرا ہی قصور ہے کہ میں نے اسے نہایت کھوپڑ دیا ہے اور کسی دوست سے بڑھ کر چار باہوں یا معشوق نے ہی میری حقیقت کو نہیں سمجھا کہ وہ مجھ کو اطلاع کو بغیر اکیسار دانہ ہو گیا۔ طریق اور شاہراہ حقیقت اور طریقت کی رعایت ظاہر۔
(۳) ترجمہ۔ میں اس انتظار میں کہ اگر اسے شمع کی طرح اسے جان فدا کر دے گا اسے نسیم کی طرح میری طرف گذر ہی کیا شمع کا نسیم سفر ہو گا ظاہر مطلب یہ کہ میں اس کے انتظار میں رہا کہ اس کی آمد پر جان قربان کر دوں مگر میری نفسی بنا اس طرف نہ آئی۔
(۴) ترجمہ۔ میں نے کہا شاید روی تو اس کے دل کو مہربان کر لو گا۔ مگر بارش کا قطرہ سخت پتھر میں اثر نہیں کرتا۔
معشوق کو دل کو سنگ خارہ کی تشبیہ ہے یہ شعر گریہ کی بے اثری پر ہے۔ گریہ کو انرگیلیو دیکھو شعر الف ہے

دگر یہ خون نسیم اشکبار مرا (دعا) کہ نیست بچ از گریہ باز نہ ار مرا
(۵) ترجمہ۔ جس آدمی نے تیرا چہرہ دیکھا۔ میری آنکھوں کو چوما۔ جو کام میری آنکھ نے کیا بغیر دیکھ نہیں کیا۔

آپ کو اس واسطے چاہا کہ ان کو انتخاب کی قرینہ کی کیونکہ تیرا چہرہ دیکھ کر اس آدمی کو یقین لگتا کہ میری آنکھوں سے غلطی نہیں
ہی اور پھر دیکھو کہ چہرہ کیا ہے۔ بلکہ ایک نہایت خوبصورت چہرہ کا انتخاب کیا ہے۔

مردمان در من و بے ہوشی من حیرانند (امیر خسرو) من در آنکس کہ ترا میبند و حیران شود

(۶) ترجمہ۔ میں حیران ہوں کہ معشوق میں قریب کا کس واسطے دوست ہو گیا۔ کیونکہ کوئی آدمی کوڑی کوئی کہ نزدیکی نہیں رکھتا۔
قریب کو خیر میرہ کیا ہے۔ کوڑی اور موتی دونوں سمندر سے نکلتے ہیں اس واسطے وجہ مقابلہ ظاہر مطلب یہ ہے کہ کوڑی نہایت
ہی کم قیمت کی حیثیت اور بگڑا ہوا ہوتا ہے۔ اسکا موتیوں سے کیا ساتھ۔ کوڑیاں کہ موتیوں کے ساتھ ایک سلاک میں نہیں
پرفی گئیں۔ پھر معشوق کو قریب کر کے پاس آنے دیا۔

(۷) ترجمہ۔ حافظ کا زبان بربدہ قلم نے انجمن میں کسی ہوتیرا از میان نہ کیا جب تک کہ اپنا سر نہ کٹوایا۔

قلم کا زبان بربدہ ہونا ظاہر اور قلم اس وقت تک کہ خبر یہی نہیں کر سکتا جب تک اس کے سر کو قطع نہ کیا جائے مطلب یہ ہے
کہ عاشق معشوق کو راز کو جب تک اپنی جان سے ہاتھ نہ دے تو پتہ ظاہر نہیں کر سکتا حضرت منور علاج کا قند اس بیان کی تائید کرتا ہے

غزل (۴)

۱	خدا راتا کے اس بازی تو ان کرد	۱	دل از من برد در از من نہاں کرد
۲	خیالش لطف نہاں ہے نہ کہراں کرد	۲	شب تنہا نیم در قصد حبان بود
۳	کہ با من نہ کہیں او سر گراں کرد	۳	چراہوں لالہ خونین دل نہاں شدم
۴	کہ درد اشتیاقم قصہ حبان کرد	۴	صبا گر چہ دارم وقت وقت ست
۵	صراحی گریہ بر لبان خفاں کرد	۵	بد انسان سوخت چوں شمع کہ بر من -
۶	کہ یار من چنین گفت و چنان کرد	۶	میاں مہربانوں کے تو ان گفت

(۷) عدد و با جان حافظ ان کردی
(۸) کہ چشم آں ابرو کساں کرد

(۱) ترجمہ۔ دل مجھ سے لیک لالہ چہرہ مجھ سے چھپایا خدا را یہ باتی کب تک رہی۔

مطلب یہ ہے۔ کہ دل لیکر لیکر کر دیا۔ اور دیدار کا مشتاق۔ اور پیر پوشیدہ ہو گیا۔ خدا رب تاؤ کہ حالت کب تک رہی

دیدار سے منہائی پر ہرگز مسکنی	باز ارغویں شش و آتش مانتی مکنی
معتشوق مطلق ہے جسے کوئی اور صفت کی کہ جس کو نہ کہیں اور اپنی ذات کو کشا ہو کہ وہ کہہ سکا ہے جس کا تعلق ہے (۲) ترجمہ - شب بھر تو میری جان کو درپے تھی۔ مگر معشوق کو خیال ہے بہت مہربانی کی۔ یعنی میں شب بھر اس کو غم و الم کی تاب لاکر جان دیدیتا۔ مگر اس کی یاد تو مجھ بچا لیا۔	
در از فی شب چہرست جاگہ از غم دور	دلک سیکند ز بر امید صبح وصال
(۳) ترجمہ - لالہ کی غم میرا دل فوں کیوں ہو جبکہ اس کی زکس مجھ ہی سرگراں ہو۔ لالہ - منسوب بہ لال یعنی سرخ ایک پھل کا نام ہے جو مختلف قسموں کا ہوتا ہے بوجہ سرخی وغیرہ لکھا سرگراں - متکبر مغرور - ناراض - زکس شہم کا بوجہ مستی سرگراں ہونا بھی ظاہر۔ (۴) ترجمہ - اے صبا اگر تیری یا اس کی علاج ہو تو اب وقت ہے کہ درد اشتیاق و فیرتی جان کا قصہ کیا ہے۔ باد صبا کو یہ قیاس کہ تیرے میں جو معشوق کا پیغام ملاتی ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے صبا اگر کوئی پیغام اس کی طرف آئے کہ اب دلت ہو نہ ع - پس از اس کہ من شام چم کار خواہی آمد	
(۵) ترجمہ - شمع کی طرح مجھ کو ایسا جلایا کہ مجھ پر - صراحی روئی اور بربط لے فریادی۔ بربط - شہور ساز ہے - صراحی تو شراب کا گنگنا اور آواز قفل گویا اس کا دہنا ہے - عاشق کو نگین ہونے پر صراحی اور بربط بھردی کرتا ہے - یوں ہی شراب اور سرور عاشق کو غم غلط کر دینا الی چیزیں ہیں۔ (۶) ترجمہ - دو تنوں میں کس طرح کہوں کہ میرے معشوق نے یہ کیا اور وہ کیا۔	
یعنی معشوق کو جو رستم کا کس سو ذکر کروں - یہ بھی ممکن ہے کہ چند بنائے تفاوت میں معشوق کو قول و فعل کا اختلاف ظاہر کرنا ہے (۷) ترجمہ - دشمن ہی حافظ کی جان کو ساتھ ایسا نہ کرتا - جو اس ابرو و کمان کی انکھ کے تیر لڑکی۔ معشوق کے ابرو و کمان کہہ کر اس کی ترکان کو تیر کیا - تیر - نظری مراد ہو سکتی ہے - دیکھو شعر (دہم) -	
غزل (۱۸)	
دلا پیوز کہ سوز تو کار با بکبند غتاب یار یہ چہ عاشقانہ بخش ز ملک تا ملک شش حجاب برگیرند	۱ دعای نیم شب دفع صد بلا بکند ۲ کہ یک ترشمہ تلافی صد حجابکند ۳ ہر آنچہ خدمت جام ہماں نما بکند

طیب عشق مسیحا دست و حق ملک	۴	چو در در تو نہ بیند کرد و ابکند
لو با خیر اسم خود انداز کار و دل خوش دار	۵	که زخم اگر نکند مدعی خدایکند
ز بخت خفته ملو طم بود که بیداری	۶	بوقت فاتحه صبح یک دعا بکند

(۴) لبوخت حافظا و بوی زلفیابتر (۵)
مگر دلالت این دلش صبا بکند

(۱) ترجمہ - سے دل کو جو تیرا احسانیت نام کر گیا نصیب کی دعا کی باتوں کو دور کر دی ہے۔
سو ز دل پر عشق کی علامت ہے۔ اور اگر عشق پہا ہو تو حصول دعا کی امید ہو سکتی ہے دعا و نیت سے شاید دعا کی عمر بھی بڑھ جائے۔

(۲) ترجمہ - پرچہ مشتوق کا خطاب عاشقوں کی طرح برداشت کر۔ کیونکہ ایک کثرہ صوفیوں کی تلافی کرتا ہے۔
مطلب صاف ہے۔ مشتوق کو جو روحنا برداشت کرتا رہے۔ کیونکہ اس کی ایک واسطہ کی تلافی کر دیگی ایک مہربانی کی نظر ساری غم و الم کو دور کر دیگی۔

(۳) ترجمہ - فرشتہ لیکر عشق تک تمام پردہ اٹھا دیگا۔ جس نے جام جہان نما کی خدمت کی۔
ملک - شرح اصطلاحات صوفیہ میں لکھا ہے کہ ملک (نجم) سہرا و اسو الہ کائنات ہو جو وہ وقت و درہ ہے۔ علم شہادت ملکوت - عالم غیب - حیرت - عالم انوار قاہرہ - لامہوت - عالم ذات حق۔

جام جہان نما یا جام کبیر و جس سے تمام دنیا و حالات معلوم ہوتی ہے۔ تحقیق کیلئے ویکو شعر الف سے شاعر جام کبیر کی جام جہان نما کہتی ہیں۔ جام جہان نما کی حالات دنیا کا کشف ظہر مطلب یہ کہ عشق پہا اختیار کرے کہ جو زمین و آسمان کو حالات کا علم ہو جائے۔ ویکو اشعارت ۵۶۔

۴) ترجمہ - عشق کا طیب سیاق و شریعت ہے لیکن اگر تجھ میں درد ہی نہ دیکھ۔ تو کس کا علاج کریں۔
وہ عیسیٰ - حضرت عیسیٰ علیہ السلام "تم باذن اللہ اگر مردوں کو زندہ کیا کرتے ہو۔ شیفتی - مہربان از شفقت - بختین یعنی ترس۔ ڈر - چونکہ دوست کی مسرت و بیعت دوست ڈرتا ہے۔ اسلئے مجازاً بمعنی مہربانی دوستی۔

مطلب یہ کہ طیب عشق مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے اور یہی مہربان لیکن تیری دل میں درد ہی نہیں۔ علاج کرنا کہ پہلے درد پیدا کر پھر علاج کا طالب ہو۔ تشریح کیلئے ویکو شعرت ۵۶۔ مرزا غالب فرماتے ہیں۔

نتر گس جاو - یعنی جاوہر گنجین - بازمی - سحر - اضل مطلب یہ کہ اسکی مست پہنچوئے ہوشیار آہی کو پیست کڈا
(۳) ترجمہ - میری آنسوؤں نے بار کی ہمیری بوشن کارنگ اختیار کیا - مہربان نصیب دیکھو کہ اس معاملہ میں کیا کیا -
شوق - وہ سرخی جو غروب آفتاب کی وقت مغرب میں نظر آتی ہے - یا طالع آفتاب کی وقت شوق میں -
مطلب یہ کہ میری بد نصیبی دیکھو کہ مجھ پر اسکو آنسو رو رہا ہوں - شوق اور شفقت کی عایت ظاہر -
(۴) ترجمہ - اے ساقی مجھ پر جام شراب کو گریبے تقاضا نے - معلوم نہیں کہ پردہ اسرار میں کیا کیا ہے -
وہی مضمون ہے جو شعر الف پ میں ہے -

حدیث از مطرب ہو گوراز از دہر مکر ہو	کہ کس کچھ شہر نکشتا یہ بخت این معمار
-------------------------------------	--------------------------------------

تشریح کیلی دی شعر دیکھو -
(۵) ترجمہ - جس نے یہ دارہ میں نقشہ پر بنایا (یا جس نے یہ دائرہ میں بنایا) کوئی نہیں جانتا کہ گردش پر کار ہو کیا ہے -
یعنی جس نے نقشہ کائنات پر آسمان کا دائرہ بنایا معلوم نہیں کہ اس نے پر کار کی گردش میں کیا کیا ہے - آسمان کو ٹنگو ہونے
کی وجہ سے دائرہ میں بنائی کہا - مینا آسمانی رنگ کا ہوتا ہے - دائرہ گردش پر کار سے بنتا ہے مطلب یہ کہ صانع مطلق
کی وسعت اور حکمت کا سیکو علم نہیں -

(۶) ترجمہ - پردہ لیلی سے چکی کی وقت چکی - آنسو کہ دل انگار بخون کو خرمین کو ساتھ کیا کیا -
یعنی محل لیلی سے ایک چکی چکی جس نے زخمی دل بخون کو خرمین کو جان کو جلا دیا - یہ چکی چکی درخشاں لیلی ہو گی - لیل (رات)
و سحر کا افاقت دیکھو -

(۷) ترجمہ - عشق کی چکی زخم کی آگ فطو کو دل کو لگا دی - اور اس جلا دیا دیکھو کہ یار دیرینہ زیا کو ساتھ کیا کیا -
مطلب یہ کہ معشوق ازل کا عاشق کو دل کا عشق سے جلا دیا غم سے مراد غم ہجران ہے - جو عاشق کو صبح ازل سے شام
اجل تک الٹکار رہتا ہے - یار دیرینہ سے مراد محبوب یا عشق ازل -

غزل (۵)

دست در حلقہ آن زلف دو تا نتوان کرد	۱	تکبیر بر عہد تو و یاوہ صبا نتوان کرد
آنچہ سعی ست من اندر طلبت نمودم	۲	این قدر نیست کہ تعمیر نفسا نتوان کرد
و امر دست بعد خون دل افتاد بہت	۳	بغسوت کہ کند عصم ہا نتوان کرد

۴	عاریض را بمثل مانک تو ان خواند	۴	تسبیت دوست ہر لی ہر یا تو ان کرد
۵	سرو بالائی من آن دم کہ در آید سماع	۵	حیل حاصل جان کہ قبا تو ان کرد
۶	مشکل غشقت نہ در جوصلہ دانش نہشت	۶	حلقہ این سخنہ بدین فکر خطا تو ان کرد
۷	غیر تم گشت کہ محبوب جہانی لیکن	۷	روز و شب عمر بندہ با خلق خا تو ان کرد
۸	من چہ گویم کہ ترانہ کی طبع لطیف	۸	تا بحدیست کہ آہستہ دعا تو ان کرد
۹	نظر پاک تو اندر رخ جانان دیدن	۹	کہ در آیت نہ نظر بصف تو ان کرد

بجز ابروی تو حجاب لہ حافظانیت

(۱۲)

(۱۱)

طاعت غیر تو در مذہب ما تو ان کرد

(۱) ترجمہ۔ اس زلف و تانگوں میں ہاتھ نہ ڈال سکتو۔ تیرے وعدہ اور باد صبا پر اعتبار نہیں کر سکتو۔
صبا۔ وہ ہوا جو مشرق کی طرف دھکتی ہے۔ باد مشرقی جو موسم بہار میں چلتی ہے۔ مطلب۔ کہ معشوق کی زلف کو کسی
مدد کی امید امید ہوسکتی ہے۔ یا اتنی رسائی حاصل کرنا ضیاع نام۔ لفظ دست مختلف تو یاد اس معشوق میں متلازم۔
چنانچہ دست کو معنی صدر و سناور چاد بالش ہی ہیں۔ اس جھڑ میں پہلے مصرعہ کو یہ معنی ہو گا کہ اس کی زلف و تانگوں میں ہاتھ نہ ڈال سکتو۔
صدر یا بلجانب نہیں بنا سکتو۔ لفظ حکیم اور دست (رہند) کی رعایت ظاہر۔

اس کی اکوں کد لکھ نہیں اعتبار ہو تا

میں ماں تنم کو بچا ہو لاکھ بار کہہ دوں

اسی طرح باد صبا پر وعدہ کرنا عقیدہ نہیں ہوتا۔
(۲) ترجمہ۔ جتنے کہوشش ہو سکتی ہے میں تیری طلب میں کی۔ العبتہ یہ تو کہ میں نوشتہ تقدیر کو نہیں بدل سکتا۔
خواہ وہ جہاں فرما میں کہ میں نے طلب معشوق میں جتنی سعی کی ممکن ہو۔ کی مگر تجو سے ہاتھ نہیں۔ خدا کی بات میں یہ غلطی
کی مسئلہ جبر و اختیار پر یہ طے نہایت قیمتی اور بالکل صحیح ہے۔ انسان کو راہ طلب میں کوشش جہاں تک ممکن ہو کر کرنی چاہیو
اور نتیجہ خدا کی مرضی پر چھوڑنا چاہیو۔ ”امرین الامرین“ پر کار بند ہو نا چاہیو۔ سب سے بڑا لفظ ہے کہ تیرے حرف سے پہلے نہ بچنا چاہیو
بقول مولانا دوم

بر تو کل نا تو خوشتر بند

گفت مخیر ما تو بند

سعی و عمل ضروری ہے کہ کوشش کر دو اور نتیجہ خدا پر توکل کر لو۔ یہ نہیں کہ توکل ہی کہ اس طرح جاؤ اور اس طرح کی طرف بچو گلو۔

(۸) ترجمہ۔ میں کیا ہوں کہ تیری لطیف طبیعت کی نزاکت اس حد تک ہو کہ آئندہ آئندہ رعایا نہیں رہ سکتی۔
یعنی تیری نزاکت اور لطافت اس قدر ہے کہ آئندہ دعا گو سنو کی بیخبر تیار غفلت نہیں رہیں جو اس کے سلج کر سکتا ہوں۔
(۹) ترجمہ۔ حرفت کی گنجائش عشق کا نہیں کہو دیکھتے مگر یہ کیونکہ ایک ہی میں یہ ایچہ صفائی کا نہیں دیکھ سکتی۔
صوفیا اگر اس کو نزدیک عالم کا اثر شائبہ ذات فی کینہ ہو بہتر ایک تینہ کو کہہ چکے حیرانی حرات کو زریعہ ہم خدا کو دیکھ سکتی ہیں

دیرم چال دوست ہر ذرہ آشکار	ذرت کون بر آست آن یار شد مرا
----------------------------	------------------------------

گویا وجود خدا کا عکس مرآت عالم میں پرتا ہے غائب ہے کہ عکس حرفت اس آئینہ پر نہ پرتا ہو جو بالکل صاف ہو اور کدورت خالی ہو۔ اسی طرح خداوند کے عکس کی ذات کو مشاہدہ کیلئے غزوری ہو کہ نظر پاک ہو اور باطل صاف ہو۔ ورنہ اس میں ذات کا عکس ہرگز نہیں پڑے گا۔ دیکھو شعرت ۳۴

(۱۰) ترجمہ۔ تیری ابرو کو اسوہ احاطہ کدول کا داد کوئی حجاب نہیں کیونکہ تیری سوا اور کسی کی سب سے بڑا ہے۔
یعنی ہمارا حجاب حرفت ہم ابرو کے معشوق اسکو دلا کر کہی حجاب کی رات ہمارے بڑے ہیں نماز جاڑ نہیں مطلب یہ کہ عبادت حق اسی صورت میں منظور قبول ہو سکتی ہے کہ خاص لئے ہو عاشقوں کا حجاب اور قبلہ حرفت ابروی جانان ہے۔

سے پرے سرحد ادراک ہو اپنا نمود	قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتو میں
--------------------------------	-----------------------------------

مولانا ہمدانی کا شعر ہے۔

قبلہ اہل نظر جزیرہ حجابان نبود	سر کرد و تابد ازیر قبلہ سلمان نبود
--------------------------------	------------------------------------

مستند خیال کر لو گوں کو محنت قبلہ پر تو ہیں۔

قبلہ شاہان بود تاج و کمر	قبلہ ارباب و نیاسیم دزر
قبلہ صورت پرستل آنجے گل	قبلہ معنی شناسان جان و دل
قبلہ زباد و حجاب قبلہ ل	قبلہ بسیرتار کار فضول
قبلہ تن پرور ان خواب و غوریش	قبلہ انسان بدانش پرورش
قبلہ عاشق وصال بیروال	قبلہ عارف جمال ذی الخلال
قبلہ اصحاب منصب مال و جاہ	قبلہ اہل سلوک اسباب راہ

قبلہ حرم اہل باشد ہوا	قبلہ قانع توکل بر خدا
-----------------------	-----------------------

<p>در گل و میخند شش بر ایست بجز از مستی ذوق میشت نمیت مانع جزر بید از هوا کو کبیر در است فرامند خدا</p>		<p>مے قند و سوبو بر هر ر بڑ او خنک و کو دکان اندر پیش غلطی از فلانند جز مست خدا گفت دنیا بود لعب اعت فشا</p>	
<p>حقیقت میں ساسان طریقت کو دایت کی کاسر را اپی اور ان در و مات کو تو عرض نقوب پر داند جو تی جلی پوشیده رکبتا چایم اور بر کہ دہ سو کا ذکر نہیں کرنا چاہیہ کیونکہ تاہم لوگ انکی حققت سے آگاہ نہیں ہوں ایسی باتوں پر گفتگو کرنا جس مطرب یادہ نشان خجائہ الہی حکیم شانی کا شعر ہے۔</p>			
<p>بردار از مقام مستی ہے</p>	<p>سیرجان بجای کہ خود دی ہے</p>		
<p>اسی شعر پر مولانا روم فرماتے ہیں بال استعارہ کی ہیں۔ مست تو ہے کہ بادہ نوشی اور پرستی کی وقت مطرب سارہ مطرب انکیز بجا اور لغتہ ہا عشرت آمیز مستان میں وہ گو یا کہ ہر کیسے متاثر ہوا اور ہر حال میں وہ مستی کی حالت میں ہے تو تجو چاہیو کہ مستی نہ کرے اور طاعتی ظاہر نہ کرے۔ اور ان اسرار کو ایسے لوگوں کو بیان نہ کرے جو انکو سمجھ نہ سکیں کیونکہ اسکا نتیجہ ہوگا کہ جاہل لوگ تنفر اور نفرت کریں اور نیز انکار کریں گی۔ لوگ منزلہ اطفال کی ہیں۔ اس لیے جو بزرگ نہیں بننا چاہتے۔ مگر ان فنون ذوق حیات اور بچہ مندرجہ معانی عشق و معرفت خم کو خم کی جالیں اور مستی کا آثار ظاہر نہیں کرتے۔ (۲) ترجمہ۔ عشق کو ناموس اور عاشق کو ناموس نہ کرنا۔ جو ان کی عیب جوئی اور بوڑھوں کو سرزنش نہ کریں یہ شعر کو شعر و قلم بند و مطلب ہے کہ جاہل اور ظالم لوگ تیری مستی پر تنخر کریں گی۔ عشق کو اور عاشق کو بدنام کریں گے اور جو ان کی مستی پر عیب جوئی اور بوڑھوں کی مستی پر سرزنش کریں گے اس سے بہتر وہ کہ الی لوگوں کی مستی کا نظریہ ہی نہ کیا جائے (۳) ترجمہ۔ سیاہ دل کو سوا (یا کھوٹا سیاہ سکے) نہیں کچھ حاصل نہ ہوا اور ایک۔ نافع اور نفع بخش نہیں ہے۔ قلب (۱) کہوٹا سکے دل۔ باطل۔ جھوٹا۔ کھوٹا۔ باطل۔ نافع غلط ہے جو بیفائدہ۔ اکسیر۔ بکسر یعنی کھیا۔ مطلب یہ کہ اہل دنیا اپنی خیال میں جو کچھ کرتے ہیں بہت اچھا کرتے ہیں اور اپنی اعمال کو گھمبیرا ہے اور وجود کو زوال خالص بنا دیتے ہیں مگر انکی خیال اطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی دل کو سیاہ کر رہے ہیں اور بجا کھیا کو سیاہ بنا خالص کھن کر رہے ہیں۔ قلب اور کھیا کی رعایت اور صنعت ظاہر۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔</p>			
<p>خواجه بزاز کہ طاعت کو کند ایں قیاس خویش را در ترک کن</p>	<p>بجز کز نصیحت جان میکند از قیاس تو شود ریشیت کہن</p>		

اسی مضمون پر

خواجہ پنازہ کہ داد حاصل	حاصل خواجہ بجز میت و نیست
-------------------------	---------------------------

قرآن حکیم سورہ نور رکوع دوم میں انہی باطل خیال لوگوں کا ذکر ہے۔ وَالَّذِينَ يَخْتَفُونَ بَيْنَ اَيْدِي رَسُولِ اللَّهِ عَنِ اِحْزَانِ اللَّهِ هُمْ فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوِينَ۔ اے اللہ کے پیغمبر کے سامنے اپنے غم کو چھپانے والے لوگ! ان کا اعمال برابر کی مانند ہیں جو عہوار میدانوں میں ہوسیا سا اسی پانی سمجھتا ہے۔ حتیٰ کہ جب اس کو پاس آتا ہے تو کوئی چیز نہیں دیکھتا۔ اسی قسم کے باطل خیال لوگوں کو تنہائی میں احقر سید اکبر حسین فرماتی ہیں۔

بنا ہوا ہے جو بے ہوشی پر غفلت رہ رہے ہیں	مگر غفلتی اثر ہے ایسا کہ خوش میں گویا ابھرتے ہیں
--	--

کئی رنگ اتحاد ملت روان ہو غفلت کی موج میں
ہم اس کو سمجھ میں آج بھی نہایت سبک بھری ہیں

(۱۴) ترجمہ۔ کہ ہم میں کتنی ہی رمز ہے کہ ہوا اور نہ ہو کہ یہ شکیانی ہے جو وہ کہہ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ ہمیں بات یہ کہانی ہے کہ اسرار معرفت و رمزی عشق کو پوشیدہ کرے۔ مگر یہ بات کمال ہے راز عشق کا پوشیدہ رکھنا۔ سنا نہیں کہ یہ چیز اس غزل کو شعر اول و دوم کا جواب ہے۔

(۱۵) ترجمہ۔ پیر معان کو تشویش وقت تیری ہے۔ ان سالکوں کو دیکھ کر کہ پیر کی کساتہ کیا کرتی ہیں۔ صید صہل باز۔ باز وادی۔ والہ دنیا یہ دینا۔ لوٹا دینا۔ یا باز زائد برای تحسین تھام و ضرورت شعری۔ پس مصرعہ کی ترکیب کے تحت یہ مطلب صریحاً تھا کہ اب اگر ایچ میرزا نے یہ کہہ دیا کہ وہ بین اوقات باشت تشویش ہے ہیں اس کا اوقات گرامی کی قدر قیمت کہہ دیا جانتے۔ جس کا اس کو تشویش ہوتی ہے۔

(۱۶) ترجمہ۔ دلوں کو ملک لطف نظر خرید سکتی ہیں۔ حسین اس معاملہ میں کوتاہی کرتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حسین صرف ایک نظر ملک نیم نظر کو حق کی دلوں کی ملک خرید سکتے ہیں اگر وہ یہ سودا نہ کریں تو ان کی کوتاہی سچو اسی خرید و فروخت کے متعلق مولانا نصیحت فرماتی ہیں۔

برائے درد کتب خرید و نیم	از دست بی پناہ دل پر فروشم
--------------------------	----------------------------

بکھتا قیمتش کھتم نگاہ سے
بجھتا کمتر کھتم کہ گاہی

مغشور۔ غور یعنی فریے بنا۔ دیکھو کا دینا۔ فریاد کرنا۔ مغشور وہ شخص ہے جو کا دیالیا ہو۔ فریاد فریاد (مجازاً مگر) مطلب یہ ہے کہ حکم درون پردہ کار از معلوم نہیں اور صرف دروازہ کو باہر کڑی ہیں۔ اس حالت میں یہی

ہم پر کئی فریب و فتنوں میں اسی قدر مستعد ہو گئیں ہیں خطا جلا دین پر وہ کیا کمینیت ہوگی دیکھو شعر ۱۲ - الف
 (۸) ترجمہ - لیکن یہ ذہنی جہد و مشق کا حاصل کیا دوسرے فرقہ والے تقدیر کو حائل کرتے ہیں -
 اس شعر میں اجہ صاحب نے پیرسلہ جبر و اختیار کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور دو فرقوں کا دستور العمل بیان کیا ہے
 اس سطر پر مفصل بحث کیلئے دیکھو شعر الف ۳ - خواجہ صاحب کا اپنا عقیدہ بین الامم ہے - دیکھو شعر ۵ -
 (۹) ترجمہ - زمانہ کا استحکام پر زور ہے ہر دہائی کے لیے کیا کارخانے جو صیرت خیر و تبدیل کرتا رہتا ہے -
 فی الجملہ - بعضی من وجہ - اندک کہ تہذیب حاصل سخن - محمل کلام
 مطلب یہ ہے کہ دنیا ناپائیدار ہے تو اہل فتنہ نہیں - اس لیے ہمیشہ تقابلات جوڑ رہے ہیں اس پر مطلق اعتبار نہ چاہئے
 قرآن شریف سورہ مدثر میں ہے و کثر الکلمۃ قبلہ من قرآن حکم احسن (ثبات و اسیلا اور بہت کلمے
 ہیں - ہر ان میں سے کلموں کو طبع و اعتبار مال و متاع اور دنیاوی منظر کان سے ہٹا کر
 شیخ معصی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں -

دوام پرورش اندر کنار مادر دہر	طبع کن کہ درو بو تو مہربانی نیست
مباش غوغا غافل و غرض سرور پیش	کہ در طبیعت میں گرگ گلہائی نیست

(۱۰) ترجمہ - شراب الی - کشید - حافظہ معنی اور محسب - اگر تو نظر غور و کجی تو سب کو فریب کرتے ہیں -
 مطلب یہ ہے کہ شینہ و غافل خواجہ حافظ یاد گیرتے رہتے ہیں معنی اور محسب بظاہر ماسا اور پابند و شری
 ہیں وہ فی الحقیقت سب کا ریاکار اور ظاہر میں بیشک دوست کہ یقیناً ریاکار کا گناہ تیرے گناہ سے غلط ہے خواجہ صاحب کا یہ
 ضربہ ہے کہ بخاری ریاکاری پر جواب دہی ہے خواجہ صاحب کے تمام کلام اور سارے دیوان کا لب لباب یہ ہے کہ ریاکار اپنے ریاکاری سے

نعر (۵۲)

۱	در نظر بادی مایہ خبراں صیر شد	۱	من جنتم کہ نمودم درگ شان دانند
۲	عاقلاں نقطہ پر کار و جو دند ولی	۲	عشق تو را کہ در میں دائرہ سرگردانند
۳	وصف رضا نہ خود شہ ز فاش میرس	۳	کہ دریں آئینہ صاحب نظران صبرانند
۴	گر شوند کہ اندام شہ ماعتجگاں	۴	بعد ازین خرقہ صوفی بجز و نشاند
۵	لاف عشق و گلہ از یار ہی لاف خلاف	۵	عشق بانان چشم حق پرست برانند

بہیں شراب دیدیں۔ توا چہاں۔ در نہ ہماری اگر زو پوری ہوئی نظر نہیں آتی۔ گناہ اس سے مراد ان ظاہر و باطنی
پر ہی حملہ ہے۔ جو بد فطرتی کرتا ہے۔ اور دوشی۔ حقیقی معانی کو شائق یہ سمجھ لیں کہ جو در حال محبوب کی آرزو
اور مراد عالیہ کا اشتیاق۔ مگر ہر اعمال کا سرمایہ بہت کم ہے۔ صرف ظاہری بندہ ہی اگر اس کو بندہ کہے اس کا تو فتنہ
قوت در نہ کچھ نظر نہیں آتا۔

(۹) ترجمہ۔ اگر دلوں کی تڑپنگاہ میں جو اتیری خوشبو کی تو عقل اور جان اپنی ہستی کو گم کر قربان کر دیں گی۔
تڑپنگاہ۔ تڑپ بہت یعنی پاکیزگی۔ بخوبی۔ خوشحالی۔ تازگی۔ سیر۔ بے غیب۔ تڑپنگاہ یا تڑپنگاہ۔ پاکیزہ
جگہ۔ سرسبز اور تازہ مقام۔ تڑپنگاہ اور روح۔ یعنی عالم ارواح۔ فرشتوں کا عالم۔ عالم عمر۔ دیرینہ
مطلب یہ کہ تیری خوشبو صرف عالم سفلی میں ہی فروخت بخش نہیں۔ بلکہ عالم ارواح میں بھی اگر تیری خوشبو پہنچ جائے۔
تو روح و جان اور عقل و دانش سب تجھ پر قربان ہو جائیں۔

(۱۰) ترجمہ۔ زائد اگرندی کو نہ سمجھ تو کیا ہو۔ شیطان اس قوم سے جو قرآن خوان بھیجے گا۔
خواجہ صاحب جس کیفیت کا نام رندی رکھا ہوا ہے اس کی حقیقت پسلی کی جگہ واضح ہو چکی ہو گی اب اس شعر میں
واضح تر ہو گئی ہے۔ زید خشک و زرد دریا آمیز کو مقابلہ عشق الہی کا نام رندی رکھا ہے۔ خواجہ صاحب نے قرآن کو
ہفتہ میں ایک دفعہ قرآن شریف کو الحمد سو لیکر و اناس تک پڑھا کرتے تھے۔ فرمادیں کہ اگر یہاں کا رندی میری حقیقت نہ سمجھیں
تو کچھ مضائقہ نہیں۔ قرآن پڑھنے والے لوگوں کو شیطان ہمیشہ بہانہ ہے۔ اسی طرح یہ لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔
مسلمان قرآن شریف پڑھتے وقت اسم اللہ سے پہلے غوثانہ من الشیطان الرحمن یرحمہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف سورہ النحل آیت ۱۳ میں
حکم ہے کہ فاذا قرأت القرآن فاستمع باذنیك للعلیٰ فی الخفیہ و رجب ان پڑھنے کو قرآن شریف پڑھنا شروع کرتا ہے اور غوث باللہ پڑھتا ہے۔ تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔
پس قرآن خوان صوبت قرآن شریف پڑھنا شروع کرتا ہے اور غوث باللہ پڑھتا ہے۔ تو شیطان بھاگ جاتا ہے۔

اگر زبان کوں ہو یا میری آہ کوں کر
شیاطین جانتے ہیں نعرۃ اللہ اکبر سے (امیرانی)

غزل (۵۳)

دوش وقت سے از غصہ بختام دادند	۱	وندراں ظلمت شب آب جاتیم دادند
پیچود از ششتم بر تو ذاتم کردند	۲	باوہ از جام بخت اصف تم دادند
چہ مبارک سحری بود و چہ فرخندہ شہر	۳	آن شب قدر کہ اس تازہ براتم دادند

۴	خبر از واقعه لالت و مناسم دادند	۴	چون من از شوق ریش خود و تیران گشتم
۵	مستحق بودم و اینست بکاتم دادند	۵	من اگر کام روا گشتم و خوشدل چه عجب
۶	کہ در اینجا خبر از قبلہ داتم دادند	۶	بعد از این روی من و اسنہ حسن نگار
۷	کہ بیازار غمت صبر و شباتم دادند	۷	باش آن قدر من مژدہ این دولت داد
۸	اجر صبر سیت کز ان سان خاتم دادند	۸	این همه شہد و شکر کز سخن تم می ریزد
۹	خاک و گشتم و جیدین داتم دادند	۹	کیمیایست عجب بسندگی سیرت خاں
۱۰	خط آزادگی از زمین تم دادند	۱۰	بجاست آبد آن روز سبائیت مرا
۱۱	گفت کز بند غم و غصہ خاتم دادند	۱۱	عاشق آن دم کہ بدام سر زلف تو قتاد
۱۲	کہ نگار خوش شہر سحر کا تم دادند	۱۲	شکر شکر کرانہ میفشان سے دل

رحمت حاق و الفاس سحر خیزان بود (۱۳)
کہ ز بند غم ایام بخاتم دادند

یہ غزل خواجہ صاحب کی مشہور ترین غزلوں میں سے ہے۔ مضمون مسلسل ہے اور اس کی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ شعر لکھی ہیں۔ تصوف میں نہایت اعلیٰ پایہ کی غزل ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص شخص پر لکھا گیا ہے جو نہایت عزیز و جاقظ ہے۔ یہ شعر لکھ کر نفس کلام سونابت ہوتا ہے۔ کہ شرح صدر حاصل ہو کر وقت یہ اشعار لکھیں گے۔ روایت ہے کہ خواجہ صاحب نے یہ غزل لکھی ہے اور یہ ایک عجیب و غریب قصہ ہے خواجہ صاحب نے انیس اور ان پر علوم و فنون اور فن شاعری کو دروازہ کھولا ہے کہ اس غزل سے خواجہ صاحب نے غزل لکھی اس کی متعلق تفصیلی حالات کیلئے دیکھ لسان الغیب جلد اول صفحہ ۷۰۷ سوا تخمیری۔ خواجہ صاحب کی اس غزل پر نعمت خاں علی زبیری ایک غزل لکھی ہے جس کا شعر یہ ہے۔

چون دل از کار شد از دم شد شیریں کام
آخر ایش نشہ شکستند و نباتم دادند

غزل بڑا کوشا و مہر (۱۲) و (۱۱) و (۱۰) ایک قلمی دیوان میں ہے ۱۹۱۷ء کا لکھا ہوا ہے۔ نہیں میں ممکن ہے الحاقی ہو کر غزل لکھی ہو (۱) ترجمہ۔ کل محروقت جو غصہ سے نجات دے اور اسات کی تاریکی میں بجواب حیات دیا۔ دادند۔ کا فاعل محبوب یعنی جمع۔ یا عاملان تھا و قدر۔ غصہ سے مراد یہاں طبیعت کی شرم و گداز ہے کہ خواجہ صاحب کی غزل میں ابتدا میں قبول خاطر ہوئی تھی جس پر وہ ہمیشہ آشفتم رہتی تھی۔ خواجہ صاحب نے ان پر آخر کار شہر و سخن

کا دروازہ کھول دیا شعر کا مطلب یہ کہ پہلی چیز مشاہدہ محبوب ہو یا وہی جی اور طبیعت کو سمجھنی تھی اب محبوب نے میرے سینہ کو اسرار حضرت سے بھر کر دیا ہے۔ اب حیات ظلمات میں ہے اسلئے ظلمت کے اوجھا کی رعایت ظاہر وقت بحر کے عالموں سے قبول ہوتی ہے۔ اسلئے وقت بحر خاصہ سے نجات ظاہر۔

۲۲، ترجمہ۔ مجھ اپنی ذات کو پر تو کی روشنی سے خود کر دیا۔ اور صفات کی تجلی کو جام سے ہی شراب دی۔
 ۲۳، ترجمہ (۱) روشنی آفتاب (۲) شراب میں پانی ملانا (۳) شراب۔ نیک عین کو کھینچنا غلطی ہے۔ تجلی آشکارا ہونا روشن کرنا۔ آشکارا کرنا۔ نور الہی کا وہ غلبہ جس سے مولیٰ علیہ السلام کوہ طور پر پوشش ہو گئی تو۔
 خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ کہ مجھ پر تو ذات کی روشنی دکھائی گئی اور تجلی صفات کا جام ملا لیا۔ چونکہ یہاں خواجہ صاحب نے مشاہدہ ذات و صفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اسلئے مشاہدہ حق کی ان دو مختلف انواع کے متعلق اجمالاً کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ رویت حق دو قسم کی ہے (۱) رویت مطلق یعنی رویت ذات اور (۲) رویت مقید یعنی رویت بذریعہ صفات و تعینات و مرآت وغیرہ رویت مطلق کے متعلق تمام بزرگوں کا خیال ہے کہ دنیا میں ناممکن ہے۔ باوجود ہستی خودی کو دیدار خدا محال ہے۔ اسلئے حضرت مولیٰ علی نقیؑ دعا علیہ السلام کہ سوال رب الارض کہ جواب میں ارشاد "لن ترانی" ہوا۔

میں نے ارنی کہا تو یوں بولا	جب ملک کو ہوں تر النی ہے
-----------------------------	--------------------------

رویت بذریعہ مرآت یعنی معرفت صفات ممکن ہے اور علی قدر مراتب ہم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔
 یہاں خواجہ صاحب نے رویت ذات کی توضیح بھی کی ہے۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ مولانا علی علیہ السلام نے شرح مفہوم مولانا روم میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کی بیان کی تعبیر اس طرح ہو سکتی ہے۔ کہ عارفان کامل کو ماسیتا اور ان کے اسرار کا علم ذوقی ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حقیقت الہیت سے متصف پاتے ہیں اور اپنے وجود کو عین ذات دیکھتے ہیں جو صفات الہیہ سے متصف ہے۔ اختلاف الہیہ سے متخلی ہے۔ پس ان کو حقیقت الہیہ کا ذوق ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ ذات و صفات الہیہ کو ذات ہو جاتے ہیں۔ مگر حقیقت الہیہ کا یہ علم ذوقی بدرجہ کمال حاصل نہیں ہوتا۔ مولانا روم کو ابن اشعار کی شرح میں مولیٰ بحر العلوم نے یہ رائے دی ہے۔ یہ ہیں۔

زآنکہ ماہیات دستر ستر آن	پیش چشم کا طمان باشد عیاں
در وجود از سر حق ذات ذو	دور تر از وہیم استبصار کو۔
چونکہ ادھنی نما از خسراں	ذات وصفی حییت کان ماند نہاں

مندرجہ ذیل شعر میں بھی مشاہدہ ذات کی طرف اشارہ ہے۔

امروز چوں حال خوب بود و ظاهر است	در حیرت کہ دعدہ فرار با حق صحت
----------------------------------	--------------------------------

مشاہدہ ذات قیامت کو ممکن ہو گا شاعر کہتا ہے کہ میں بھی پڑھنا چاہتا ہوں تو وعدہ فرما دیا یعنی یہ کیا مشاہدہ ذات کو دنیا میں ممکن کہا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرمایا کرتے تھے۔ لو کشف الغطاء عما ازدحت یقیناً۔ یعنی اگر پردہ اٹھایا جائے۔ تو میری یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی مطلب یہ کہ یہ یقین ایسا ہی ایسا ہی ہے جیسا کشف الغطاء کو وقت ہو گا۔ پس اس قسم کہ تمام اقوال و اشعار کی وہی تعبیر کرنی چاہئے جو لانا بحر العظیم نے کی ہے۔ خواجہ صاحب نے جیسا کہ سپر لکھا ہے چکا ہے۔ یہ نزل کسی ایسی وقت لکھی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے انہی سنیہ کو اسرار معرفت سے پُر کر دیا تھا۔ اس لیے کہ وہ ہیں کہ ان پر تو ذات کا نور نظر آیا۔ اور میں نے روشن ہو گیا۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پہنچ کر گنگوڑی و خر موسیٰ صفاً مگر ظاہر ہے کہ یہ جلوہ غائی ہی پردہ کو اندر تھی۔ اگر جلوہ کشف تھا تو یہ روشن ہو جاتا اور ہوتی۔

اپنی جتنی سی بات نہ دیکھتی تھی

کلمہ شکر کردہ حضرت تک نہ ہو کر آتا	بوی و خیر کہ وہ شرح و لغات تھا
------------------------------------	--------------------------------

خواجہ صاحب نے جس مشاہدہ ذات کا ذکر کیا ہے وہ بھی جلوہ درون پردہ تھا۔ دوسرے مصرعہ میں خواجہ حافظ نے تجلی صفات کا جام پر شراب پی کر کا ذکر فرمایا ہے تجلی صفات ممکن ہے اور کسی شکر پر نہیں۔ واللہ ربنا ترجمہ۔ وہ کسی مبارک سحر تھی اور کسی مبارک رات تھی۔ وہ شنب قدر جبکہ چوبہ برات دی گئی۔ شنب قدر اور برات کیلئے دیکھو شعوبہ۔ مطلب یہ ہے کہ وہ رات بہت مبارک تھی اور بہتر نہ شہ قدر تھی کیونکہ میر اسدینہ پر تو ذات اور تجلی صفات کو انوار سے روشن ہوا۔

(۴) ترجمہ۔ جب میں اس کی ہمارہ کو عشق میں بخود اور حیران ہوا۔ تو انہوں نے مجھ واقعہ لات منات کی خبر دی

لات۔ ملک عرب میں ایک مشہور بت کا نام۔ شعیب علیہ السلام کی قوم اس کی پرستش کرتی تھی زمانہ جاہلیت تک اس کی پرستش جاری رہی۔ منات۔ ملک عرب میں ایک مشہور بت کا نام جس کی پرستش قبیلہ بنی نزل و خزاعہ (قبائل عرب) کرتے تھے خواجہ صاحب نے اس نزل میں حراج کا نقشہ کھینچا ہے۔ خواجہ صاحب نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حراج سمجھ دیا خود خواجہ صاحب کے شرح صدر کی کیفیت شنب حراج کے بت پران شریف سورہ نجم میں ہے۔ لقد رأی من آیت اللہ العزیز (۱) اور آیت اللہ العزیز (۲) کا حضور نے یعنی شنب حراج میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پردہ گار کی قدرت کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں۔ چوتھا کہ لات و عزی اور منات یہ کہ سکتی تھیں چنانچہ لکھا

یعنی خدا تعالیٰ را پس محبوب کو جو کہ پہلایا کیالات و منات دہا سکتی ہیں۔ خواجہ صاحب مرآت میں کہ جب ہر ای چہرہ کو عشق میں بخود کردیا تو عجولات و منات کی بات یاد دلانی۔ کہ جو کہ تونے عشق الہی میں حاصل کیا کیادہ لات منات یا بتان مجازی کو عشق میں حاصل ہو سکتا ہے۔

(۵) ترجمہ۔ میں اگر کامیاب اور خوشدل ہو گیا۔ تو کیا عجب ہے میں مستحق تھا اور یہ چیزیں مجز کات میں دی گئیں۔ مطلب یہ ہے۔ کہ اگر محبوب نے مجھ کا مایابی اور خوشدلی عطی کی ہے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں اس کے خزانہ میں یہ چیزیں بکثرت موجود ہیں۔ مجھ بطور زکوٰۃ کر ملی ہیں۔ کیونکہ میں مستحق ہوں۔ یعنی مسکین ہوں۔ سالانہ زکوٰۃ جائز طور پر مجھ پر صرف ہو سکتا ہے (۶) ترجمہ۔ اس کے بعد میرا چہرہ ہو گا اور معشوق کو حسن کا آئینہ۔ کیونکہ اس کے مجھ جلوتہ ذات کی خبر دیکھی۔ ایک قلمی دیوان میں مجھ کی لفظ ”حسن نگار“ کو مہر جمال ہے اور ایک نسخہ ”چہرہ یار“ ہے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ اس کو بعد میں ہمیشہ آئینہ رخ یار کو دیکھ کر میں شوال ہو گا۔ کیونکہ اس آئینہ میں جلوتہ ذات دکھائی گئی ہے۔ یعنی لا معشوق ظاہری کو آئینہ رو میں مجھ ذات محبوب حقیقی کا جلوتہ نظر آیا ہے۔ لہذا ”ان اللہ خلق آدم علی صورتہ“ خدا کو آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اس کے بعد ہمیشہ اس کو آئینہ رو کو دیکھتا رہے گا (۷) آئینہ حسن محبوب میں ہمیشہ ملے ہو چہرہ کو دیکھتا رہو گا۔ یعنی تجلیات حسن مطلق کی روشنی میں معرفت نفس میں مصروف ہو گا۔ کیونکہ تجھ نے ”من عرف نفسه فقد عرف ربه“ جس نے اپنی تعریف جان لیا۔ خدا کو پہچان لیا) میں معرفت نفس ہو معرفت حق کو حاصل کر لو گا۔

(۸) ترجمہ۔ بالقتل اس دوزخ میں اشدالت کی خوشخبری دی (حسن دن) تیرے عشق کا بازار میں مجھ صبر و ثبات دیا گیا۔ بالقتل۔ بحسرتا و فوقانی۔ آواز دین والا۔ وہ فرشتہ جو عالم غیب سے آواز دیتا ہے۔ اسم فاعل از بہت یعنی آواز دہندہ یعنی حسین جو میں نے عشق میں صبر و استحکام اختیار کیا ہے۔ اس دوزخ میں مجھ بالقتل یعنی یہ امید افزا خوشخبری ہے کہ آؤ گا اس صبر کو عوض میں مجھ وصال محبوب حاصل ہو گا چنانچہ اسی صبر و استحکام کی برکت سے مجھ مشاہدہ معشوق نصیب ہوا۔ (۹) ترجمہ۔ یہ تمام شہد و شکر جو میرے کلام سے ہو گیا ہے۔ اس صبر کا اجر ہے۔ جو اس شان نبات سے مجھ دیا گیا۔

شیاخ نبات۔ کوزہ ہائے نبات میں تاک پر شاخ کی طرح جو مصری بندی ہوتی ہے۔ مصری کو کوزہ کی وہ نگاہی یا ناگاہی کوزہ بنائی کہ اس کو انجور میں لگا دیتے ہیں تاکے یا لکڑی پر مصری اس طرح نظر آتی ہے گویا مصری کی ایک شاخ ہے بقول عوام خواجہ صاحب کی معشوقہ کا نام۔ خواجہ حافظ اپنی شیریں سخن کی وجہ سے اپنی قلم کو شاخ نبات کہتے ہیں جس سے تحریر کو قوت قند و نبات ملتی ہے خواجہ صاحب نے جایا اپنی قلم کو شاخ نبات کہا ہے۔ چنانچہ درجہ شہادت ہے ”ہا و شہزادان لیس عوام الناس نے شاخ نبات خواجہ صاحب کی معشوقہ کا نام بنالیا۔ اور اس کی عریض و برکتیں دیکھ کر سنان الغیب علو اول صفحہ ۲۵۴۔ ۲۵۵ و ۲۵۶

شعر کا مطلب یہ ہے کہ میری شیریں کلامی صبر کا اجر جو مجھ پر میرے قلم کو عطا ہوا یا صبر کا اجر جو جسکو دیرینہ خوشنات یہ قلم عطا ہوا
(۹) ترجمہ - میر مخان کی بندگی عجیب کیسا ہے۔ میں اس کی خاک بنا اور مجھ اتنی درجہ دی گئی۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دلچیز معرفت مجھ پر میر مخان کی بندگی کی نصیب ہو اور اسکو دوازہ کی خاک ہو نیز مجھ پر نعمت حاصل ہوئی
دیکھو شعر ۱۲ الف -

(۱۰) ترجمہ - مجھ اس روز حیات ابدی پر پہنچا دیا اور موت کو قلعہ ہو آزادی کا پر دانہ عطا کیا۔
یعنی موت ہو آزادی کو حیات ابدی عطا کی۔ میں نے فنا فی المشرق ہو کر بقا بائیں کا درجہ حاصل کیا۔

یہ شعر اکثر دیوانوں میں نہیں ہے مروجہ مطبوعہ دیوانوں میں موجود ہے۔ خصم تمام کی جگہ حسن تمام لکھا ہے۔ ممکن ہے جو حسن تمام
ہو۔ بعض نسخوں میں حسن تمام لکھا ہے۔ لفظ حسن کو ساتھ معانی مشکوک ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۱۱) ترجمہ - عاشق جسوقت تیری سزا کے حال میں پڑا۔ کہہ کہہ مجھ پر غصہ کی قید سے آزادی حاصل ہوئی۔
فی الحقیقت عشق کی قید میں اگر انسان باقی تمام خود سے آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ شعر بھی الحاقی معلوم ہوتا ہے۔ دیوان میں نہیں ہے۔

(۱۲) ترجمہ - اے دل شکر کی شکر شکر انکو کلام پر گزرا۔ کیونکہ مجھ ایسا شیریں جگر کا ت اور خوش تر شکر شکر شکر ملا ہے۔
(۱۳) ترجمہ - یہ حافظ کی دعا ہے۔ ہر خیز لوگوں کو الفاس کی برکت تھی کہ مجھ غم ایام کی قید سے نجات دیکھتی۔

الفاس - جمع نفس - دم - ایک قلمی دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے -
بخت میر مخان مجھ نصیر ہوا اس بود کہ زمین و آسمان مجھ نام دادند

غزل (۵۴)

۱	دور و شرم میرحم کہ طراک در میان زردند	۱	گل آرم میر شرمند و بہ ہمانہ زردند
۲	سائنان حرم سر و عفاف ملکوت	۲	بامن راہ نشین باوستانہ زردند
۳	شکر انزوکہ میان من و او سلف تاد	۳	خویریاں رقص کنان ساغر شکرانہ زردند
۴	جگہ تہمتا و دولت ہم را عذر بنہ	۴	چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زردند
۵	آسمان یار امانت تو نیست کشید	۵	قرعہ فال بسانم من دیوانہ زردند
۶	نقطہ عشق دل گوشہ نشیناں خون کرد	۶	ہیچو آں خال کہ بر عارض جانانہ زردند
۷	مالبد خرمین پندار زرہ چوں زولیم	۷	چوں رہ آدم خانی سبکی دانہ زردند

آتش آن نیست کہ بر شعله او خند د جمع ۸ آتش آنست کہ بر خمن بر دانه زدند

(۹) کہ حافظ کشید از رخ اندیشه لقا
تا بر زلف و سوسن سخن شانه زدند

(۱۱) تو کہم۔ کہ جس نے دیکھا کہ فرشتوں نے شراب خانہ کو دروازہ کو کھٹکھٹایا۔ آدم کی مٹی کو مٹی کو گوندھا اور پیالہ بنایا
دو شہ سو را ابتداء آفرینش ی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کا خمیر تیار کیا گیا۔
حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کو متعلق قرآن شریف سورہ الحجر میں رب العزت کا ارشاد ہے کہ
وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ۔ یعنی ہم نے آدم کو گل خشک کے قسم لائے سیاہ بوجہ قسم
پیدا کیا۔ صاحب تمیاز نے لکھا ہے کہ حق سبحانی نے حضرت آدم علیہ السلام کو خاک سے اس طرح پیدا کیا۔ کہ خاک پر
پانی ڈالا۔ اور وہ کچھ ٹپھر ہو گئی۔ اور کچھ مدت اسی طرح چھوڑا کہ وہ جماعی اس لائے سیاہ کی طرح ہو گئی جو تالاب کے زیر
کاتہ میں ہوتا ہے۔ اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بنایا گیا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ فرشتوں نے شراب خانہ کا دروازہ کھولا۔ آدم کی مٹی کو گوندھا اور اس کو پیالہ کی صورت
میں بنایا۔ مطلب یہ ہے کہ صوفی حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر تیار کیا گیا۔ اسی آئینہ شراب عشق ڈالی گئی۔ گویا ابتداء
آفرینش سے ہی عشق انسان کو حصہ میں آئی۔ انسان کو جسم کو شراب عشق کا لیک پیالہ بنایا گیا جس میں ہر ایک طرف
کی مقدار کو مطابق شراب ڈالی گئی۔ حضرت خواجہ معین الدین صاحب الجہری قدس سرہ فرماتے ہیں۔

شاہ چور خورد جام صفایہ خاک بر دگر نما
از حق شراب عشق را بر خاک آدم ریختہ

غزالی مشہدی جو در بار اکبر کا ایک لازم تھا کہتا ہے۔

خاک ل آن روز کہ مے بختند
شعبے از عشق بر و ریختند

اسی مضمون پر ہے۔

مجمہ عالم چو یک مخنی نہ دوست
دل بر زہد پیمانہ دوست

ایک خورد در صفا از کوزہ پاک
بجرعہ بخت دردے درین کج

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق اور مستی ازلی ہے۔ آدم کی شربت میں داخل ہوا اور اس کا خمیر ہی شراب سے تیار کیا گیا ہے اسی کو
کیلے دیکھو سحر تہ۔

(۲) ترجمہ۔ عالم معنی کی پاکیزگی اور رازِ حرم کریم والوں نے مجاہدِ راہِ نشین کو ساتھ شربِ مست پانی۔
 عفاف۔ بفتح۔ پارسائی۔ پرہیزگاری۔ پاکیزگی۔ ملکوت۔ بفتح۔ عالم۔ فرشتگان۔ عالم معنی۔
 عالم ارواح۔ عالم غیب مقام عبادت فرشتگان۔ بعض دیوتاؤں میں ”مرد عفاف“ کی بجائے ”ستر عفاف“
 ہے۔ اور بعض نخلوں میں ”ستر عفاف“ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عالم فرشتگان جو ستر اور عفاف کا مقام ہے۔ اس کو ساکنوں
 نے یعنی فرشتوں نے یا عالم غیب کے حرم سرور عفاف کو ساکنوں نے یعنی ذاتِ باری تعالیٰ المصطفیٰ (ج) نے مجاہدِ راہِ نشین
 سے مل کر شربِ پانی سے راہِ نشین اسلام کو کہا۔ کہ بیک وقت ازین جہی حضرت آدم علیہ السلام عالم بالا میں تھے۔ وہ بہتر نہ ایک راہ
 نشین کو تھے۔ کیونکہ عالم معنی ان کا مستقل مسکن نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک سافرتیہ جو عالم غیب کے جل کر عالم ارضی کی طرف
 آ رہے تھے اور حضرت چند روز کیلئے عالم بالا میں تھے۔ گویا راہ میں ٹھہرے تھے۔ سافرتیہ۔ خواجہ صاحب نے اشعر میں اس
 مبارک وقت کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ حضرت آدم علیہ السلام باغِ بہشت میں تھے اور فرشتوں کو ساتھ ایک بزم میں
 عشقِ الہی کا جام پیتے تھے۔ یارِ روز الست کی طرف اشارہ ہے۔ جبکہ خالق و مخلوق کا درمیان قول و اقرار ہوئے۔
 (۳) ترجمہ۔ خدا کا شکر ہے کہ میری اور اس کو درمیان صلہ ہو گئی۔ جو روزِ تقدیر کرتے ہوئے شکرانہ کی بیانی ہو۔

خوہریاں۔ مزید علیہ حورائ کا ہے۔ (ی) نام ہے جو کو جوہری بھی کہتے ہیں لفظ حور نور جمع ہے اسلامی حوران یا حوریاں
 جمع الجمع ہے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں شکر ہے کہ میری اور اس کو درمیان صلہ ہو گئی۔ جس صلح کی خوشی میں محمد بن ہشتی کی بی بی
 شربابہ کو پانی اڑا دی۔ غزلِ بیکار سے اول و دوم کو ملاحظہ فرمائیے ہوئے یہ قیاس ہے جس صلح کی طرف خواجہ صاحب نے اشارہ کیا ہے۔
 اشارہ کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ اور حضرت آدم کو درمیان تہی شیطان کو ہیکل فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی
 کی اور دانہ گندم کھایا۔ اس پر عتابِ الہی نازل ہوا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو تائب ہو کر پیران کا قصور و خاک
 گیا۔ سورہ بقرہ میں ہے فَسَلَّمْنَاهُ آدَمَ مِنْ دَعْوَةِ الشَّيْطَانِ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ يَهْدِي الْغَالِبِينَ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام
 نے اپنی پروردگار سے چند کلمات (دعائیں) سیکھیں اور دعا کی۔ خدا تعالیٰ نے حضرت آدم کی دعا قبول کر لی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ قبولِ کرم والا
 اور بہرہ بان ہے۔ شعر کو ظاہر میں معنی ظاہر میں۔ بہر حال عاشق و معشوق کا درمیان صلح ہو کر خوشی لگ گئی۔

(۴) ترجمہ۔ بہتر فرقوں کی جنگ میں سب فرقوں کو معذور سمجھ جب انہوں نے حقیقت نہ دیکھی تو افسانہ کا رستہ لیا۔
 پہلے دو دولت۔ اہل سنت و جماعت کو چھوڑ کر اسلام میں باقی بہتر فرقے ہیں۔ گویا اہل و جماعت کو شامل کر کے کل
 امتداد سے فرق ہو گئے ہیں۔ دراصل چہرہ گروہ ہیں۔ ہر گروہ میں بارہ فرقے ہیں۔ اصلی چہرہ گروہ یہ ہیں (۱) رافضیہ (۲) خارجیہ
 (۳) مجریہ (۴) قدریہ (۵) ہیمیہ (۶) مروہیہ۔ گروہ وار تفصیل ص ۱۰۱ پر ہے۔

۱) راقصیہ (۱) علویہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی کہتے ہیں (۲) اہلبیت جو حضرت علی کو شریک جانتے ہیں۔
 ۲) شیعہ کہتے ہیں کہ جو حضرت علی کو تمام اصحاب کے عزیز تر نہ جانے۔ کافر ہے۔ (۳) اسحاقیہ کہتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔
 ۳) زیدیہ کہتے ہیں کہ امامت میں نماز سوا اولاد علی کو دوسرے کو نہ چاہئے۔ (۴) عباسیہ عباس بن عبدالمطلب کے سوا۔
 کسی کو امام نہیں مانتے (۵) امامیہ زمین کو امام غیب کے خالی نہیں سمجھتے اور بنی ہاشم کو سوا اور کسی کو چھ نماز نہیں پڑھتے۔
 (۶) ناسریہ کہتے ہیں کہ ہوا پر نشین دوسرے کو افضل گو۔ کافر ہے۔ (۷) متناسخہ کہتے ہیں کہ جب جان غالب کے تعلق ہے۔
 تو دوسرے غالب میں جلی جاتی ہے۔ (۸) لاعنیہ۔ طلحہ۔ زیر اور عائشہ پر لعنت کرتے ہیں (۹) راجیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی
 دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ (۱۰) مرتضیہ کہتے ہیں کہ مسلمان بادشاہ کو سامنے لڑائی میں آنا چاہئے۔
 خار جیہ۔ (۱۱) ارتضیہ کہتے ہیں کہ کوئی قواب میں کچھ نہیں دیکھتا۔ کہ سلسلہ میں منقطع ہو چکا ہے (۱۲) ریا ضیہ کہتے ہیں کہ
 قول صالح۔ عمل ناصح۔ رغبت اور سنت ہے۔ (۱۳) تعلیمیہ کہتے ہیں کہ ہمارے کام قدرت و فاعل ہوا حاصل نہیں ہو۔
 (۱۴) ادخامیہ کہتے ہیں کہ فرضیہ ایمان نہیں بچا ناگیا (۱۵) خلفیہ کہتے ہیں کہ مقابلہ کفار سے جو دو چند ہو۔ یہاں کفر ہے۔
 کوزیہ کہتے ہیں کہ بدن بہت ملو کو سوا پاک نہیں ہوتا۔ (۱۶) کسریہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ دینی فرض نہیں (۱۷) مسخرہ کہتے ہیں کہ شر
 تعدیر الہی ہے نہیں۔ اور امامت فاسق کو ساتھ نماز رطاب۔ ایمان آدمی کو کسب ہے قرآن شریف مخلوق ہے۔ مردود کو دعا
 اور صدقہ و فائدہ نہیں پہنچتا۔ مرحاج بیت القدس آگ نہیں پڑا۔ کتاب حساب زمین کوئی نہیں فرشتے مومنوں سے
 افضل ہیں۔ رویت حق قیامت میں ہی غیب نہیں ہوگی۔ کرامت اولیا کچھ نہیں اہل جنت میں سونا اور مرنار۔ مفتون
 اپنی موت نہیں مرنے۔ علامات قیامت مثلاً رجال وغیرہ کوئی نہیں (۱۸) مہمونیہ کہتے ہیں کہ ایمان بالغیب باطل ہے۔
 (۱۹) محکمہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو خلقت چکم نہیں (۲۰) سراجیہ کہتے ہیں کہ پیش رنگوں کا احوال دلیل نہیں اور اس پر انکار کرنا۔
 (۲۱) خنسیہ کہتے ہیں کہ جو عمل اور اجر انسان کو نہیں ملے۔

جبریہ۔ (۱) مضطرب کہتے ہیں کہ ضرر و ضرر سب خدا کی طرف سے ہے اور انسان کا اس میں کچھ اختیار نہیں (۲) افعالیہ کہتے
 ہیں کہ انسان کیلئے و فضل ہے لیکن قدرت اور اختیار کو سوا۔ (۳) معیہ کہتے ہیں کہ بندہ کو الٰہی فعل و قدرت ہے بغیر خدا
 کو طاقت دی کہ (۴) تارکیہ کہتے ہیں کہ ایمان کو بعد کوئی چیز فرض نہیں۔ (۵) بخشہ کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص اپنا نصیب لے۔ اسلئے
 کسی کو کچھ نیکی کی ضرورت نہیں (۶) تمنیہ کہتے ہیں کہ ضرر وہ ہے جس کو نفس کو تسلی ہو (۷) کستانیہ کہتے ہیں کہ تواب خدا اعلیٰ
 سے نہیں پڑتے۔ (۸) جیمیہ کہتے ہیں کہ دوست اپنی دوست کو کبھی عذاب نہیں دیتا۔ (۹) غونیہ کہتے ہیں کہ دوست کبھی دوست و
 نہیں دیتا۔ (۱۰) فکر یہ کہتے ہیں کہ معرفت حق میں فکر کو عبادت سے بہتر ہے (۱۱) حسبیہ کہتے ہیں کہ جہاں میر قیامت نہیں

(۱۲) جیسے کہ بتوں میں۔ کہ جب تمام کائنات خدا کا اختیار میں ہے۔ تو انسان کی ذمہ داری کی کوئی وجہ نہیں۔
 قدر یہ۔ جو انسان کو اپنی فعل کا محتار کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان اتمام امور میں مقتدای الی مدد کا محتاج نہیں۔
 (۱) احادیث بتوتے ہیں کہ پھر فرض کا اقرار ہے۔ سنت و انکار اس فتویٰ کہتے ہیں کہ نیکی بیزاد ہے و بدی شیطان سے۔ اس کیسانہ
 کہتے ہیں کہ ہمارا افعال مخلوق میں یا نہیں (۲) شیطان کہتے ہیں کہ شیطان کا وجود نہیں (۳) شکیہ کہتے ہیں کہ ایمان غیر مخلوق
 کہی ہو تا ہے کہی نہیں۔ (۴) وہ کہتے ہیں کہ اسکا افعال کا بدلہ نہیں۔ (۵) اور یہ کہتے ہیں کہ دنیا فانی نہیں (۶) تاکہ کہتے ہیں
 کہ فروغ امام پر جائز ہے (۷) متبرکہ کہتے ہیں کہ گنہگار کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ (۸) قاسطیہ کہتے ہیں کہ گنہگار۔ مال و حکمت
 و ریاضت و مرض ہے۔ (۹) انکار یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو شو کہنا روا ہے۔ (۱۰) متواتر کہتے ہیں کہ معلوم نہیں شتر مقدس یا نہ۔
 چھپ چھپ۔ یہ گروہ اس امر پر متفق ہے کہ ایمان بالقلب ہے نہ بزبان۔ یہ گروہ عذاب قبر سوال مکر و کفر۔ حوض کوثر۔
 ملک الموت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدا کو ساتھ ہمکلام جو نہ ہو مکر میں۔ اور ایک دوسرے کو ساتھ اختلاف رائے کہتے
 ہیں۔ (۱۱) محظیہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اسماء اور صفات مخلوق ہیں۔ (۱۲) متر القبیہ کہتے ہیں کہ قدرت ارضیت
 مخلوق ہے۔ مگر خلق غیر مخلوق ہے۔ من متر القبیہ کہتے ہیں حق تعالیٰ مکان میں ہے۔ (۱۳) وار دیہ کہتے ہیں کہ جو شخص دوزخ میں
 جا سکا۔ پھر باہر نہیں آسکا۔ اور مومن کہی دوزخ میں نہ جا سکا (۱۴) حرقیہ کہتے ہیں کہ اہل دوزخ ایسے جل جائیگا کہ انکا کوئی
 نشان دوزخ میں نہیں رہیگا (۱۵) مخلوقیہ کہتے ہیں کہ قرآن۔ تورات۔ انجیل و زبور مخلوق ہیں (۱۶) بحر یہ کہتے ہیں۔ کہ
 حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرد حائل و حکیم ہے۔ مگر رسول نہ ہے (۱۷) فانویہ کہتے ہیں کہ جنت دوزخ قتل و جانگاہ
 (۱۸) ناوقیہ کہتے ہیں کہ مراجع روحانی تھا۔ نہ کہ جانی۔ حق تعالیٰ دنیا میں رہے ہیں۔ عالم کو قدیم کہتے ہیں اور قیامت سے
 متبرکہ ہیں۔ (۱۹) لغظیہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن شریف کلام فارسی ہے۔ نہ کہ کلام الہی۔ البتہ معنی قرآن کلام الہی ہے (۲۰) تبریہ
 متبرکہ عذاب قبر میں۔ (۲۱) واقفیہ کہتے ہیں کہ قرآن کی مخلوقیت میں کو تو قوت ہے۔
 حر جیمہ۔ اس گروہ کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ خیمہ کار عالم کو انتظام کیلئے خوف ورجا بتا تو ہے۔ مگر نہ حق تعالیٰ بے نیاز
 اس بات سے کہ بندوں پر عذاب کرے (۲۲) تارکیہ کہتے ہیں کہ کوئی چیز ایمان و علاوہ فرض نہیں۔ (۲۳) شائیہ کہتے ہیں کہ جس
 شخص نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا جو چاہے کرے۔ اسی کو عذاب نہیں۔ (۲۴) راجیہ کہتے ہیں کہ طاعت و معصیت سے
 عاصی نہیں ہے تا۔ (۲۵) شائکیہ۔ اپنی ایمان میں شک کہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ روح ایمان ہے (۲۶) نہبیہ کہتے ہیں کہ ایمان علم ہے
 جو شخص صحیح امر و ناسی کو نہ جانے کافر ہے (۲۷) عکلیہ کہتے ہیں کہ ایمان عمل ہے۔ (۲۸) منفوضیہ کہتے ہیں کہ ایمان کسی یاد ہو تا ہے
 کہی کم۔ (۲۹) مستثنیہ کہتے ہیں۔ کہ ہم مومن ہیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۳۰) اشریہ کہتے ہیں کہ قیاس باطل ہے۔ (۳۱) غلطیہ کہتے ہیں کہ ایمان نہیں

رکھتی۔ (۱۸) بدعہ کہتے ہیں کہ طاعت امیر واجب ہے۔ خواہ وہ معصیت کا حکم کرے۔ (۱۹) مشابہہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ (۲۰) حشو یہ کہتے ہیں کہ واجب سنت اور مستحب تمام ایک ہیں۔
 الباقی اسم رانی کی ان میں سے سات فرق اور بھی لکھا ہے۔ (۱) کرامیہ (۲) سر یہ (۳) عالیہ (۴) باطنیہ (۵) ابا جیہ۔
 (۶) برہمیہ (۷) شعر یہ۔ بعض فرقوں کو سوسطائے۔ فلاسفہ۔ سمینہ اور مجوسیہ بھی کہتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حشو آدمی ہیں۔ اتنی ہی فرق ہیں۔ ہر ایک انسان کو خیالات مختلف ہو تو میں۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ مختلف مذاہب اور مختلف فرقوں اسی واسطے پیدا ہو گئے ہیں کہ کتب لوگوں نے حقیقت کو نہ دیکھا۔ تو اپنی اپنی بنا دی رستہ اختیار کر لیں۔ اصلی رستہ نہ ملا۔ خود رستہ نکال لیں۔

اسرار حقیقت سے خبردار جو ہوتے	ہفتاد و دو دولت میں کبھی جھگڑتا
-------------------------------	---------------------------------

چونکہ اہل سنت و جماعت کا طریق ان بہتر فرقوں علیحدہ ہے اسلئے یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ خواجہ صاحب اہل سنت و جماعت تھے۔ مگر خواجہ صاحب کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ مختلف مذاہب حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کسی خاص فرقہ کی تردید یا تائید منظور نہیں۔ عام عقیدہ کہ باقی اہل سنت و جماعت کا فرقہ ناجی ہے باقی سناری میں معلوم نہیں کہ خدا کو کیا منظور ہے۔ خدا ہر ایک شخص پر اپنا فضل کرے۔

ہفتاد و دو فرقے۔ کہ عدد دسویں	اسی طریق یہ خالی حسمیں
-------------------------------	------------------------

وہاں ترجمہ۔ آسمان بار امانت کو نہ اٹھا سکا۔ اسلئے فرقہ خانی عظیمہ بنا کر نامہ پڑا۔
 اس شعر میں ہندو ذیل آئے کریمہ کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ۔ (انہ، کان ظلو ما جھولا سورہ سبأ)
 یعنی ہم نے امانت کو آسمانوں پر زمین پر اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ انہوں نے قبول نہ کیا۔ کہ اسی برداشت کریں اور اس کو ڈری پھر انسان نے اسے اٹھایا۔ انسان ستمگار اور نادان ہے۔

امانت سے بعض مفسرین بار امانت و حدود شرعی مراد لی ہے۔ اور اکثر فی امانت سے مراد اور امان شعور لی ہے۔ یا عشق الہی کہا ہے۔ باقی تمام کائنات زمین و آسمانوں کے پہاڑوں نے اور امان شعور اور تیز باطن خیر و شر اور عشق الہی کو بوجہ کو اٹھانے سے انکار کر دیا اور اپنے ناقصی ظاہر کی۔ ضعیف انسان نے یہ بوجہ اپنے کندھوں پر اٹھانا منظور کر لیا گویا اپنی نفس پر ظلم کیا۔ اپنی جان پر ستم کیا۔ کہ ایک ایسی امانت کو جس زمین و آسمان اور پہاڑ نہ اٹھا سکے۔ اس نے منظور کر لیا امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امانت پہاڑوں پر عرض لگی تھی۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ انسان پر فرض لگی تھی وہ حرمین جبل میں آیا۔ شیخ جنید

تھیں سرہ فرماتی ہیں کہ انسان کو خدا تعالیٰ کی عرض مطلقہ نہ بارائانت - لذت عرض کی بارائانت کو ہلکا کر دیا۔ اسی لئے لطف بانی نے زبان عنایت سے فرمایا کہ چونکہ تو نے فحشی سے باز رہا ہے اٹھایا۔ اسلئے ہم تجھے تمام مخلوقات بالاتر مرتبہ دیتی ہیں تو اس بوجہ کو برداشت کر ہم تجھ کو بانی کر سکیں گے۔

راہ اور ابد و تو اس پمود	بار اور ابد و تو اس پر دنا
--------------------------	----------------------------

بارائانت کے قبول کرنے پر انسان کو ظلم و جہول کیوں کہا گیا۔ اس پر مختلف مفسرین نے مختلف رائے دی ہیں۔ (۱) صاحب جہول الارواح نے لکھا ہے کہ ظلم و جہول یہاں بطریق مدح میں نہ بطریق ذم۔ آدم کی اپنی محنت سے اس کو اٹھایا۔ جو فحش تھا۔ حکم ہوا کہ تو نے اپنی جان پر ظلم کیا تاکہ تیرے پیاری بوجہ کو اٹھایا۔ جو ابدیہ کے میں غرق ہو جاؤں۔ اسلئے اس کو ظلم و جہول ہونے کا آوازہ تمام دنیا پر ہو گیا۔ یہ تیسرا اور اقدس سرہ فرماتی ہیں کہ ظلم و جہول۔ عدل و علم کی ضد ہیں۔ لیکن ایک چیز جو زیادہ تباہ کر جاتی ہے۔ تو اپنی ضد کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جب ظلم و جہول میں ضعیف مبالغہ کا ہے۔ اسلئے چونکہ یہ ضعیف حد پر تجاوز کر گئی ہیں۔ اپنی ضد میں بدل ہو گئی ہیں۔ یعنی عدل و علم مراد ہے (۲) صاحب انوار فی الکلیات کہ چونکہ انسان جو استیلا قوت غصبی کو ظالم ہے اور بوجہ غلبہ قوت شہوی کو جاہل ہے اسلئے ضروری تھا کہ وہ بارائانت کو برداشت کرے۔ یعنی عقل و تمیز کو قبول کرے۔ تاکہ اپنی جہول اور ظلم کو طریق اعتدال پر لا آئے۔

(۳) تفسیر خواجہ محمد یار صاحب لکھا ہے کہ یہاں اور آسمانوں کے بوجہ عدم استعداد اس بوجہ کو اٹھانے سے انکار کر دیا۔ مگر چونکہ انسان میں استطاعت تھی اس لئے خوشی سے قبول کر لیا۔ ظالم وہ اسلئے کہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کو سمیت مطلقہ میں فنا کر دیتا ہے۔ اور جاہل اسلئے کہ غیر حق کو نہیں جانتا۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ کو نفی یا سوا کرتا ہے۔ (۴) مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم دہلوی نے ایک اور سہی پہلو اختیار کیا ہے۔ فرماتی ہیں

جانتے تھے کہ ہوں ظلم و جہول	بھیر امانت کا سونپنا۔ معقول
-----------------------------	-----------------------------

طو اکثر اقبال خواجہ محمد یار صاحب کو ہم خیال ہے فرماتی ہیں۔

سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر حق قفل بوس	ہاؤ کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں چاہوں میں
--------------------------------------	---

شعر کا مطلب یہ کہ عشق الہی کی امانت کو زمین و آسمان کے قبضہ میں نہ لے لیا۔ آخر جہول۔ ضعیف اور در پوند انسان کے حصہ میں ہے بوجہ

آں بار کہ از بردن او عرض ابا کو و	باقوت تو حامل آں بار تو ان بود
-----------------------------------	--------------------------------

انسان نے اس بار کو اپنی قوت کو ہر دم پر منظور نہیں کیا۔ بلکہ اپنی محبت عالی کی سہا کر قبول کیا۔ نہ محبت اہل بیت (ع) کو اٹھایا میں تھے ہی بارائانت تیرے کہنو پر

نہ تھی تاب تحمل آسمانوں میں سینوں میں	
---------------------------------------	--

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

میں آنکھوں سے دیکھتا ہوں کہ ہم تو فرشتوں کی	اچھ آید از صفحہ خائے کریم و از جہاں
مرا تحمل بار چگونہ دست و پا	کہ آسمان و زمین بر تافتند و جہاں

(۶) ترجمہ۔ نقطہ عشق کی گوشہ نشینوں کو دل کو خون کر دیا۔ اس خال کی طرح جو معشوق کو خسار پر لگایا گیا۔

یعنی صبر طرح عارض جانوں کو خال کی عاشقوں کی دل کو خون کیا۔ اسی طرح نکتہ عشق کی دل کو خون کیا خال خلقی یعنی قدرتی تل کو کہتے ہیں گوشہ نشینوں کو مراد انسان کی وہ حالت جو عاشق ہو کر ہو گیا ہے۔ معشوق حقیقی نے اپنے خواہشوں کو چھوڑ کر خال کہا کر انسان کو دل پر نکتہ عشق لگایا۔ اور اس کی دل کو خون کیا۔ نکتہ اور خال کی رعایت ظاہر۔

(۷) ترجمہ۔ ہم پندار کو سوخنے منوں کی باد جو دس طرح گمراہ نہ ہوں جبکہ خلی آدم ایک نہ کیلئے ہو گیا۔

پندار۔ تصور۔ تکرر خیال۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک نہ گندم کو کہا نہ پست و نہ کاگوئے۔ ولا تفر باہنہ الشجرۃ فکلفوا من الظالمین۔ فاد انھما الشیطان وغنما فاخر جھصما۔ اس کا تفسیر یعنی اس درخت اور درخت انگوٹھ یا اخیر یا گندم) کو نزدیک جاؤ ورنہ گناہگار ہو جاؤ گے۔ دونوں کو شیطان نے بہکا یا اس سے اندر انگوٹھ یا گندم کو کہتے ہیں۔

وہ تھی (سورہ بقرہ) مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک نہ کیلئے پست و نہ کاگوئے۔ اور گناہگار ہوئے۔ ہم فرمن کہ فرشتوں

غور و فکر کو کہتے ہیں ہم کس طرح صراط مستقیم کو نہ بھٹک جائیں گے صوفیاء کو اگر ہم کو نزدیک پندار ہی بہت بری چیز ہے۔

اپنی ہستی کا پندار اپنے نیکانے کا پندار حتیٰ کہ اپنے بے پندار ہو کر پندار انسان کو گمراہ کر دیتا ہے۔ ان کو نزدیک پندار

بھی ایک بت ہے۔ صرف بتان سنگ ہی انسان کو گمراہ نہیں کرتے۔ بت پندار ان کو بھی بڑھ کر گمراہ کر دیتا ہے۔

لسان العصر سید اکبر حسین صاحب فرماتے ہیں۔

نہیں بے ترک و نفرت خدا کو ایک بت ہیں	پیران میں بھی جو تنگ اور تنگ رہا باقی ہے
سبب اس کا تو ظاہر ہے خدا کی توحید میں	بتان تنگ تو ہیں بت پندار باقی ہے

اسی مضمون یہ ہے

انار تو پندار بستی باقی ست	مومن یقین کی بستی باقی ست
گفتی بت پندار شکستہ ست	ایں بت کہ تو بتان شکنی باقی ست

مولانا اردم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ بت پندار ہی بڑی خیالی چیز ہے۔

انار بتان شکستہ ست	انار بتان شکستہ ست
--------------------	--------------------

آہن و سنگ امت نفس بہت شرار	و آن شرار از آب مسگیرد هزار
آہن و سنگ نہ آب کے ساکن شود	آدمی با ایں دو کے امین شود
سنگ آہن در دروں دارند نار	آب را بر نار شاں نمود گذار
آب و خم کوزه گر فانی شود	آب چشمہ تازہ و باقی بود
بت سیاہ آب امت در کوزه نہاں	نفس مر آب سیاہ را چشمہ داں
بت درون سینہ چو آب سیاہ	نفس شوملت چشمہ آن آب را
صد سورا بشکند یک بارہ سنگ	و آب چشمہ میرا ندبے درنگ
بت شکستن سہل یا شد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل است جہل
ہر نفس مکرے و در ہر مکر ازاں	غر قہ صد فرعون با فرعونیاں

پیر انسان کے ساتھ بہت نفس ایسی چیر لگی ہوئی ہے جس پر باقی بہت مشکل ہوئی ہے۔ اس لیے انسان کا گمراہ ہونا بہت آسان ہے۔ بت نفس میں صد ہا فریمن پیدا ہو جود میں انسان تو ایفہ راسی بات پر بھٹک جاتا ہے الکا تھا بل س طرح کر شعر الف اور کئی دیگر اشعار کی شرح میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ حضرت انسان جب کہ روضہ رضوان میں تھے۔ ان کی بی بی و نذرشہ کو موقع بہت کم تھے۔ دنیا میں اگر ان کو چاروں طرف جال سیاہ ہوئی نظر آئی۔ پس جب عالم بالا جیسی محض و ناجگہ میں انسان غلطی کر گیا۔ تو پیر دنیا کی پسند میں اگر اس کا معصوم رہنا بہت مشکل تمام ہے۔ قرآن کریم سورہ کہف میں ہے۔ **وَاِذَا جِئْتُمُ الْمَوْتَ** **عَلٰی الْاَرْضِ فَمِنْ نَحْنُ نَتَّخِذُ لَہُمَا الْاَنْبَیَآءَ** **ہُمْ اَتَتْھُمْ اَحْسَنَ مَحَلًّا**۔ یعنی ہم جو کہ زمین پر پیدا کیا ہو اس کی آرزو کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ تاکہ آزمائش کریں انسان کی کہ کون اعمال میں نیک تر ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں کہ ”ما علی الارض“ سمی ہر ادا مشتمل ہر مات میں جو حق تعالیٰ نے انسانوں کی نظروں میں راستہ کیا۔ تاکہ امتحان کرے۔ کہ کون ان فرائض کو ترک کرتا ہے۔ ہر دنیا کی زینت انسان کی آزمائش کیلئے ہے۔ اور دنیا میں کچھ ہے وہ سب دنیا کی زینت کیلئے ہے۔ پس اتنی آزمائشوں اور امتحانوں میں ضعیف انسان کس طرح پورا اترے۔ **الامشا واللہ**۔

چہاں از رنگ و بوسازد اسیرت	و لم نزدیک از باب بصیرت
نہ رنگ دلکش را غنبار است	نہ بوسے و لغزش را انداز گشت
اسی مضمون کیلئے یہ شعر بہت ہے نیز دیکھو شعر دم پہ	
ہر چیز سہلست ہو بہت مستکنی میں	ہم میں تو ابھی را میں میں سنگ گراں اور

(۱۸) ترجمہ۔ آگ نہیں ہے۔ جس کو شمع پر شمع ہستی ہے۔ آگ وہ ہے جو پروانہ کی حرمت میں لگائی گئی۔
 شمع اور پروانہ کا مقابلہ ہے۔ شمع ہی جلتی ہے اور پروانہ ہی۔ مگر فوائدہ صاحب فرماتے ہیں کہ شمع کا جلنا اور پروانہ کا جلنا
 اور۔ شمع جلتی کیا ہے۔ شعلہ آتش پر ہستی ہے۔ لیکن پروانہ بیچارہ جس کو را کہہ چھاتا ہے۔ اس کا خون جگر بھی بالکل ہی
 خاک ہے جو جاتا ہے۔ شمع کی ہستی تو نہیں بنتی۔

شمع اور پروانہ کی عشق کو مقابلہ کیا یہ ایک پہلو ہے۔ دوسرا پہلو یہی ملاحظہ ہو۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے شمع و پروانہ کی کہانی لکھا ہے

شبہ یاد دارم کہ چشم بخت	شنیدم کہ پروانہ با شمع گذشت
کہ من عاشقم گر بسوزم رواست	ترا گریہ و سوز بارے چہ است

شمع نے پروانہ کو جواب میں کہا۔

کہ اے مدعی عشق کار تو نیست	کہ نہ صبر داری نہ یار اے نیست
تو گجری از پیش یک شعلہ خام	من استادہ ام تا بسوزم تمام
ترا آتش عشق اگر پر بسوزت	مرا میں کہ از پاکی تا سر سوخت

شفق عا دلوری نے بھی شمع و پروانہ کا مکالمہ لکھا ہے۔

شمع ہی پروانہ کہتا تھا کہ اے شعلہ غدار	غیر اجلتا ہے کیا ہوں عشق آفتہ غدار
تجہ کو کس کا سوگ ہو کجراؤ تو زبا کوں	روسی ہے آہلہ آہلہ آنسو تو کبواں کوں
شمع کس آتش باقی ہوئی گرم سخن	جل کے کہتی تھی کہ اے پروانہ شور مچاں
سوز تو لوں تک لگی اس پر نہ سوز میر پاؤں	کستہ ز ثابت قدم ہوں دیکھ میری سگڑ
تو ذرا سی آج کی ہی تاب نہ سکتا نہیں	میری سر چہ ہوتا ہے اس ہوش کو آنچیز
من کہ یہ اک جہت کی پروانہ جاننا زنی	اور بھی منزل مقصد دیکھ لے بال ویر

(۱۹) ترجمہ۔ حافظ کی طرح کسی نے بھی یہ خیال سوچا نہیں تھا یا جب کہ ہر دو سانپ سخن کی زلف میں لگی ہیں۔
 مطلب یہ کہ ہر دو سانپ سخن کی زلف کو تب سونگھی لگی ہیں۔ یعنی جب کہ دنیا میں شاعری اور سخن سنی شروع ہو رہی ہے۔
 راجہ اندیشہ کی حافظ کی طرح نقاب نہیں اٹھایا۔ یعنی کسی شاعر نے حافظ کو برابر اعلیٰ خیالات ظاہر نہیں کیے۔
 خواجہ صاحب نے اپنی شیریں کلامی اور خوش نیالی کا خزانہ ذکر کیا ہے۔ اور ان کو دہلی کو تمام دنیا کی تسلیم کیا ہے

غزل (۵۵)

۱	دل من بدور رویت چمن فراغ دارد	۱	که چو سر پای بندست و لاله داغ دارد
۲	سرمه زو نیاید بجان ابروی کس	۲	که در دل گوشه گیران ز جلال فراغ دارد
۳	شب تیره چون سرمه آرامه صبح زلفت	۳	مگر آنکه شمع رویت برسم چراغ دارد
۴	ز شیشه تاب دارم که ز زلفت آوازندم	۴	تو سیاه کم بهما ملین که چه در فراق داغ دارد
۵	نقد و غنچه زلفت همه شربت دل	۵	چند لاله است در دلم که کف چراغ دارد
۶	سزوار چو ابروین که در پس چمن بگریم	۶	طربش بیان طرب است مگر که ز غم داغ دارد
۷	عین و شمع ضحکا بی نیر و آینه بگریم	۷	که کسب و خفتیم و از مانت ما سر داغ دارد
۸	بچمن خرام و بگر بر تخت گل آنکه لاله	۸	ببندیم که شادماند که کف ایاغ دارد

سورس عشق دارد دل در دند حافظ

(۹)

(۹)

که نه خاطر تماشاخانه هوای باغ دارد

۱- ترمیمه - میرادل تیری چو در در میباغ سی قوافل رگبتای کیو که سر کی طرح پانصدی اور لاله کیرح
 داغ رگبتای -
 مطلب - که چو باغ کی سیر کی ضرورت نیست - کیو که تیری عشق میرا پانصدی باغ کافونه بنا هوای - باغ میری
 بوتای - میرادل بی سر کی مانند - کیو که اس کی طرح پانصدی (سر یا گل) باغ میرا لاله بوتای -
 میرادل بی گل لاله کی طرح - کیو که میرادل بی اسکی طرح دانند - گل لاله کاغذ شاد و سر اعلی القادری

تسمت گوهت کشته که سیر زو و دل

سوزش شمعین اندر و چو سیر که سیر زو و دل

چین طرح باغ - چو سیر که سیر زو و دل

زاده که نیمه - باغ سر کی سیر که سیر زو و دل

مطلب یہ کہ ہم گوشت نشین ہیں۔ جہاں جو فراغ میں کسی کی گمان ابرو کا اگر سر نہیں چھوگا تو۔ گوشت نشین کی یہ سیاحت

ہزار دام ہو نکلا ہوں ایک صلہ میں	جھوٹو جو ہو کر دیکھ سکا رہے۔
----------------------------------	------------------------------

اسی طرح۔ اندھیری رات میں تیری زلف کو چھو کر چہرہ کو گھس کر حلو کروں ہاں اب اگر تیرا۔ کی شمع میری رستہ پر چراغ رکھو۔

مطلب یہ۔ کہ زندگانی ایک اندھیری رات کی طرح ہے۔ اور منزل غفر۔ بیکارستی پر درخشاں ہے۔ جب کہ عالم تقیات کی تاریکی میں شمع ہدایت یعنی نور حق رہتا ہے نہ کرے۔ اس راہ کو اگر نہ چھوٹے۔ اس کو غریب عالم میں نور ایمان کی ہدایت ضروری ہے۔ اسی مضمون کیلئے دیکھو شعرات سلیم دہلیہ (۱)

راہیت پر از غار جہشتی	انجا ہر رشتہ بہشتی۔
بے بدر قد عنایت تو	نواں ست از سر وہ خطرناک

خواجہ معین الدین انجیری قدس سرہ فرماتے ہیں	
--	--

حقانہ کو شمش کو جیسا ہے نہ رسد	گرنے کشتش ز جہان زب اور بران بود
--------------------------------	----------------------------------

خواجہ صاحب رستہ زلف کو نہتا اور ہنسار کو شمع کہا ہے۔ اصطلاح تصوف میں یہی زلف کو نہتہ یعنی اور شمع کو نہتا کہتے ہیں۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں

ز زلفش رشتہ کافر نہادند	ز دلش رشتہ رواق اسلام کو دند
-------------------------	------------------------------

وہی کہ چھو۔ وہی کہ نہتا نہتا ہوں۔ کیونکہ وہی زلف کو دم مانتا ہے۔ تو ان کی توجہ نہایت کریمہ فرمائی میں کیا کہتا ہے۔

نبضہ کوٹو زلف معشوق کو تشبیہ تو میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبضہ ایک کم شہیت اور کم لبا و سیاہ رنگ یعنی ہر کہ معشوق کو زلف کو متعصبہ کا خیال کرتا ہے۔ بلا بد و کا۔ اس کا نتیجہ سنگ خال معشوق کی برابر ہی ہندو کا و خطا کہا ہے

مشک نہایت خوش بوی نہاد	از شب نیست از آن سبب کہ در خطا
------------------------	--------------------------------

(۵) ترجمہ۔ تیری ہر کی خوشی میں تیری زلف تمام رات دل کو لٹتی ہے۔ کیا دل اور چور ہے کہ ہاتھ میں چراغ لٹے ہے۔ زلف کو نہتا کہا اور رات کو تشبیہ دی۔ چہرہ کو چور غ میں کیا ہے۔ گویا زلف تاریکی شب میں چراغ خداداد ہے یہی کہ خانہ دل کو غارت کرتا ہے۔ بلا دلیر ہے۔ کہ چہرے میں لیکچوری کرتا ہے دوسرا مصرعہ بہت شہور ہے۔ اور گویا ہر ضرب المثل استعمال ہوتا ہے۔ امیر خسرو نے اسی خیال کو بالکس طریقہ میں لکھا ہے۔

دل میں بزلت و رویت شد اسیر توں کج درد	شربہ کجای دلوں کہ جسا نہ در آید
<p>زلف کو شب اور رو کو ماہ کہ کر زلف دروہ کو شب ماہ تاب بنایا ہے۔ دیکھو شعر (۱۱)</p> <p>(۱۲) ترجمہ۔ جائز ہے اگر میں اس باغ میں برہمن کی طرح اشکباری کروں مجھ کو کہ طبل کا طرب شیاں گئے کو قفسہ میں</p> <p>برہمن۔ نام ماہشمی۔ یہ آفتاب برج دلو میں ہوتا ہے۔ فارسی کا گیارہواں مہینہ مطابق چھان خزان کا موسم۔</p> <p>مطلب یہ کہ طبل کو آشتیان طرب میں کو بہتا ہے۔ رو کا مقام ہے۔ موسم خزان میں طبل کا آشتیانہ زناغ کو قفسہ میں دیا</p> <p>دنیا کی ناپائیداری اور انقلابات زمانہ کا بیان ہے۔ یہ شعر بعض علمی دیوانوں میں نہیں ہے۔</p> <p>(۱۳) ترجمہ۔ بجای اگر میں اور شمع اخیر شب مل کر روئیں۔ کیونکہ ہم جل کر اور ہمارے حقوق کو مطلق پر وادہ نہیں</p> <p>شمع صبح کا ہی یعنی اخیر شب ہو کر میر کی مہمان ہو جاتی ہے۔ تقریباً تمام کی تمام جل چکی ہو جاتی ہے۔ عاشق ہی آتش عشق میں</p> <p>جل گیا ہوا ہے۔ اور شمع اخیر شب کی طرح جو شمع کارونا مشہوہ۔ عاشق ہی اس کو ساتھ لے کر دیا چاہتا ہے کہ نہ دلوں کا ایک ہی</p> <p>حالت ہے۔</p>	
سو تقسیم و سوزش مار کسو ظاہر نشد	چوں ترخان شب ماہ تاب بجای سو ختم
<p>(۱۴) ترجمہ۔ باغ میں ہیر اور خنجر گل کو دیکھ کہ لالہ۔ نریم ہار شاہ کی طرح ہے۔ جب کو ہاتھ میں سبیل ہو۔</p> <p>نریم۔ سنہ خنجر ہیر سرا کا ہنشین۔ ایانغ۔ تر کی لفظ ہے۔ پیالہ نر اور خوری جام جو۔ گل لالہ کو جام جو کی تشبیہ ہے۔</p>	
از انحال لعل بہتہ لالہ در بہمن	دیکھ بدست خویش نگر دیپالہ
<p>(۱۵) ترجمہ۔ حافظ کا درد مند دل در عشق کا خیال دیکھتا ہے۔ نہ اس کو تمنا کا خیال ہے نہ سیر باغ کی ہوس ہے۔</p> <p>یعنی حافظ کو تمنا شادی باغ کی ضرورت نہیں ہے اور در عشق کا خیال ہے اگر سیر چمن کرے گی تو اسے غرض ہو کہ تار کو کتاب قدرت کو</p> <p>در عشق حاصل کرے۔</p>	
<h2>غزل (۱۵۶)</h2>	
۱ داد اگر افلک ترا بر عہ کش سال باد	۱ دشمن دل سیاہ تو غرقہ خون چو لالہ باد
۲ ذرہ کالج رفعت رست زوفا از طلع	۲ راہ روانم را راہ نر اسالہ باد
۳ زلف سیاہ پر گیت چشم و چراغ عالم است	۳ جان نسیم دو گشت در شکن کلالہ باد
۴ ای مہ برج مہدلت مقصد کل آدمی	۴ بادہ صاف دائمت در قرح دیالہ باد

چوں بوی قیامت ہرہ نمود ترانہ ساز	۵	حاصلت از سماع آن بدم آہ و نالہ باد
بطریق سپہر و آن قرصہ سیم و زر کہ بہت	۶	از لب ان حشمت سہل ترن نو الہ باد
و خضر بزرگتر من بدم صحبت تو شد	۷	مہر چنین عروس را ہم بخت و الہ باد
<p>حافظ تو دریں غزل حجت بندگی تو</p> <p>رطبت عین پرورت شاہد این قبیلہ باد</p>		
<p>یہ غزل درجہ دوم ہے۔ کسی بادشاہ وقت یا امیر کو لکھ کر بھیجی ہوگی۔ شعر (۷) میں صدم میں بلکا سا نقضابی موجود ہے شعر (۵) بعض دلوں میں نہیں ہے۔</p> <p>(۱) ترجمہ۔ اے الفاف کر نیو الممدوح آسمان تیری سیالہ کا جوہ کش ہو اور تیرا سیاہ دل دشمن لالہ کی طرح خون میں غرق ہو۔</p> <p>جوہ کش ہو۔ یعنی خوشہ چین ہو۔ متعلق ہو۔</p> <p>(۲) ترجمہ۔ تیری رفعت کو محل کا کنگرہ بلندی کی حد تک نکل گیا وہم کو سفر کیلئے وہ ہزار سال کا رہا ہو۔</p> <p>ذرو ۵۔ بالضم یا بالکسر۔ بلندی کوہ بالا سر کوہ۔ کسی چیز کا سبب اونچا ہونے۔ فرط۔ بالغ۔ زیادتی۔ غلبہ۔ حد سے زیادہ۔</p> <p>مطلب یہ کہ تیری محل کی بلندی یا تیری رفعت فرط ارتقاء سے بھی بڑھ گئی ہے۔ یعنی تیری رفعت حد رفعت سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔ چنانچہ اس رفعت تک پہنچ کر کیلئے وہم کو بھی ہزار سال چاہئے۔ ظاہر ہے کہ وہم ایک خطہ میں عرش و اوپر جا رہا ہے جس بلندی پر وہم بھی ایک ہزار سال میں پہنچے۔ اس بلندی کا حساب ناظرین خود کر لیں۔</p>		
برزورہ دارج قدر رفیع تو		نے عقل راہ یاد و نے فہم بے پردہ
<p>ظہیر خاریابی نے قزل ارسلان کی مدح میں لکھا ہے۔</p>		
و نیا دمن ظارم گردوں گزشت غیت		امکان آن کہ زحمت آن آستان دہد
نہ کرسی فلک ہند اندیشہ زہر یا		تا بوسہ بر رکاب قزل ارسلان دہد
<p>شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اس مبالغہ آمیزی پر تخریص لکھی ہے۔</p>		
چہ حاجت کہ نہ کرسی آسمان		پہر زہر یا بوسے قزل ارسلان
<p>(۱) ترجمہ۔ تیری سیاہ پیر گردوں کی زلف جہاں کی چشم در چراغ ہے۔ جس کی دولت کی نسیم سے زلف چھیدان کی مشک میں ہے۔</p>		

غزل (۵۷)

دیر لیت کہ دلدار سائے نغمہ ستاد	۱	تو شربت کلام و سلاطین نغمہ ستاد
صد نامہ فرستادم و آن شہاد سولہاں	۲	پیکے نذرانید و سائے نغمہ ستاد
سوی من و حشمتی صفت عقل مریدہ	۳	آہوروشی کبک خراتے نغمہ ستاد
دانست کہ خواہ شد غم مرغ دل از دست	۴	زاں طرہ چوں سلسلہ دای نغمہ ستاد
فریاد کہ آن ساقی شکر لب سر مست	۵	دانست کہ مخمورم حجام نغمہ ستاد
چند آنکہ ز دم لاف کرات مقامات	۶	یہم خبر از پیچ مقامات نغمہ ستاد

(۷) حاکم بادی بابت باش کہ در خواست نہا
(۸) اگر شاہ پیامے بغلام نغمہ ستاد

- (۱) ترجمہ - مدت ہوئی کہ معشوق کو کوئی پیغام نہیں پہنچا نہ کوئی خط لکھا اور نہ سلام پہنچا۔
(۲) ترجمہ - میں نے سو خطا بھیجی اور اس سواروں کو بادشاہ نے - کوئی قاصد نہ دوڑایا اور کوئی پیغام نہ پہنچا۔
پیک - پیادہ - سرکار - قاصد - سوار پیک کا مقابلہ ظاہر۔
(۳) ترجمہ - مجھ و حشمتی صفت ازبک مریدہ کی طرف - کوئی آہوروشی کبک خرام نہ پہنچا۔
دشمنی صفت اور عقل مریدہ صفت من موصوف - مطلب یہ کہ مجھ و حشمت نہ وہ اور دیوانہ کی طرف آہوروشی
یا کبک خرام قاصد یعنی نیز قاصد کو نہ پہنچا - نغمہ ستاد کو نہ معشوق - اگر آہوروشی کو فاعل قرار دیں -
اور کبک خرام کو مفعول تو آہوروشی مراد معشوق - اور کبک ام مراد قاصد ہوگی - و شہاد - آہوروشی کبک کا مقابلہ
(۴) ترجمہ - وہ جانتا تھا کہ میرا مرغ دل ہاتھ نہ نکلی جائیگا - اس کی جگہ زلف کوئی حال نہ پہنچا۔
خواہ شد غم مرغ دل از دست - یعنی میرا مرغ دل از دست خواہ شد مطلب یہ کہ باوجودیکہ معشوق جانتا تھا کہ میرا
مرغ دل ہاتھ نہ نکلی جائیگا - اس کو گستاخ کر کے کھیلو حال نہ پہنچا - یا چونکہ وہ جانتا تھا کہ میرا مرغ دل غیر حال کی میری
تنبہ نہ نکلی کر کے زلف کا اسیر نہ جانیگا - اس کی جگہ زلف کوئی ازبک مریدہ ہی نہ تھی۔
(۵) ترجمہ - فریاد کہ وہ شکر لب اور سر مست ساقی جانتا تھا کہ میں مخمور ہوں - میری کوئی جام نہ پہنچا۔

مختور۔ بحالت تھار۔ لٹھ اتڑی کاکل۔ کسل شراب۔ لٹھ کا اتار۔

لٹھ کو اتار کیوقت جام موی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر ساقی کی شراب نہ پہنچی۔

(۶) ترجمہ۔ ہر چند کہ میں نے کراتا مقدمات کی لائن لٹھ کی نیچے کسی مقام کی کوئی خبر نہ پہنچی۔

کرامات۔ جج کے اہم۔ بزرگیں۔ نوازشیں۔ عظمت۔ خرق عادت۔ اعجاز۔ مقابلہ۔ سرتاب۔ اصطلاح۔ لٹھ

میں سرتاب حضرت۔ سرتاب سالک۔ مطلب یہ کہ باوجود ہمار کرامات اور مقام کی لائن لٹھ کی کوئی مقام نہ پہنچا۔

نہیں۔ جو شخص مقامات و سرتاب کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ فی الحقیقت کسی مقام پر پہنچا ہوا نہیں ہوتا۔ صاحب مقام کی کلامات

نہی نہیں۔

ایں دعویاں از غیر پیش نہیں ہر اند

کلیں را کہ خبر شد خبرش باز نیاید

(۷) ترجمہ۔ اے خاندانِ ادب پورہ کہ باز خواست نہیں ہو سکتی۔ اگر بادشاہ غلام کی طرف کوئی پیغام نہ پہنچو۔

درخواست۔ علاوہ معنی المعروف۔ بمعنی محاسبہ۔ مطالبہ۔ باز۔ خواست وغیرہ۔

مطلب یہ کہ اگر بادشاہ اپنے غلام کی طرف پیغام نہ پہنچو۔ تو شکایت کا کوئی مقام نہیں۔ پاس ادب چاہو۔ زبان کی گونجی

غزل (۱۵۸)

۱ شہ پر پیروزش کہ در گشت پیروز باد

۲ گفتم بباد میدیدم بادہ نام و تنگ

۳ سود و زیان بایہ جو خواب شد ز دست

۴ بیخار گل نباشد ولی نشین تو شش ہم

۵ پر کن ز بادہ جام و مادہم گوشت و گوشت

۶ در آرزوی آنکہ رسد دل بہ احتی

۷ بادت بدست باشد اگر دل نہی پہنچ۔

۸ جفا کہ اگر تیرہ شکیں بہالت است

(۸) کہ تہ کنیم فتنہ کہ عمرت در از باد

مطلب یہ کہ شربِ نیا اور جامِ مہو نصیحت حاصل کر۔ کیونکہ وہ زبانِ حال سے خمیدہ اور قیادِ ضمیر بادشاہوں کی بخشش
گزشتہ ذکرِ قبیل بیان کرتا ہے۔ تو انکو گوشِ عقل سے سوس اور عبرت حاصل کرو مجھو شعرِ الفت یہ۔
(۶) ترجمہ۔ اس آرزو میں کہ دلِ راحت حاصل کر سکو۔ جانِ سینہ کا اندر اس کو عشق کا غم رکھ دیا۔
مطلب یہ کہ جانِ سینہ کو اندر عشق کا غم اسوا کر دیا ہے۔ کہ راحت حاصل ہو۔ یعنی باقی تمام افکار و آلام اور تیر
حوادث ہو دل محفوظ ہو جاوے۔ ظاہر ہے کہ غمِ عشق کو بھرتے اور کوئی غمِ دل پر غلبہ نہیں پاسکتا اسلئے ایک غمِ فیکر بزار
غموں سے نجات پانا ہی ایک بڑی بیماریِ راحت ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ فرماتی ہیں

دلِ غم سے خواہی دلِ غم سے دلِ غم سے دلِ غم سے دلِ غم سے دلِ غم سے دلِ غم سے دلِ غم سے

انور می نے عشق کی تعریف میں کہا ہے۔

بندِ عشق چوں بہ نسبت بہ یا از ہمہ بسند یا رہا بودن

ترجمہ ترجمہ۔ تیر سے ہاتھ ہوا آئینگی۔ اگر تو کسی چیز سے دل لگا لگیا۔ ایسا مقام میں نہیں تختِ سلیمان ہی برابر چاہتا ہے
مطلب یہ کہ اس میں جب تختِ سلیمان ہے ہی نہیں ہوتا اور کسی اس میں نیاموں لگا کر کیا حاصل ہوگا۔ حضرت سلیمان کا
تخت ہوا پر چلتا تھا۔ اسلئے تختِ سلیمان کو برباد ہو جاوے اور برباد رفتن (ہوا پر چلنے) کی رعایت ظاہر۔ بادِ بدست
ہو نا یعنی خالی ہاتھ ہونا۔ حضرت سلیمان کو قبضہ میں تھا ہی تھی۔ اسلئے بادِ بدست ہونے کو وہ نہ معافی کی رعایتی لطیف ہے
(۸) ترجمہ۔ اے حافظ اگر تجھ دانوں کی نصیحت سے طائل ہوتا ہے۔ تو ہم قصہ کو تہ کر تو ہیں۔ خدائے عز و جل کی
خواجہ صاحب فرماتی ہیں کہ دنیا کی ناپائنداری کو قصص بیان کر دے سنو والو کو دل کو طائل ہوتا ہے۔ اسلئے میں اسنہ و
نصیحت کو ختم کرتا ہوں۔ ایسی غزل کیلئے ایسا مقلد ہونا چاہیو۔

غزل (۵۹)

۱	دو خوش در حلقہ ماقصہ کیسوی تو بود	۱	تادل شب سخن از سلسلہ موی تو بود
۲	دل کہ از ناوک مژگان تو در خون گشت	۲	باز مشتاق کمان خانہ ابروی تو بود
۳	حم عفا اللہ ز صبا کہ تو سہامی آورد	۳	ورنہ در کس مہم کہ در کوی تو بود
۴	عاشق شور و شرم عشق خیز تبت شست	۴	فتنہ انگیز جب انغمزہ جادوی تو بود
۵	من سرگشته ہم از اہل سلامت بودم	۵	دام را ہم شکن طرہ ہندوی تو بود

<p>بجائے قبا تا بجای دل من * کشادگی کہ مرا بود ز پس لومی تو بود</p>	
<p>(۱) ترجمہ۔ کل ہمارے تیری زلف کا قصہ دینا چاہتا تھا۔ نصیب شب تک تیرے بالوں کی سلسلہ کی باتیں ہوتی رہیں۔</p>	<p>(۲) ترجمہ۔ دل جو تیری مژگان کی تیرے بھونکے غلغلے تھا۔ پھر تیرے بارو کو کمان خانہ کا مشتاق تھا۔</p>
<p>(۳) ترجمہ۔ صبا کو ہی خدا بخش کر تیرا پیغام ملا آیا۔ ورنہ ہم کسی ایسے شخص تک پہنچ سکتے۔ جو تیری کوچہ میں (سیر ہو آیا) ہو عفا اللہ۔ دعائے مجھ پر ہم زلف پر برائیت کلام۔ مطلب یہ کہ خدا صبا کو خوش رکھے کہ تیرا پیغام ملا ہی نہ ورنہ اور تو کوئی ایسا نہ ملا۔ جو تیری کوچہ پر ہو آیا ہو</p>	<p>(۴) ترجمہ۔ جہاں کو عشق کو شور و شر کی مطلق مضرت تھی۔ تمام جہاں کی تیرا غمزدہ جادو گرفتہ لکھتا تھا۔ مطلب یہ کہ جہاں گوشہ عدم میں آرام میں تیرا اور عشق کو شور و شر کی بالکل نا اشنا۔ تیرے چشم جادو نے یہ تمام غمزدہ لکھ کر کی ہے۔ حدیث قدسی "کنت کثر مخفی الہ" کی طرف اشارہ ہے۔ دیکھو شعر الف۔</p>
<p>تا ترگس تو عیدہ انگیز ہو دست</p>	<p>ایں مملکت جن بلا خیز نہ بود است</p>
<p>عارف جامی نے اسی مضمون پر کہا ہے۔</p>	
<p>در آن خلوت کہ ہستی و نشان بود وجود سے بود از نقش و دوی دور جہاں مطلق از قید منظر ہر بروں زخمیہ ز اقلیم تقدس ازو یک لعلہ بر یک ملک ہفت از ان لعلہ فردغی بر گل اقتاد</p>	<p>بچہ خودی عالم نہاں بود ز گفت و گوئے مالی و تونی دور بزد خویش ہم بر خویش ظاہر تجلی کرد بر آفاق و انفس ملک مگر شہ خود را چون ملک یافت ز گل شورے بجان بلبل امتاد</p>

	بہر کا شانہ صدر پروانہ را سوخت	بخ خود شمع راں آتش بر زلفت	
شیخ فخر الدین عراقی قدس سرہ فرماتا ہیں			
	تا بہم سبز زلف و جو و عدم	عشق ناگاہ بر کشید مسلم	
	شور و غوغا فگندہ در عالم	بقرار ای عشق شور انگیز	
<p>در نہ عالم با بود و نابود خود آر میده بود و در خلوت خانہ شہود آسودہ</p> <p>(۵۸) ترجمہ - میں برگشتہ بی اہل سلامت ہوں تھا۔ میرے راہ کا جال تیری سیاہ زلف کا شکنجہ تھا یعنی میں بی بی پر عشق کی قید سے آزاد تھا۔ آخر کار تیری زلف کو بجال میں گرفتار ہوا۔ پھر اندر سے بیخون لہلہ ہو کر مولانا حالی مرثوم عشق کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔</p>			
	اے دل کی بی بی! آخر یہ کانگا کچھ ڈرا	اے سترس پر تیری حالی بچا ہوا تھا۔	
<p>(۵۹) ترجمہ - قبا کو بند کھول تاکہ میرے دل پہل جاسکے۔ کیونکہ مجھ کو جتنی کشتائیں عاصم ہو سکی ہیں تیری پہلو سے ہو سکتی ہیں (جتنی کشتائیں تجا تیرے پہلو سے ہوتی ہیں)</p> <p>(۶۰) ترجمہ - تجا اپنی دفائی قسم ہے کہ حافظ کی قبر پر ہی ہو کر گذرے۔ کیونکہ وہ چار سو گزرا تو تیرے خضار کی آرزو میں تھا یعنی وہ خاند تیری پیچھے دویدار کی آرزو میں مر گیا ہے اس کی قبر پر ہی ہو کر گذرے گا اس کی خاک کو تسکین ہو +</p>			

اطلاع

کتاب ہذا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب
تصدیج نمائش جس کے جلدیں مطاب
ہوں مصنف کے پتہ سے بذریعہ وی پی یا نقد قیمت

پر منگالیں * مصنف

جلد اول قیمت تین جلد دوم قیمت چھ { علاوہ محض
جلد سوم " " جلد چہارم " " }

میری لائبریری ایل ایل بی وکیل ایٹا

